JAMIA FAROOQIA KARACHI
فتاوی محمودیہ
فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ
تبویب، تخریج اور تعلیق
زیر سرپرستی
شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم
زیر نگرانی
دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

باب القرض

(قرض کا بیان)

باب القمار

(جوئے کا بیان)

کتاب الدعویٰ والتحکیم

باب الدعویٰ

(دعویٰ کا بیان)

باب التحکیم

(حَکَم مقرر کرنے کا بیان)

کتاب الھبة

(ہبہ کا بیان)

كتاب الضمان والوديعة

باب في الضمان

(ضمان کا بیان)

باب في الوديعة

(امانت کا بیان)

کتاب الرهن

(رہن کا بیان)

کتاب الصید والذبائح

باب الصید

(شکار کرنے کا بیان)

باب الذبائح

الفصل الأول في من يصح ذبحه ومن لايصح

(ذبح کرنے والے کا بیان)

الفصل الثاني في سنن الذبح وآدابه ومكروهاته

(ذبح کی سنتیں، آداب اور مکروہات کا بیان)

الفصل الثالث في مايصح ذبحه ومالايصح

(ذبح صحیح اور غیر صحیح کا بیان)

الفصل الرابع في مايصح أكله من اللحوم ومالا يصح

(حلال اور حرام گوشت کا بیان)

کتاب الأضحیة

باب من یجب علیه الأضحیة ومن لایجب

(قربانی کے وجوب وعدمِ وجوب کا بیان)

باب فیما یجوز من الأضحیة ومالایجوز

(قربانی کے لئے افضل اور جائز اور ناجائز جانور کا بیان)

باب مایکون عیبا في الأضحیة ومالایکون

(قربانی میں عیب کا بیان)

باب الشركة في الأضحية

(قربانی میں شرکت کا بیان)

باب في قسمة اللحم ومصرفه وبيعه

(قربانی کے گوشت کی تقسیم، مصرف اور بیع کا بیان)

باب في مصرف جلد الأضحية

(قربانی کی کھال کے مصرف کا بیان)

باب المتفرقات

كتاب العقيقة

(عقیقہ کا بیان)

کتاب الحظر والإباحة

باب الأكل والشرب

الفصل الأول في الأكل مع الكفار

(کفار کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

الفصل الثاني في سنن الأكل وآدابه

(کھانے کی سنتوں اور آداب کا بیان)

باب الضیافات والهدایا

الفصل الأول في ثبوت الدعوة وقبوله

(دعوت کے ثبوت اور قبول کرنے کا بیان)

الفصل الثاني في الهدايا

(ہدیہ دینے کا بیان)

باب الأشياء المحرمة وغيرها

الفصل الأول في المسكرات

(نشہ آور اشیاء کا بیان)

الفصل الثاني في الطيب

(خوشبو کا بیان)

الفصل الثالث في المأكولات وغيرها

(کھانے کی اشیاء وغیرہ کا بیان)

باب الانتفاع بالحيوانات

الفصل الأول في الطيور

(پرندوں کا بیان)

الفصل الثاني في المواشي

(مویشیوں کا بیان)

الفصل الثالث في الحيوانات المحرمة وأجزائها

(حرام جانوروں اور ان کے اجزاء کا بیان)

باب التداوي والمعالجة

الفصل الأول في مايتعلق بحمل المرأة وموانعه

(حمل، اسقاطِ حمل اور موانع حمل کا بیان)

الفصل الثاني في التداوي بالمحرم وغيره

(حرام وحلال سے دوا کرنے کا بیان)

باب المال الحرام ومصرفه

(مالِ حرام اور اس کے مصرف کا بیان)

باب الرشوة

(رشوت کا بیان)

باب المعاشرة والأخلاق

الفصل الأول في الكذب والنميمة والبهتان

(جھوٹ، چغلی اور بہتان کا بیان)

الفصل الثاني في الغيبة والحسد

(غیبت اور حسد کا بیان)

الفصل الثالث في نقض الوعد

(وعدہ خلافی کا بیان)

الفصل الرابع في ترك الموالات

(قطعِ تعلق کا بیان)

الفصل الخامس في إيذاء المسلم

(مسلمان کو اذیت پہنچانے کا بیان)

باب المعاصي والتوبة

(گناہ اور توبہ کا بیان)

باب أحكام الزوجين

(میاں بیوی کے حقوق کا بیان)

فصل في الجماع ومتعلقاته

(ہمبستری وغیرہ کا بیان)

باب حقوق الوالدين وغيرها

(والدین کے حقوق کا بیان)

باب السلام والقيام والمصافحة

الفصل الأول في السلام وإجابته

(سلام اور اس کے جواب کا بیان)

الفصل الثاني في المصافحة والمعانقة

(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)

الفصل الثالث في القيام والتقبيل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

باب الترضي والترحم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

باب الحجاب

الفصل الأول في ثبوت الستر ووجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

فصل في مايتعلق بصوت المرأة

(عورت کی آواز کا بیان)

الفصل الثاني فيمن يجب عنه الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے، ان کا بیان)

الفصل الثالث في الخلوة والاختلاط بالأجنبية ومسها

(اجنبی عورتوں سے تنہائی، میل جول اور مس کا بیان)

الفصل الرابع في النظر إلى العورة وإفشائها
(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

باب اللباس

الفصل الأول في القميص والسروال والإزار
(قمیص اور شلوار کا بیان)

الفصل الثاني في لبس البنطلون والصُدرة وغيرهما
(پینٹ، کوٹ وغیرہ کے استعمال کا بیان)

الفصل الثالث في العمامة والقلنسوة
(پگڑی اور ٹوپی کا بیان)

الفصل الرابع في لباس النساء
(عورتوں کے لباس کا بیان)

الفصل الخامس في الثياب المحرمة وغيرها

(ناجائز لباس کا بیان)

الفصل السادس في أشياء الزينة

(زیب وزینت کی اشیاء کا بیان)

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول في الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

الفصل الثاني فيما يتعلق بساعة الوقت

(گھڑی کے استعمال کا بیان)

الفصل الثالث في الحلية للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

باب خصال الفطرة

الفصل الأول في اللحية والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

الفصل الثاني في الشعر

(بالوں کا بیان)

الفصل الثالث في تقليم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

الفصل الرابع في الختان

(ختنہ کا بیان)

باب الصورة والملاهي

الفصل الأول في الصورة

(تصویر کا بیان)

الفصل الثاني في الملهي والتلفزيون

(سینما اور ٹی وی کا بیان)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

باب الموالات مع الكفار والفسقة

(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)

الفصل الأول في الشركة في أعياد الكفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

الفصل الثالث في إعانة الكفار بالمال

(مال سے کفار کی اعانت کرنے کا بیان)

باب مايتعلق بالجنّات

(جنّات کا بیان)

باب مایتعلق بالسحر والعوذة

الفصل الأول في السحر

(سحر کا بیان)

الفصل الثاني في العوذة

(تعویذ کا بیان)

الفصل الثالث في العمليات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

باب الأشتات

کتاب الفرائض

الفصل الأول في التركة وتصرف الميت فيها

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

الفصل الثاني في مايتعلق بدين الميت وأمانته

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

الفصل الثالث في وصية الميت وإقراره

(میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

الفصل الرابع في ذوي الفروض

(ذوی الفروض کا بیان)

الفصل السابع في التصرف في التركة

(ترکہ میں تصرف کا بیان)

الفصل الثامن في إرث المال الحرام

(مال حرام میں وراثت کا بیان)

باب المتفرقات

باب القرض

(قرض کا بیان)

قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنا

سوال [۱۱۰۲۶]: جلال پور فیض آباد میں اکثر وعموماً مالی حیثیت سے پسماندہ بنکر (پارچہ باف)(۱) لوگ بستے ہیں، مال فروخت کرنے میں ان کو دشواری یہ ہوتی ہے کہ یہاں کوئی ایسی آڑھت (۲) نہیں کہ جس کے ہاتھ نقد مال فروخت کرسکیں، اس لئے وہ مجبوراً کسی آڑھت پر ادھار مال فروخت کرتے ہیں۔

دوسری پریشانی یہ ہوتی ہے کہ انہیں نقد دام اگر نہیں ملتے، تو مال کی قیمت از سکہ رائج الوقت ملنا چاہیے، مگر مال کی جگہ سوت (۳) دیتے ہیں، بلکہ سوت ہی لینے پر مجبور کرتے ہیں۔

تیسری بات یہ کہ حسب مرضی ایک گٹھر دو گٹھر بازار کی قیمت سے بڑھا کر دیتے ہیں۔

چوتھی یہ کہ معاملے کے وقت مدت کا تعین نہیں ہوتا، خریدار کو اختیار ہوتا ہے اور اختیار اس کا خود وضعی ہوتا ہے، آڑھت والوں کا کہنا ہے کہ آمدنی کی کمی کی وجہ سے اپنے دو روپے سوت بڑھا کر دیتے ہیں، ٹال مٹول سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ کاریگروں ہی کے روپیہ سے ہیر پھیر (۴) کرکے گویا کمائی کرتا ہے، کاریگر بھی مذکورہ حالت کے پیش نظر ایک دو آنہ عام طور سے تیز دیتا ہے، لیکن یہ تیز وسست دینا تو معاملے کے وقت ہی کی بات ہے، دونوں کے اعذار میں سے کس کا عذر کہاں تک قابل قبول ہے؟ نیز مذکورہ صورت کے پیش نظر آڑھت والوں کی کمائی

---

(۱) ''پارچہ باف: کپڑا بننے والا، جولاہا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''آڑھت: دکان یا کوٹھی جہاں سوداگروں کا مال کمیشن لے کر بیچا جاتا ہے، دلالی دستوری ایجنسی، کمیشن''۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۷، فیروز سنز لاہور)

(۳) ''سوت: تاگا، دھاگا''۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۶۳، فیروز سنز لاہور)

(۴) ''پھیر پھار: ہیرا پھیری، الٹ پلٹ، پیچ، جال، فریب''۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۴۳، فیروز سنز لاہور)

مشتبہ تو نہیں؟ اور ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس کا دین واجب الادا ہو اور ادا کرنے کے لئے پاس موجود ہو، پھر ٹال مٹول کرنا اور نہ دینا ظلم ہے(۱)، نیز تقاضے کے وقت سخت بات کہنے پر مجبور کرنا بھی ظلم ہے۔

"[illegible]" [illegible] "(۲)

[illegible] (۳) [illegible]

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "مطل الغني ظلم، وإذا أتبع أحدكم على ملي فليتبع". (جامع الترمذي، كتاب البيوع، باب ما جاء في مطل الغني ظلم: [illegible]، سعيد)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصدقات، باب الحوالة، ص: ۱۷۳، قديمی)

(وسنن النسائي، كتاب البيوع، باب الحوالة: ۲/ ۲۳۳، قديمی)

(۲) (فتح الباري، كتاب الاستقراض، باب: لصاحب الحق مقال: ۵/ ۷۹، قديمی)

"ويذكر عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لي الواجد يحل عرضه وعقوبته" قال سفيان: عرضه يقول مطلتني، وعقوبته الحبس". (صحيح البخاري، كتاب الاستقراض، باب لصاحب الحق مقال: ۱/ ۳۲۳، قديمی)

(وسنن النسائي، كتاب البيوع، مطل الغني: ۲/ ۲۳۲، ۲۳۳، قديمی)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الصدقات، باب الحبس في الدين والملازمة، ص: ۱۷۵، قديمی)

(۳) "وجد دنانير مديونه وله عليه دراهم، له أن يأخذه لاتحادهما جنساً في الثمنية [illegible] قال الحموي في شرح الكنز نقلاً عن العلامة المقدسي عن جده الأشقر عن شرح القدوري للأخصب: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمنهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوق". (ردالمحتار، كتاب الحجر: ۶/ ۱۵۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحجر: ۴/ ۸۶، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب السرقة: ۷/ ۵۴۵۱، رشيديه)

ادائے قرض کے لئے میعاد مقرر کرنا

سوال [۱۱۱۲۹]: اس مسئلہ میں وضاحت فرمادیجئے کہ قرضہ کی میعاد مقرر کرنا وصول یابی کا جائز ہے؟ کیا قرضہ کا اور ادھار شئی کا وصول کرنا دونوں برابر ہیں؟ مجہول وغیرہ ہو تو کیا جائز ہے؟ جیسے کہ ہفتہ عشرہ میں دے دوں گا، ذرا اس کو تفصیل سے بیان کردیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرضہ کی میعاد وصول یابی کے لئے مقرر کرنے سے وہ میعاد لازم نہیں ہوتی ہے(۱)، بلکہ اس سے پہلے بھی مطالبہ کرنے کا حق رہتا ہے، شرعاً قرضہ تو یہ ہے کہ مثلاً دس روپیہ لے اور وعدہ کیا کہ پندرہ روز میں واپس کردوں گا(۲)، اگر کوئی چیز خریدی اور شرط کیا کہ اس کی قیمت پندرہ روز میں دے گا، تو میعاد سے پہلے قیمت

= لأن من كتبت عليه الموت يسقط في العذاب ثم يموت. وهذا تورية وتعريض، كما قال للملك لما سأله عن سارة: "هي أختي"". (أحكام القرآن للجصاص، الجزء الخامس عشر ۱/۲۲۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"الكذب مباح لإحياء حقه ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض، لأن عين الكذب حرام". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۷، سعيد)

(۱) "والسابع القرض) فلا يلزم تأجيله". (الدر المختار). "قوله: (فلا يلزم تأجيله) أي أنه يصح تأجيله مع كونه غير لازم، فللمقرض الرجوع عنه، لكن قال في الهداية: فإن تأجيله لا يصح، لأنه إعارة وصلة في الابتداء، حتى يصح بلفظة الإعارة". (رد المحتار، كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع والثمن قبل القبض والزيادة، مطلب في تأجيل الدين: ۵/۱۵۸، سعيد)

"قوله: (وتأجيل كل دين إلا القرض) أي صح، لأن الدين حقه فله أن يؤخره ... وإنما لا يؤجل القرض لكونه إعارة وصلة في الابتداء، حتى يصح بلفظ الإعارة ... فعلى اعتبار الابتداء لا يلزم التأجيل فيه كما في الإعارة، إذ لا جبر في التبرع ... ومرادهم من الصحة اللزوم، ومن عدم صحته في القرض عدم اللزوم". (البحر الرائق، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية: ۶/۲۰۲، رشيديه)

وفي التجريد: لو أقرض مؤجلاً أو شرط التأجيل بعد القرض فالأجل باطل والمال حال. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب التاسع عشر في القرض والاستقراض والاستصناع: ۳/۲۰۳، رشيديه)

(۲) "(هو) لغة: ما تعطيه لتتقاضاه، وشرعاً: ما تعطيه من مثلي لتتقاضاه". (الدرالمختار، كتاب البيوع،

دینے پر مجبور کرنے کا اختیار نہیں (۱)، یہ قیمت شرعاً دین ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۷/ ۸۵ھ۔

قرض کو بیوی کے رخصت نہ کرنے کی وجہ سے روکنا

سوال [۱۱۱۳۰]: زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا، بہت دن تک زید کے متعلقین اور ہندہ کے متعلقین کے درمیان تعلقات استوار رہے، پھر بعض وجوہ سے دونوں کے متعلقین کے درمیان کچھ شکر رنجی (۳) ہوگئی، اس اثناء میں یہ بات معلوم ہوئی کہ اب اگر ہندہ اپنے میکے میں گئی، تو میکے والے اس کو پھر رخصت نہ کریں گے، اس بات کے معلوم ہونے کے بعد بار بار ہندہ کے میکے والے آتے رہے، مگر زید کے متعلقین ہندہ کو رخصت کرنے پر تیار نہ ہوئے، بالآخر ہندہ کے میکے والوں کی طرف سے ایک آدمی نمائندہ بن کر آئے اور انہوں نے کہا

= فصل في القرض: ۱۶۱/۵، سعید)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع، فصل في القرض ۱۰۴/۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في قواعد الفقه، القاف، ص: ۴۲۷، الصدف پبلشرز)

(۱) "(ولزم تأجيل كل دين) إن قبل المديون" (الدرالمختار) "(قوله: ولزم تأجيل كل دين) الدين ما وجب في الذمة بعقد أو استهلاك" (ردالمحتار، كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع والثمن قبل القبض والزيادة: ۱۵۷/۵، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب المرابحة والتولية: ۲۰۲/۶، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب التولية ۴/ ۴۴۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "الدين بالفتح عبارة عن مال حكمي في الذمة ببيع أو استهلاك وغيرهما كذا في الأشباه" (قواعد الفقه، الدال، ص: ۲۹۶، الصدف پبلشرز)

"الدين ما وجب في الذمة بعقد أو استهلاك" (ردالمحتار، كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع والثمن الخ، مطلب: في تأجيل الدين: ۱۵۷/۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع الخ ۱۰۳/۳، دار المعرفة بيروت)

(۳) "شکر رنجی معمولی سی رنجش"۔ (فیروز اللغات، ص ۸۹۳، فیروز سنز لاہور)

[illegible]

دینا منظور کیا تھا، اس کا روک لینا یعنی اس کو نہ دینا جائز ہے یا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بظاہر تو یہ ضمانت ہے، لیکن یہ حقیقۃً ابراء عن الدین ہے، جس کو معلق بالشرط کیا گیا ہے، ابراء کو معلق بالشرط کرنا صحیح نہیں۔

"کما لا یصح تعلیق الإبراء عن الدین بشرط محض کقولہ لمدیونہ إذا جاء غد، أو إن مت بفتح التاء، فأنت بريء من الدین، أو إن مت من مرضك هذا، أو إن مت من مرضي هذا فأنت في حل من مهري، فهو باطل؛ لأنه مخاطرة وتعلیق اھ" درمختار (۱)

... پیہ بطور قرض پہلے سے واجب الاداء ہے، رخصت نہ کرانے کی وجہ سے اس کو روکنا جائز [illegible]

[illegible]

"قوله (والإبراء عن الدين) قال العيني: بأن قال: أبرأتك عن ديني على أن تخدمني شهراً، أو إن قدم فلان اھ. وقال بعضهم: صورة فساد الإبراء عن الدين بالشرط الفاسد، بأن قال لمديونه: أبرأت ذمتك عن ديني بشرط أن لي الخيار في رد الإبراء في أي وقت شئت. وصورة تعليقه بالشرط: بأن قال لمديونه أو كفيله: إذا أديت كذا أو متى أديت أو إن أديت إلى خمسمائة، فأنت بريء عن الباقي فهو باطل ولا يبرأ، وإن أدى إليه خمسمائة سواء، ذكر لفظ الصلح أو لم يذكر؛ لأنه صرح بالتعليق فيبطل به" (تبيين الحقائق، كتاب البيوع، باب المتفرقات: ۴/۳۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة، فصل: ۷/۵۰۳، ۵۰۴، رشيديه)

باب القمار

(جوئے کا بیان)

بلاتعین قیمت قسطوں پر سامان بیچنا

سوال [۱۱۱۳۲]: ہم نے اقساط پر گھڑیوں کی دکان کھولی ہے، جس میں سو افراد طے کئے ہیں اور ہر فرد روزمرہ دو روپیہ داخل کرے اور اس گھڑی کی قیمت ایک سو اسی روپے ہے، خواہ وہ اقساط سے خریدے یا ایک وقت قیمت دے کر خریدے اور ہم نے اس کی مدت تین ماہ مقرر کر رکھی ہے، جس میں ہم روز ضرور اس سے دو روپیہ وصول کرتے ہیں اور پندرہویں دن کے بعد قرعہ اندازی کرتے ہیں اور جس کا بھی نام نکلے گا، اس کو وہ گھڑی دی جاتی ہے اور اس شخص کے پیسے پھر نہیں لئے جاتے، اسی طرح پورے تین ماہ کے عرصہ میں پانچ مرتبہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے، پہلے قرعہ میں جو گھڑی ملے گی، وہ تیس روپے میں اور اخیر میں جو گھڑی نکلے گی، وہ ڈیڑھ سو روپے میں پڑتی ہے اور چھٹی مرتبہ جو قرعہ ہوگا، اس میں باقی افراد کو ایک سو اسی میں دی جاتی ہے، اس کے بارے میں شرعی مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صورت ایک قسم کا قمار (جوا) ہے (۱) اور گھڑی کی قیمت مجہول ہے، نہیں معلوم کس کی گھڑی کی قیمت

---

(۱) "لأن القمار من القمر الذي يزداد تارة، وينقص أخرى، وسمي القمار قماراً؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص" (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۳، سعيد)

"ثم عرفوه بأنه تعليق الملك على الخطر، والمال من الجانبين" (التعريفات الفقهية، حرف القاف، ص: ۴۳۴، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، المائدة: ۹۰: ۲/۴۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

کتنی ہوگی، اس لئے شرعاً یہ معاملہ درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۴/۱۳۹۹ھ۔

جانبین سے شرط لگانے کا حکم

سوال[۱۱۱۳۳]: ایک طالب علم نے دوسرے طالب علم سے فرمایا کہ میری بات سچی نکلی تو تم مجھے پیٹ بھر کر مٹھائی کھلانا اور تمہاری بات سچی نکلی تو میں پیٹ بھر کر مٹھائی کھلاؤں گا، اس طرح یہ شرط دونوں کے درمیان لگی، اتفاق سے ایک کی بات سچی نکلی تو کیا دوسرے صاحب پر پیٹ بھر مٹھائی کھلانا ضروری ہے؟

نوٹ: جن صاحب کی بات سچی نکلی ہے، ان صاحب کو پہلے یقین تھا کہ میری بات سچی نکلے گی، کیونکہ وہ ایک مرتبہ دیکھ چکا تھا، لیکن [illegible] ان صاحب پر مٹھائی واجب ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شرط معاملہ شرعاً درست نہیں، اور اس صورت میں مٹھائی کھلانا واجب نہیں، کذا فی ردالمحتار (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "يشترط أن يكون المبيع معلوماً عند المشتري، لأن بيع المجهول فاسد" (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۹۷، رقم المادة: ۲۰۰، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"يشترط أن يكون الثمن معلوماً، فلو جهل الثمن فسد البيع" (شرح المجلة لسليم رستم باز، ص: ۱۳۲، رقم المادة: ۲۳۸، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع: ۵۲۹/۴، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب البيع: ۴۵۶/۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب البيوع: ۲۸۰/۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "وحرم لو شرط فيه من الجانبين لأنه يصير قماراً بأن يقول: إن سبق فرسك فلك علي كذا، وإن سبق فرسي فلي عليك كذا" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۳/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة: ۳۲۴/۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲۱۲/۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

نہیں ہوگی، اس لئے مدعی ہوکر خرچ نہیں دیا، مگر چچا نے اپنے پاس سے خرچ کیا، تو ضابطہ میں چچا کو وہ زائد خرچہ بھتیجہ سے وصول کرنے کا حق نہیں۔

لیکن جب بھتیجہ کو جائیداد بھی مل رہی ہے اور وہ بذریعہ مقدمہ روپیہ خرچ کر کے حاصل کی گئی ہے، تو اس کو خود خیال چاہیے کہ اگر چچا مقدمہ نہ لڑتے تو سب جائیداد ہاتھ سے نکل جاتی، اگر وہ صرف اپنے حصہ کے بقدر جائیداد کے لئے مقدمہ کرتے تو ان کا حصہ ان کو مل جاتا اور بھتیجہ کا حصہ نہ ملتا، اس لئے اس کو چاہیے کہ اپنے حصے کے بعد خرچ شدہ روپیہ میں شریک ہوکر، یعنی اتنا روپیہ چچا کو دے دے اور چچا بھتیجہ کے حصہ کی جائیداد بھتیجہ کو دے دیں (۱)۔

اگرچہ یہ جائیداد میراث میں نہیں ملی، بلکہ بکر نے خود حاصل کی ہے، اس میں زید کا کچھ روپیہ خرچ نہیں ہوا، لیکن مقدمہ میں زید نے بطور چچا کی امداد کے روپیہ دیا ہے، پھر بعد میں نہیں دیا، تو ضابطہ میں اب چچا سے جائیداد کا حصہ مانگنے کا حق نہیں، لیکن بکر کو خود چاہیے کہ زید کے احسان واعانت کے عوض یا تو اس کو خرچ شدہ روپیہ دے دے یا کچھ جائیداد دے دے، یہ بات محض اخلاق کے طور پر ہے، قانون ضابطہ کے ماتحت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۳/۲۵ھ۔

قاضی کو ایک فریق پر اختیار حاصل نہ ہونا

سوال [۱۱۱۳۵]: کسی ایسے قضیہ میں کہ جس کے دو فریق ہونے کی وجہ سے ایک پر قاضی عدالت

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ (الرحمن: ۶۰)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحسن كما أحسن اللہ إلیک﴾ (القصص: ۷۷)

"﴿وأحسن﴾ إلى عباد اللہ عزوجل ﴿كما أحسن اللہ إلیک﴾ أي مثل إحسانه تعالى إلیک فيما أنعم به علیک، والتشبيه في مطلق الإحسان أو لأجل إحسانه سبحانه إلیک على أن الکاف للتعليل" (تفسیر روح المعاني، القصص ۷۷: ۲۰/۱۱۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، القصص: ۷۷: ۵۲۹/۳، دارالسلام رياض)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

کو اپنے فیصلہ منفذہ سے اختیار نفاذ حاصل ہو اور دوسرے فریق پر اختیار نفاذ حاصل نہ ہو، قاضی عدالت قضیہ مندرجہ بالا میں فیصلہ صادر فرمانے کے مجاز ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قاضی اگر شرعی قاضی ہے، تو ایک فریق پر حکم نافذ ہونے کی قدرت ہونا اور دوسرے فریق پر قدرت نہ ہونا یہ کیسے ہوگا، اس کو واضح کریں یا قاضی شرعی قاضی نہیں، جس کے پاس قوت منفذہ ہو، بلکہ ایک فریق نے اس کو قاضی بنایا ہے، دوسرے نے نہیں بنایا تو وہ شرعی قاضی کہاں ہوا، اس کو حکم کی صورت دی جاسکتی ہے، وہ بھی جب کہ فریقین متفق ہوں، ورنہ اس کی حیثیت حکم کی بھی نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مقدمہ کے خلاف اپیل کے لئے تین ماہ کی تحدید ہے؟

سوال [۴۲]: حضور مجھ پر دارالقضاء میں مقدمہ کیا گیا تھا، میں مقدمہ میں مدعا علیہ کی حیثیت سے تھا، قاضی شریعت صاحب نے مقدمہ کا فیصلہ بھی کردیا، فیصلہ کئے ہوئے قریب ایک سال کی مدت ہورہی ہے، میں نے اس فیصلہ کو شریعت کے جاننے والوں کو دکھایا، بہذا اس میں شرعی خامیاں موجود ہیں۔

---

(۱) "وأما في الاصطلاح فهو تولية الخصمين حاكماً يحكم بينهما" (البحر الرائق، كتاب الحوالة، باب التحكيم، ۷/۴۱، رشيديه)

"من حيث أن حكم هذا الحكم إنما ينفذ في حق الخصمين، ومن رضي بحكمه، ولا يتعدى إلى من لم يرض بحكمه، بخلاف القاضي المولى" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب أدب القاضي، الباب الرابع والعشرون في التحكيم: ۳/۳۹۷، رشيديه)

"فإن القاضي يقضي فيما لا يقضي المحكم، لاقتصار حكمه على من رضي بحكمه، وعموم ولاية القاضي" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب القضاء، باب التحكيم ۳/۲۰۲، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم، كتاب القضاء، الباب الرابع في المسائل المتعلقة بالتحكيم، ۲/۱۱۹۳، رقم المادة: ۱۸۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

اب میں امیر شریعت مدظلہ کے یہاں اپیل کرنا چاہتا ہوں، اسی دوران ایک مولوی نے مجھے کہا کہ امیر شریعت کے یہاں اپیل تین ماہ کے اندر کیا جا سکتا ہے، لیکن تمہارا فیصلہ کئے ہوئے ایک سال کی مدت گزر رہی ہے، اس لئے اب تمہاری اپیل بالکل نہیں لی جائے گی۔

حضور میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ کیا اپیل کرنے کی مدت صرف تین ہی مہینہ کے اندر ہے؟ کیا اب ہماری اپیل پر سماعت دوبارہ امیر شریعت مدظلہ کے آفس میں نہ ہوگی؟ اگر ہوگی، تو صاف لکھیں کہ اپیل شرعاً کر سکتے ہیں یا اگر شریعت نے منع کیا ہے، صرف تین ماہ کا ہی وقت دیا ہے، تو لکھیں۔

۱ قرآن میں کہاں ہے، کہ صرف تین ماہ کے اندر ہی اپیل کی جائے گی؟

۲ اس کے متعلق حدیث ہو تو بیان کریں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف تین ماہ ہی اپیل کا وقت دیا ہے؟

۳ ائمہ اربعہ نے کہاں لکھا ہے کہ صرف تین ماہ کے اندر ہی اپیل کی جائے گی؟

۴ یا پھر کہاں اجماع کیا گیا ہے کہ تین ماہ کے اندر ہی اپیل کی جائے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اپیل امیر شریعت مدظلہ کے یہاں ہی کرنا ہے، تو آپ مقدمہ اور فیصلہ کے کاغذات وہاں داخل کردیں، اگر وہاں سے یہ جواب ملے کہ اپیل صرف تین ماہ کے اندر ہی ممکن ہے، بعد میں نہیں تب اپنے مذکورہ سوالات ان سے ہی کریں اور جوابات مع دلائل لے کر قلب کو منور کریں، یہ طریقہ کہ مقدمہ کسی صاحب سے فیصل کرایا، اپیل کا ارادہ امیر شریعت مدظلہ کے یہاں کیا، یہ بات کس مولوی نے بتائی کہ وہاں اپیل تین ماہ کے بعد نہیں؟ اس کے دلائل کے لئے یہاں خط تحریر فرمادیا، یہ ہرگز مناسب نہیں، اس سے سکون میسر ہونا دشوار ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

دارالقضاء کا قیام، ایک قاضی کے ہوتے ہوئے دوسرے کا تقرر کرنا

سوال[۱۱۱۳۷]: خداتعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿فإن تنازعتم في شيء فردوه إلى الله

[illegible] (۱) میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ہر قسم کے خصومات کا فیصلہ کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق کریں، مگر بعض مخصوص مسائل مثلاً خیار بلوغ، حرمت مصاہرت وغیرہ ایسے ہیں جن کا فیصلہ کتاب وسنت کے مطابق قاضی شریعت کے کرنا شرط ہے، اس لئے ان مخصوص خصومات کا فیصلہ قاضی کے علاوہ کوئی دوسرا کرے گا تو وہ فیصلہ شرعاً معتبر اور نافذ نہ ہوگا۔

ہم جانتے ہیں کہ قاضی سے مراد مسلم جج ہے، لیکن ہندوستان میں حکومت کی قائم کردہ عدالتوں میں اول تو مسلم جج خال خال ہی ہوتے ہیں، [illegible] اس زمانہ میں مسلمان عموماً نہیں ملتے، اس لحاظ سے پبلک طور پر قاضی [illegible] دارالقضاء قائم کرنا نہ صرف یہ کہ ایک دینی خدمت ہے، بلکہ بسا اوقات ضروری بھی ہے، اس بنیاد پر سوال یہ ہے کہ دارالقضاء کا قیام اور قاضی کا تقرر کیسے عمل میں آئے گا، شرعاً کیا طریقہ ہوگا؟

مغلیہ دور میں مغل بادشاہوں کی طرف سے ہر قسم کے فیصل خصومات کے لئے قاضی شریعت مقرر ہوتے تھے، ہندوستان پر انگریزوں کے تسلط کے بعد محکمہ قضاء توڑ دیا گیا، پھر بھی مسلم جج عدالتوں میں ہوا کرتے تھے، آہستہ آہستہ عدالتوں میں مسلم جج کم ہوتے گئے، بالآخر آج سے پچاس سال قبل اس وقت کے چوٹی کے علماء کرام نے بالخصوص ان مقدمات کے فیصلے کے لئے جن کا فیصلہ شرعاً معتبر ہونے کے لئے قضاء قاضی شرط ہے، قیام دارالقضاء کی ضرورت شدت سے محسوس کی، مگر حالات کی مجبوری کے تحت پورے ہندوستان میں قاضی شریعت اور محکمہ قضاء قائم نہ کر سکے۔

تاہم اس صوبہ بہار میں محکمہ قضاء قائم کرنے کی تجویز پیدا ہوئی، اس کے لئے اس وقت اصحاب الرائے ملت اور علماء کرام نے متفقہ طور پر امارت شرعیہ بہار کی بنیاد رکھی، ضروری صفات کے ساتھ متصف ایک شخص کو اپنا امیر شریعت منتخب کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، جس پر امیر شریعت کو ادارہ امارت شرعیہ کا سربراہ تسلیم کیا، پھر منتخب امیر شریعت نے امارت شرعیہ کے مختلف شعبوں میں ایک شعبہ دارالقضاء اور اس کے سربراہ کو قاضی شریعت نامزد کیا، تو کیا قاضی کے تقرر میں پہلے سے عامہ میں سے کسی ایک کو امیر یا والی منتخب کرنا شرعاً ضروری تھا؟ یا والی یا امیر شخصی طور پر کسی کو قاضی مقرر کر سکتا ہے؟

آج سے ۱۵، ۲۰ سال قبل موجودہ امیر شریعت رابع نے دارالقضاء کی توسیع فرمائی، چنانچہ اس وقت

(۱) (النساء: ۵۹)

ماشاء اللہ بہار کے مختلف اضلاع میں ۱۵/ دارالقضاء موجود ہیں، موجودہ امیر شریعت نے ذیلی دارالقضاء کے لئے حسب ذیل چند باتیں ضروری قرار دیں

۱- ہونے والے قاضی کے لئے ٹریننگ۔

۲- قیام دارالقضاء کے موقع پر اطراف وجوار کے متعدد علماء ومعززین کا اجتماع۔

۳- اسی اجتماع میں سند قضاء دے کر قاضی کا اعلان کرنا۔

۴- تمام ذیلی دارالقضاء کے لئے مرکزی دارالقضاء کے تحت رہنا، تاکہ بوقت ضرورت فریقین میں سے کوئی بھی مرافعہ کر سکے۔

۵- ہر ایک قاضی کے لئے حدود دارالقضاء مقرر کرنا، تاکہ کسی امیر کا کوئی مدعی، مدعا علیہ دوسرے امیر کے پاس مدعی بن کر دعوی پیش نہ کر سکے۔

۶- ان تمام پابندیوں اور سند قضاء دینے کے باوجود اشد و بیشتر قاضی کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ وہ مقدمات اور خصومات کی ضروری کارروائی مکمل کر کے اپنی رپورٹ کے ساتھ مرکزی دارالقضاء کو بھیج دے، اس کا فیصلہ صرف مرکز کرے گا۔

ان تمام پابندیوں کے ساتھ اسی کٹیہار میں ایک دارالقضاء امارت شرعیہ بہار دس سال سے قائم ہے، تو کیا کسی بھی قیام دارالقضاء کے لئے علاوہ امیر یا والی ہونے کی یہ مذکورہ پابندی بھی شرعی لازم ہیں؟ کٹیہار بہار ایک ضلع ہے، یہاں سے بنگال کی سرحد ۲۰، ۲۵ میل پر واقع ہے، اسی کٹیہار میں ایک مدرسہ ۳۰ سال سے دار العلوم لطیفی ہے۔ اب تک مدرسہ میں دوسرے مدارس کی طرح صرف تعلیم اور افتاء کا کام ہوتا آیا ہے، باوجود ۸، ۱۰ سال سے یہاں دارالقضاء امارت شرعیہ بہار کی جملہ پابندیوں کے ساتھ قائم ہے۔

دارالعلوم لطیفی کے ناظم صاحب نے دارالقضاء امارت شرعیہ کے مقابل دوسرا دارالقضاء محکمہ شرعیہ کے نام سے قائم کیا ہے اور ایک مدرس کو محکمہ شرعیہ کا مدار قاضی نامزد کیا ہے، قاضی انہیں مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں، جن میں قضاء قاضی شرط ہے، ناظم صاحب نے ان کے لئے حدود اختیار کچھ مقرر نہیں کیا، اس لئے یہ بہار بنگال دونوں کے مقدمات لیتے ہیں، ناظم صاحب مدرسہ کے ناظم ہیں اور رائے عامہ کے ذریعہ منتخب امیر نہ والی۔ اندریں صورت

لئے دوسرا دارالقضاء قائم کرنا نہیں چاہئے کہ اس سے خلفشار بڑھتا ہے اور نزاعات رفع ہونے کے بجائے ترقی کرتے ہیں کہ ایک قاضی کے فیصلے سے ناخوشی ہوئی، تو دوسرے قاضی کے پاس اپیل کر دیا، جب فیصلہ شرعی قانون کے موافق ہوا تو اس کو ماننا لازم ہے(۱)، اگر تفریق کی گئی ہے تو وہ بھی شرعاً معتبر ہوگی اور حسب قواعد شرع نکاح ثانی کا اختیار ہوگا، امید ہے کہ تحریر بالا میں جملہ امور کا جواب واضح ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۱۱/ ۱۳۹۹ھ۔

ثبوت دین کے لئے مدعیٰ علیہ سے حلف لینا

سوال[۱۱۱۳۸]: ایک تاجر کے پینتالیس روپے دوسرے تاجر کے سرمایہ میں جس سے کہ اس کا لین دین تھا، خرد برد ہوگئے۔ دوئم اس کا روپے کی تعیین کے بارے میں تاجروں سے حق اٹھوانا یا قسم لینا چاہتا ہے، تاجروں کا اس کے علاوہ بھی کچھ روپیہ تاجر دوئم کے ذمہ ہے، مگر اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، ایسی صورت میں تاجروں کو اس جھگڑے والے روپے کے لئے قسم کھانا یا نامہ تحریر کرنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر تاجر دوئم مدعی ہے اور تاجروں سے روپیہ وصول کرنا چاہتا ہے اور تاجر اُن سے کہتے ہیں کہ روپیہ ضائع ہوگیا، تاجر دوئم اس کا یقین نہیں کرتا، بلکہ حلف لینا چاہتا ہے اور تاجر اپنے قول میں صادق ہے، اس کو قسم کھانا خواہ زبانی ہو، خواہ تحریری ہو، شرعاً درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "فإن حكم لزمهما، ولا يبطل حكمه بعزلهما، لصدوره عن ولاية شرعية" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۴۲۹/۵، سعيد)

"ولكن ليس لأحدهما أن يرجع عن الحكم بعد صدوره، لأنه صدر عن ولاية عليهما" (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۱۸۴۷: ۱۹۸/۲، مكتبه حنفيه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء، باب التحكيم: ۴۵/۷، رشيديه)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما مرفوعاً: لكن البينة على المدعي واليمين على من أنكر" هذا الحديث الشريف قاعدة شريفة من قواعد أحكام الشرع، فيه أنه لايقبل قول الإنسان فيما يدعيه بمجرد دعواه، بل يحتاج إلى بينة، أو تصديق المدعى عليه، فإن طلب يمين المدعى عليه فله ذلك" =

حررہ العبد محمود غفر لہ، دار العلوم دیوبند، ۸۵/۱۲/۱۸ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= (مرقاة المفاتيح، كتاب القضاء والإمارة: ٣٢٦/٧، رشيديه)

"قال عليه السلام: "ذبوا عن أعراضكم بأموالكم" وذكر الصدر الشهيد أن الاحتراز عن اليمين الصادقة واجب. ومراده ثابت بدليل جواز الحلف صادقاً" (البحر الرائق، كتاب الدعوى: ٣٤١/٧، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الدعوى: ٥٥٨/٥، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الدعوى: ٣٠٢/٣، دار المعرفة بيروت)

کتاب الھبۃ

(ہبہ کا بیان)

چھوٹی بچی کو زمین ہبہ کرکے اس کا قبضہ نہ دینا

سوال [۱۱۱۴۰]: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ مسماۃ روفن نے اپنی زمین اپنی سگی بہن کی لڑکی صمیدہ کو بیع نامہ رجسٹری کرایا بطور ہبہ، جس وقت صمیدہ پانچ سال کی تھی، روفن بیوہ ہے، اب صمیدہ بالغ ہے، تقریباً ۲۵ سال کی ہے، اس نے اپنی خالہ سے مطالبہ کیا کہ اب مجھے زمین پر قبضہ دو، روفن نے کہا ابھی نہیں دوں گی، جب میرا انتقال ہوجائے گا، پھر تم اس زمین کی مالک ہوگی، میں نے اسی نیت سے تم کو زمین دی تھی، اس پر صمیدہ نے وکیل سے مشورہ کرکے دوسرے شخص ''مطلوب'' کے ہاتھ اس زمین کو بیع کردیا اور اسی زمین کو صمیدہ کے باپ ''شفاعت'' نے صمیدہ کی اس حرکت سے ناراض ہوکر اپنی بیوی کے نام بیع کردیا بحیثیت ولی ہونے کے، کہ صمیدہ نے نابالغی میں اس زمین کو کہاں سے روپیہ لاکر خریدا، لہذا یہ زمین میری ہوئی، اس لئے بتایا جائے کہ اب یہ زمین کس کی ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بیع اور ہبہ دونوں الگ الگ ہیں(۱)، روفن نے اگر بطور ہبہ یہ زمین صمیدہ کے نام کی ہے اور قبضہ

---

(۱) "وشرعاً (مبادلة شيء مرغوب فيه بمثله) (على وجه) مفيد (مخصوص) أي بإيجاب أو تعاطٍ، فخرج التبرع من الجانبين والهبة بشرط العوض" (الدر المختار، كتاب البيوع: ۵۰۲/۴، ۵۰۳، سعيد)

"أما تعريفه فمبادلة المال بالمال بالتراضي، كذا في الكافي" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيوع وركنه وشرطه الخ: ۲/۳، رشيديه)

"وشرعاً (تمليك العين مجاناً) أي بلا عوض" (الدر المختار، كتاب الهبة: ۶۸۷/۵، سعيد)

"أما تفسيرها شرعاً فهي تمليك عين بلا عوض، كذا في الكنز" (الفتاوى العالمكيرية، =

مشترک مکان کو تقسیم کے بغیر ہبہ کرنا

سوال [۱۱۰۴۱]: ایک قطعہ کھاتہ میں ہے، ۲۷ سہم عبدالوہاب، بقیہ ۵ سہم حاجی عبدالرزاق کا حق وحصہ ہے اور ان لوگوں کے مابین مکان کی تقسیم نہیں ہوئی ہے اور تاحیات ان لوگوں کے مکان مشترک رہے، علاوہ ازیں ایک قطعہ مکان مملوکہ ومقبوضہ حاجی عبدالرزاق وحاجی صاحب کے تین لڑکے عبدالرب، عبدالحفیظ، عبدالمجید باحیات ہیں، ایک لڑکا عبدالعزیز حاجی صاحب کی حیات میں انتقال کرگیا، عبدالعزیز کے دو لڑکے ممتاز احمد وشبیر احمد ہیں، حاجی عبدالرزاق وعبدالوہاب کے ورثاء میں تقسیم مکان کے بارے میں نزاع پڑگئی۔

شبیر احمد ایک ہبہ نامہ کے ذریعہ دو مکانات میں سے ۱/۴ حصہ پر استحقاق ظاہر کررہا ہے، ہبہ نامہ مذکورہ کے اندر مکان مشترک نہیں کیا گیا، بلکہ کل مکان کا مالک حاجی عبدالرزاق کو ظاہر کیا گیا ہے اور جزء موہوبہ کو تحدید بھی کیا گیا ہے اور نہ حاجی صاحب نے ہی اپنی زندگی میں کوئی جزء الگ کرکے دیا ہے۔

صورت مسئولہ میں دریافت طلب بات یہ ہے کہ مشترک مکان میں سے بلاتقسیم کئے ہوئے ہبہ کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور کیا ورثاء شرعی کی ضروری ہے کہ مذکورہ ہبہ نامہ کی رو سے شبیر احمد دو مکانات میں سے ۱/۴ حصہ کرکے دے دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹی کوٹھری جو تقسیم ہوکر قابل انتفاع نہ رہے، اس کے جز کو بلاتقسیم بھی ہبہ کرنا درست ہے، بڑا مکان جو تقسیم ہونے کے بعد قابل انتفاع باقی رہتا ہے، اس جز کو بلاتقسیم کے ہبہ کرنا درست نہیں، غیر کی ملک کو ہبہ کرنا بھی بے محل ہے(۱)۔

---

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه". (شرح الحموي على الأشباه، كتاب الغصب: ۲/۴۴۴، إدارة القرآن كراچي)

وكذا في القواعد الكلية الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۲، مير محمد كتب خانه)

"(وتصح هبة مشاع لا يحتمل القسمة) أي ليس من شأنه أن يقسم بمعنى لا يبقى منتفعاً به بعد القسمة أصلاً كعبد ودابة، ولا يبقى منتفعاً به بعد القسمة من جنس الانتفاع الذي كان قبل القسمة كالبيت الصغير والحمام (ولا تصح هبة (ما) أي: مشاع (يحتملها) أي: القسمة على وجه ينتفع بعد القسمة كما قبلها كالأرض، والثوب، والدار، ونحو ذلك". (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الهبة: ۳٤۲/۲)(۱).

جب کہ واہب نے موہوب لہ کا فیصد جز موہوب پر نہیں کرایا اور تقسیم کرکے اپنی ملک سے ممتاز نہیں کیا تو یہ ہبہ قابل عمل نہیں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲ھ۔

اپنی جائیداد نواسے کے نام کرنا

سوال [۱۱۱۴۲]: زید کے نانا بکر نے زید کو بچپن میں گود لے لیا تھا اور اپنی اولاد کی طرح پرورش کی، اس لئے بکر کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے تمام جائیداد کا مالک زید کو ہی بنائیں، اس طرح وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی جائیداد زید کے نام ہبہ کر چکے تھے، لیکن بکر اپنی بعض غفلت کی بناء پر اس کو قانونی کارروائی میں نہ لاسکے اور انتقال فرماگئے، اس لئے قانونی طور پر ان کی صحرائی جائیداد ان کی بیوہ کے نام منتقل ہوگئی، اب بیوہ نے اس صحرائی جائیداد کا نصف زید کے نام بیع بذریعہ رجسٹری کردیا ہے، باقی نصف جائیداد کا بھی وہ زید کو ہی مالک بنانا چاہتی ہے، بکر کی بیوہ کی پانچ لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک اپنے والد کے انتقال کے بعد انتقال کرگئی اور ایک لڑکا جو اپنے والد کے انتقال سے پہلے ہی انتقال کرچکا ہے، کیا مجھ کو اپنے نواسے زید کے نئے

---

(۱) (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الهبة ۳/۴۹۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني فيما يجوز من الهبة الخ ۴/۳۷۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الهبة: ۷/۲۸۶، ۲۸۷، رشيديه)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

وارثوں کو ہبہ کرنا

سوال[۱۱۱۶۳]: زید نے اپنی زندگی میں جائیداد، دولڑکیوں اور تین لڑکوں کے درمیان اس طور پر تقسیم کی کہ سب سے عمدہ زمین دولڑکیوں کو دو دو حصائی بیگھہ دی اور یہ کہا کہ تم کو کم تو ضرور دی، مگر سب سے عمدہ زمین دی اور تین لڑکوں میں بقیہ زمین تقسیم کر دی، تینوں کو علیحدہ علیحدہ گیارہ، گیارہ بیگھہ زمین دی، زید نے لڑکوں سے کہہ دیا کہ اس سے زائد نہیں ملے گا، بقیہ زمین اپنے خرچ کے لئے رکھ لی، اخیر عمر میں لڑکوں کے حوالہ کی، باضابطہ قانونی رجسٹری نہیں کرایا، زبانی ہبہ انہوں نے کردیا، اس ہبہ کو شریعت مانتی ہے کہ نہیں؟ اب بہن وغیرہ زید کی موت کے بعد بھائیوں سے حصہ طلب کرتی ہیں، اب ان لوگوں کا حصہ کیسا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً:

والد اپنی صحت تندرستی کی حالت میں اپنی اولاد لڑکے اور لڑکی کو جو چیز دے دے، یعنی ہبہ کردے اور پنا قبضہ اٹھا کر اس کا قبضہ کرادے، وہ چیز اس کی ملک ہوجاتی ہے(۱)، چاہے زبانی ہبہ کیا ہو یا تحریر بھی لکھ دی ہو، وہ چیز ترکہ نہیں بنے گی اور دوسروں کو تقسیم کے مطالبہ کا حق نہیں ہوگا، کسی کو کم دے یا زیادہ دے، البتہ کسی وارث کو محروم کرنے یا نقصان پہنچانے کی اگر والد نے نیت کی ہو، تو اس سے والد کو گناہ ہوگا، اس لئے والد کو چاہیے کہ سب

= "ويلزم أن يكون الموهوب مال الواهب، فلو وهب واحد مال غيره بلا إذنه، لا تصح الهبة أي لا تنعقد، لاستحالة تمليك ماليس بمملوك للواهب" (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۸۵۷: ۱/۴۷۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۴/۳۷۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الهبة: ۳/۴۹۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "يملك الموهوب له الموهوب بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك، لا لصحة الهبة" (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الباب الثالث في أحكام الهبة: ۱/۴۷۳، رقم المادة: ۸۶۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"(وتتم) الهبة (بالقبض) الكامل". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۴/۳۷۴، رشيديه)

والدو نوں برابر ہیں(۱)۔ لڑکے اور لڑکی ہر دو کا حصہ برابر رکھے، ایسا نہ کرے کہ لڑکے کو لڑکی سے دوگنا حصہ دے، یہ حکم میراث کا ہے۔

"وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده سوى بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوى. ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز، وأثم" (درمختار: ۴/۵۱۳)(۲)

اگر مرض الموت میں دے تو وہ وصیت کے حکم میں ہے اور وصیت بحق وارث درست نہیں۔

"وكونه غير وارث وقت الموت" (درمختار مع هامش الشامي: ۵/۴۱۶)(۳)

---

(۱) "ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض، عن أبي حنيفة رحمه الله تعالى: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كانا سواء يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم يعطي الابنة مثل ما يعطي للابن، وعليه الفتوى، هكذا في فتاوى قاضي خان. وهو المختار، كذا في الظهيرية. رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء، ويكون آثماً فيما صنع، كذا في فتاوى قاضي خان". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ۴/۳۹۱، رشيديه)

"وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده فسوى بينهم يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوى. ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز وأثم فيها". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۶، سعيد)

وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الهبة: ۳/۳۹۹، ۴۰۰، دار المعرفة بيروت.

وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده، والهبة للصغير: ۳/۲۷۹، رشيديه)

(۲) (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۶، سعيد)

(۳) (الدرالمختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۴۹، سعيد)

"عن عمرو بن خارجة رضي الله تعالى عنه قال: خطب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم —

پس اگر والد نے تندرستی کی حالت میں مرض الموت سے پہلے دو لڑکیوں اور تین لڑکوں کو زمین طریقہ مذکورہ پر دی ہے اور ہر ایک کا قبضہ اس کے حصہ پر کرا دیا ہے، تو وہ ہبہ صحیح معتبر ہو گیا (۱)۔ اس میں وراثت جاری نہ ہوگی، جس کو محروم کیا ہے اس کو مطالبہ کا حق نہیں ہوگا۔ ہاں اگر والد کا مقصود لڑکیوں کو نقصان پہونچانا تھا، تو اس سے گنہ گار ہو (۲)۔ اگر زبانی ہبہ کیا ہے اور ہر ایک کو علیحدہ طریق پر قبضہ نہیں کرایا، تو وہ ہبہ تام نہ ہوا (۳)، اس میں وراثت جاری ہوگی۔

اور وراثت میں مسئلہ کا حصہ کی ہے، وہ یہ ہوگا، مثلاً اگر ورثاء صرف یہی دو لڑکی اور تین لڑکے ہوں، بیوی اور والدین کا پہلے انتقال ہو چکا ہے، تو مرحوم کا ترکہ جس میں وہ زمین بھی داخل ہے، جس پر ہبہ کے بعد قبضہ نہ کرایا، مرض الموت میں ہبہ کیا ہے، آٹھ حصے بنا کر دو دو حصے تینوں لڑکوں کو ملیں گے، ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا (۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۵ھ۔

زندگی میں اولاد کو جائیداد ہبہ کرنے کی ایک صورت کا حکم

سوال [illegible]: زید نے دو نکاح کئے، پہلی بیوی سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری بیوی

= فقال: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه، ولا وصية لوارث" الحديث (سنن النسائي، كتاب الهبة، باب إبطال الوصية للوارث: ۲/۱۳۱، قديمي)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، رقم المادة: ۸۷۹: ۱/۳۸۳، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(۱) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۶۳

(۲) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۶۳

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۶۳

(۴) قال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"قال رحمه الله تعالى: وعصبهن الابن وله مثل حظهما، معناه إذا اختلط البنون والبنات عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظهما" (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۵، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۹، سعيد)

۳ زید کے انتقال پر یہ وارث ہیں، پہلی بیوی سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں، دوسری بیوی کا ایک لڑکا ہے، ہر ایک کو کتنا حصہ ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس قدیم تحریر کے سمجھنے میں تامل ہے، وہ یہ کہ جس پرانے مکان کے متعلق پہلی بیوی کے لڑکوں کو دینے کی تحریر ہے، زید کا عمل اس کے انکار کرتا ہے، کیونکہ زندگی بھر اس مکان پر خود قابض و متصرف رہا اور کرایہ وصول کرتا رہا، حتی کہ اپنے لڑکوں کو جو حصہ دینے کی تحریر ہے، یا ان سے بھی کرایہ وصول کیا جیسا کہ دوسرے کرایہ داروں سے، اگر واقعۃً یہ تحریر زید ہی کی ہو اور اس نے ہبہ کر بھی دیا ہو، تب بھی موہوب لہ کا قبضہ و تصرف نہ ہونے کی وجہ سے ہبہ تام نہیں ہوا(۱)، پس یہ مکان زید کا ترکہ ہے۔

۲ جس مکان کے ہبہ کے بعد قبضہ بھی کرا دیا اور اپنا قبضہ ہٹا لیا، وہ ہبہ صحیح ہے(۲)۔

۳ زید کا کل ترکہ جس میں مکان، دکان، جائیداد، گھر کا سامان اور نقد سب شامل ہیں، بعد ادائے دین مہر وغیرہ ۸۰ حصے بنا کر ۱۰ حصے مذکورہ بیوہ کو ملیں گے(۳)، سات سات حصے چاروں لڑکیوں کو ملیں گے، چودہ چودہ حصے پہلی بیوی کے دونوں لڑکوں کو ملیں گے اور چودہ حصے دوسری بیوی کے لڑکے کو ملیں گے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۲/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "ولا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني فيما يجوز من الهبة الخ: ۴/۳۷۷، رشيديه)

"وتتم الهبة بالقبض الكامل". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۳/۲۸۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱

(۳) "(وللزوجة الربع) أي: للزوجة نصف ما للزوج فيكون لها الربع حيث لا ولد، ومع الولد أو ولد الابن وإن سفل الثمن". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۷۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(۴) قال الله تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ

سوال[۱۱۱۴۵]: زید کا انتقال ہوا، زید کی دو بیویاں تھیں، پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے، دوسری بیوی ہندہ جس سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں، ہندہ کے بڑے لڑکے نے خفیہ طور پر ایک کھیت اپنے چھوٹے بھائی کے نام مرتے وقت ہبہ کرالیا، تاکہ پہلی بیوی کا لڑکا محروم رہ جائے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس کھیت میں پہلی بیوی کا لڑکا وارث ہے یا نہیں؟ یہ لڑکا بھی زید کا ہی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرض الموت میں جو ہبہ کیا جائے، وہ وصیت کے حکم میں ہے، جو شخص شرعی وراثت کا مستحق ہو، اس کے حق میں وصیت معتبر نہیں، جب تک دیگر ورثاء اجازت نہ دیں(۱)، لہذا یہ وصیت معتبر نہیں، سب ترکہ کی طرح اس کھیت میں بھی سب لڑکے چاہے کسی بیوی سے ہوں برابر کے شریک ہیں، باپ اپنی زندگی اور صحت کی حالت میں اگر کسی لڑکے کو کچھ جائیداد جداگانہ دینا چاہے، تو دے سکتا ہے، بشرطیکہ دوسرے ورثاء کو نقصان پہونچانا مقصود نہ ہو، ورنہ گنہگار ہوگا، ایسی حالت میں سب کو برابر دے، حتی کہ لڑکی کو بھی لڑکے کے برابر دے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۷/۲/۲۹ھ۔

= "وإذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون للابن مثل حظ الأنثيين" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/۳۸۰، دارالكتب العلمية بيروت)

( ) "إذا وهب واحد في مرض موته شيئاً لأحد ورثته وبعد وفاته لم تجز سائر الورثة لاتصح تلك الهبة أصلاً" (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الفصل الثاني في هبة المريض، رقم المادة: ۸۷۹، ۱/۴۸۳، مكتبه حنفيه كوئته)

"(ولا لوارثه وقاتله مباشرة) (إلا بإجازة ورثته) لقوله عليه الصلاة والسلام "لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة". (الدرالمختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۵۵، ۶۵۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/۹۰، رشيديه)

(۲) "ولو وهب رجل شيئاً لأولاده في الصحة، وأراد تفضيل البعض على البعض عن أبي حنيفة =

ہبہ میں واپسی کی شرط

سوال [۱۱۱۴۶]: ذیل میں ایک مسئلہ درج کیا جاتا ہے، اس کا شرعی طور پر جواب دیجئے تو باعثِ شکر ہوگا۔
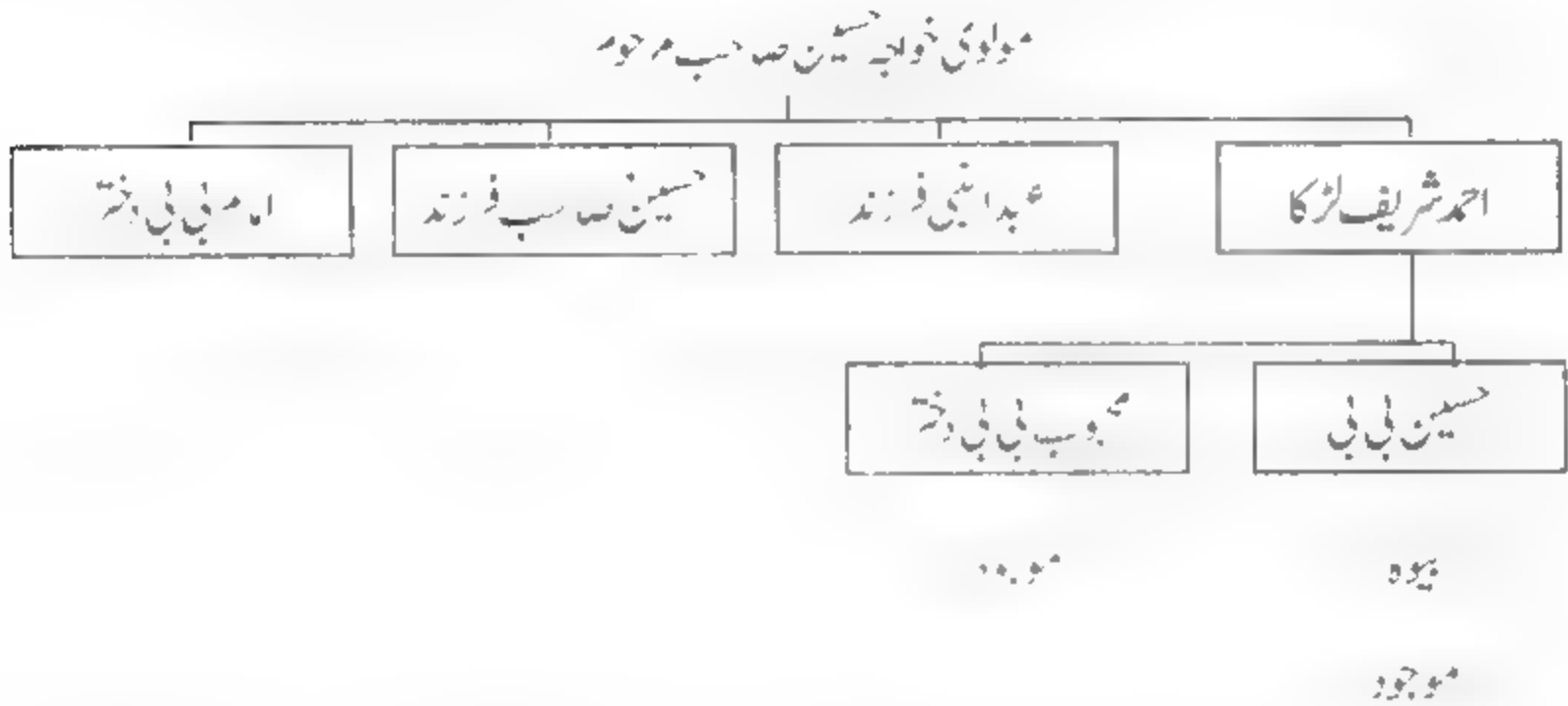
اس مسئلہ کے واقعات یہ ہیں کہ مولوی خواجہ حسین نے اپنے لڑکے احمد شریف کے انتقال کے بعد اپنی بیوی کے نام تیس ایکڑ زمین کردی، اس شرط پر کہ بہو تاحیات اس سے منتفع ہو اور بعد وفات اراضی واپس کردے، اب خواجہ حسین کا انتقال ہوگیا تو بہو ہبہ شدہ زمین اپنی لڑکی محبوب بی بی کے نام منتقل کرنا چاہتی ہے، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ خواجہ حسین کی پوتی محبوب بی بی وارث ہے یا نہیں؟ خواجہ حسین کا ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا۔

= رحمه الله تعالى: لا بأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين، وإن كانا سواء يكره، وروى المعلى عن أبي يوسف رحمه الله تعالى أنه لا بأس به إذا لم يقصد به الإضرار، وإن قصد به الإضرار سوى بينهم، يعطي الابنة مثل ما يعطي للابن، وعليه الفتوى. هكذا في فتاوى قاضي خان، وهو المختار. كذا في الظهيرية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس في الهبة للصغير: ۳۹۱/۴، رشيديه)

"وفي الخانية: لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة؛ لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصد فسوى بينهم، يعطي البنت كالابن عند الثاني، وعليه الفتوى". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۶۹۶/۵، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده والهبة للصغير: ۲۷۹/۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مولوی خواجہ حسین صاحب نے بیس ایکڑ زمین جو اپنی بہو (بڑے لڑکے احمد شریف مرحوم کی زوجہ) کے نام ہبہ کر کے ان کا پورا قبضہ کرا دیا تھا، یہ ہبہ شرعاً تام ہو گیا، بیوہ اس کی مالک ہو گئی (۱)، یہ شرط کہ بعد وفات زمین واپس کر دی جائے، شرعاً معتبر نہیں (۲)، ابھی تو بیوہ حیات ہے اور وہ خود مالک ہے، اس سے واپس لینے کا حق نہیں (۳)، وہ جس کو چاہے، دے سکتی ہے، کسی کو روکنے کا اختیار نہیں (۴)، بیوہ کی وفات کے بعد بھی کسی کو

---

(۱) "تملك الموهوب له بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك، لا لصحة الهبة" (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الباب الثاني في أحكام الهبة: [illegible]، رقم المادة: [illegible]، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"لا تجوز الهبة إلا مقبوضة، والمراد نفي الملك، لا نفي الجواز؛ لأن الجواز بدونه ثابت" (الهداية، كتاب الهبة: ۳/۲۸۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة: ۳/۴۹۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "قال في جامع الفصولين: إذا وهب وشرط فيها شرطاً فاسداً فالهبة جائزة، والشرط باطل" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثامن الخ: ۴/۳۹۶، رشيديه)

"وحكمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة، فهبة عبد على أن يعتقه تصح، ويبطل الشرط" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب المتفرقات: ۶/۳۱۲، رشيديه)

(۳) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" رواه البيهقي في شعب الإيمان" (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمی)

"ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه". (شرح الحموي، كتاب الغصب: ۲/۳۴۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في القواعد الكلية الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۶، مير محمد كتب خانه)

(۴) "وكل يتصرف في ملكه كيف شاء" (شرح المجلة لسليم رستم باز، الكتاب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران: ۱/۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"لا يمنع أحد من التصرف في ملكه أبداً، إلا إذا أضر بغيره ضرراً فاحشاً". (شرح المجلة =

ان کے ذمہ کوئی قرضہ ہو، تو اس کی ادائیگی مقدم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۸۷ھ۔

عمریٰ

سوال[۱۱۱۴۷]: ہندہ کے بطن سے زید کے تین بچے (دولڑکے ایک لڑکی پیدا ہوئی) اس کے بعد ہندہ کا انتقال ہوگیا، تو زید نے دوسری شادی کی، اس سے چار لڑکے ہوئے، زید نے دوسری بیوی کو کچھ زمین دی اور کہا کہ جب تک تم زندہ رہوگی، اس زمین سے کھاؤ گی اور بعد میں یہ زمین میری اولاد کی ہوجائے گی، اس کے بعد زید کا انتقال ہوا، پھر دوسری بیوی کا انتقال ہوا، تو اس زمین کی مستحق زید کی دونوں بیویوں کی اولاد ہوگی یا صرف دوسری بیوی کی اولاد؟ اول بیوی کی اولاد کو کوئی زمین نہیں دی جائے گی یا کوئی تیسرا اس زمین کا مستحق ہوگا؟ مدلل مفصل تحریر فرمائیں۔ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس زمین پر دوسری بیوی کا قبضہ کرادیا اور اپنا قبضہ اٹھالیا، تو وہ زمین اس دوسری بیوی کی ہوگئی (۲)،

---

(۱) "قال رحمه الله تعالى (يبدأ من تركة الميت بتجهيزه) (ثم بدينه) لقوله تعالى ﴿من بعد وصية توصون بها أو دين﴾ (النساء: ۱۲) ولأن الدين واجب ابتداء والوصية تبرع، والبداءة بالواجب أولى". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، ۳۶۶، رشيديه)

"يبدأ من تركة الميت الخالية عن تعلق حق الغير ( ) (بتجهيزه) (ثم) تقدم (ديونه التي لها مطالب من جهة العباد)" (الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، ۷۶۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول الخ: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) "يملك الموهوب له بالقبض، فالقبض شرط لثبوت الملك، لا لصحة الهبة" (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الباب الثالث في أحكام الهبة: ۱/۴۷۳، رقم المادة: ۸۶۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول، وتتم بالقبض الكامل" (شرح المجلة لسليم رستم باز، كتاب الهبة، الباب الأول، رقم المادة: ۸۳۷: ۱/۴۶۲، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الهبة: ۶۹۰/۵، سعيد) .... =

ان کے انتقال کے بعد ان کے وارث ہوتے ہیں، اگر ان کے وارث صرف چار لڑکے ہیں، تو وہ چاروں اس میں برابر کے حصہ دار ہوں گے(۱)، پہلی بیوی ہندہ سے جو تین بچے ہیں، ان کو اس میں حصہ نہیں ملے گا(۲)۔

"[illegible]

[illegible]

شرطه أيضاً، كما لو قال: وهبتك هذا العبد حياتك وحياته، أو أعمرتك [illegible]

هذه حياتك أو أعطيتها حياتك، أو وهبت هذا العبد حياتك فإذا مت فهولي،

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الهبة: ٧/٣٨٣، رشيديه)

(١) "والعصبة أربعة أصناف: عصبة بنفسه، وهو جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده الأقرب". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٨١، رشيديه)

"فالعصبة نوعان: عصبة بنفسه، وهو كل ذكر لا تدخل في نسبته إلى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت، وأصله، وجزء أبيه، وجزء جده، كذا في التبيين". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات: ٦/٤٥١، رشيديه)

"إذا اجتمع جماعة من العصبة في درجة واحدة، يقسم المال بينهم باعتبار أبدانهم، لكل واحد سهم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، باب العصبات: ٦/٤٥١، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض، فصل في العصبات: ٦/٧٧٣، ٧٧٤، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٨٢، رشيديه)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار، كتاب الفرائض، باب العصبات: ٤/٥١٣، مكتبه حقانيه كوئته)

(۲) ان بچوں میں چونکہ استحقاق ارث کے اسباب ثلاثہ نہیں پائے جاتے، اس وجہ سے محروم ہیں۔

"ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض: ٦/٤٤٧، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ٦/٧٦٢، سعيد)

(وكذا في الاختيار لتعليل المختار، كتاب الفرائض: ٢/٥٥٥، حقانيه پشاور)

"و إذا مت فهو لورثتي، هذا تمليك صحيح وشرط باطل" ... كتاب

الهبة: ۲۸۵/۷، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۲۰ھ۔

☆......☆......☆......☆

(۱) (البحر الرائق، كتاب الهبة: ۴۸۴/۷، رشيديه)

"جاز العمرى، للمعمر له، ولورثته بعده، لبطلان الشرط" (الدر المختار، كتاب الهبة

۷۰۷/۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الهبة، فصل في مسائل متفرقة ۳/۴۰۸،

دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۳۷۵/۴، رشيديه)

كتاب الضمان والوديعة

باب في الضمان

(ضمان کا بیان)

ہوٹل کے برتن اپنے کمرہ سے گم ہونے پر ضمان کا حکم

سوال [۱۱۱۴۸]: ہمارے ہوٹل سے ایک صاحب چائے لے گئے اور چائے کا دور چلنے کے بعد پیالیاں اور پرچیں کمرہ کے باہر رکھ دیئے، جسے کوئی شخص اٹھا لے گیا۔ کیا اس طرح غیر ذمہ دار جگہ پر رکھنے سے چائے پینے والوں پر ضمان لازم آئے گا یا نہیں؟ براہِ کرم جواب سے مطلع فرمائیں۔ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر چائے اپنے کمرہ پر ہوٹل سے کہیں الگ منگا کر پی اور پھر اپنے کمرہ کے باہر پیالیاں رکھ دیں، جو کہ غائب ہوگئیں تو ان صاحب پر ضمان لازم ہوگا۔ اگر ہوٹل میں ہی پی ہے اور ایسی جگہ رکھ دیں کہ ہوٹل کے ملازم نے اور اطلاع کر دے، پھر غائب ہوگئیں، تو ان پر ضمان لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۶/۹۵ھ۔

---

(۱) مذکورہ صورت بظاہر عاریت کی ہے اور عاریت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ خود بخود ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں، البتہ اگر عاریۃً لینے والا اس کو ضائع کر دے، تو اس پر ضمان لازم آئے گا۔

"(وتصح بأعرتك)، لأنه صريح (وأطعمتك أرضي) (ومنحتك) (و) داري لك (عمرى) (ولا تضمن بالهلاك من غير تعد)" (الدر المختار) "(قوله (بالهلاك) هذا إذا كانت مطلقة، فلو مقيدة كأن يعيره يوماً فلو لم يردها بعد مضيه، ضمن إذا هلكت، كما في شرح المجمع، وهو المختار، كما في العمادية". (ردالمحتار، كتاب العارية: ۶۷۸/۵، ۶۷۹ سعيد) .... =

بیمار لڑکی کی شادی کی، مرگئی تو ذمہ دار کون ہوگا؟

سوال[۱۱۱۴۹]: ۱ زید نے اپنی لڑکی کا مورخہ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء کو عمر کے ساتھ نکاح پڑھ دیا تھا، جو صرف تین مہینے ۱۸ دن زندہ رہ کر یکم اپریل ۱۹۷۸ء کو ٹی بی دواخانہ میں انتقال کر گئی۔

۲ زید کو یہ معلوم تھا کہ اس کی لڑکی ٹی بی کی مریضہ ہے، تیسرے درجہ میں بیمار ہے، یہ سب جانتے ہوئے شادی کرادی، اس بچی کے موت کا ذمہ دار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲ جب کہ اس لڑکی کو کسی نے قتل نہیں کیا، تو اس کی موت کا کوئی ذمہ دار نہیں، علاج کی کوشش کے باوجود نہیں بچی، تو کسی کا کیا قصور۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۷/۹۹ھ۔

چمڑے کے وزن کے دوران کان اور دم وغیرہ کو تولنے کا حکم

سوال[۱۱۱۵۰]: ایک شخص نے ۶۰ روپے فی من کے حساب سے چمڑا خرید، دستور یہ ہے کہ چمڑے میں کان اور دم اور گوشت جو کہ چمڑہ میں رہ جاتا ہے، وہ صاف کر کے جب تولا جاتا ہے، لیکن فروخت کرنے والے نے بغیر صاف کئے ہی تول شروع کردیا، خریدنے والے نے کہا بھی، کہ صاف کرا کر تولو، تو یہ جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں، دو کلو فی من اوپر تول دیں گے، حالانکہ ایک چمڑا میں سے آلائش اور دم کان وغیرہ سب چار کلو کے قریب نکلتے ہیں۔

اس اعتبار سے ایک من پر تقریباً ۱۲ کلو آلائش ہوئے، کیونکہ ایک من میں تین چمڑے چڑھتے ہیں، حالانکہ وہ بیچنے والا صرف دو کلو زائد تولتا ہے، خریدنے والے اس کاروبار سے ناواقف تھا، سوال یہ ہے کہ اس خسارہ کی ذمہ داری خریدنے والے پر آتی ہے یا فروخت کرنے والے پر؟

= "رجل استعار قلادة ذهب فقلدها صبيا فسرقت، فإن كان الصبي يضبط حفظ ما عليه لايضمن وإلا يضمن، كذا في محيط السرخسي" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب العارية، الباب الخامس في تضييع العارية الخ: ۴/۳۶۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب العارية: ۷/۴۷۸، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نقصان پہنچنے اور توڑنے والے سے وصول کیا جائے کہ اس نے نقصان پہنچایا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۱/ ۱۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۸/۸۶ھ۔

نابالغ نے ڈھیلا مار کر گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی، اس کے تاوان کا حکم

سوال[۱۱۱۵۱]: زید کے پاس ایک گھوڑی تھی، جس پر سوار ہوکر نماز جمعہ پڑھانے جا رہا تھا، ایک روز وہ گھوڑی بکر کے دروازے پر چلی گئی، بکر موجود نہیں تھا، اس کا نابالغ لڑکا کھیل رہا تھا، اس نے ایک ڈھیلا مار دیا، جو اس کی آنکھ پر جا لگا اور آنکھ پھوٹ گئی۔ زید کہتا ہے کہ ہم کو تاوان دے۔ بکر کہتا ہے کہ طفل صغیر نے مار دیا ہے، تاوان کیوں دوں، میرا کوئی اشارہ بھی نہیں تھا اور نہ ہی موجود تھا، پھر کس طرح ہم پر تاوان عائد ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نابالغ لڑکے نے ڈھیلا مار کر گھوڑی کی آنکھ پھوڑ دی ہے تو بھی اس کا ضمان لازم ہوگا، ضمان کی مقدار گھوڑی کی چوتھائی قیمت ہے۔

"الصبي المحجور مواخذ بأفعاله فيضمن ما أتلفه من المال للحال" (درمختار مع هامش الشامي، كتاب الحجر)، وضمن في فق عين ..... حمار وبغل وفرس ربع القيمة: ۹۲/۵(۲) (درمختار مع

---

(۱) "إذا اجتمع المباشر والمتسبب أضيف الحكم إلى المباشر، قوله "إذا اجتمع المباشر والمتسبب الخ، حد المباشر أن يحصل التلف بفعله من غير أن يتخلل بين فعله، والتلف فعل مختار" (شرح الحموي على الأشباه، القاعدة التاسعة عشر: ۱/۳۰۳، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الإجارة، مسائل شتى: ۶/۸۸، سعيد)

(وكذا في القواعد الفقهية، ص ۱۰۷، رقم القاعدة ۳۰۰، مير محمد كتب خانه كراچى)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحجر: ۶/۱۳۶، سعيد)

شامی ۵/ ۳۹۱)(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲۰ھ۔

سامان کی حفاظت کی ذمہ داری لے کر بے احتیاطی کرنا

سوال[۱۱۱۵۲]: فریق نمبر ا کا ایک جگہ سامان رکھا ہوا تھا، فریق نمبر ۲ نے اس سے آکر دریافت کیا کہ تمہارا سامان کہاں رکھا ہے، میں بھی وہیں آکر اپنا سامان رکھ دوں، فریق نمبر ا نے بتایا، فریق نمبر ۲ نے اپنا سامان بھی وہیں رکھ دیا اور فریق نمبر ا کو اپنا سامان دکھا دیا، پھر اس سے اجازت چاہی کہ میں کھانا کھانے جارہا ہوں، تم اپنے سامان کے ساتھ میرے سامان کی بھی حفاظت کرنا، کہیں چھوڑ کر مت جانا، فریق نمبر ا نے اجازت دے دی کہ جاؤ ہم سامان دیکھتے رہیں گے، اس کے بعد فریق نمبر ۲ چلا گیا، آکر دیکھا کہ فریق نمبر ا سامان سے کچھ فاصلہ پر بیٹھا ہوا ہے، کہ جہاں سے سامان نظر نہیں آتا تھا، پھر سامان کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فریق نمبر ۲ کا سامان غائب ہے اور فریق نمبر ا کا سامان موجود ہے۔ اس صورت میں کیا حکم شرعی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ اپنے سامان کی طرح فریق نمبر ا نے باوجود وعدہ کرنے اور ذمہ داری لینے کے حفاظت نہیں کی

(وكذا في درر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الحجر: ۲/ ۲۷۴، مير محمد كتب خانه كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر: ۸/ ۱۴۳، رشيديه)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الديات، باب جناية البهيمة: ۶/ ۶۱۰، سعيد)

"في عين بدنة الجزار، والحمار، والفرس ربع القيمة" (البحر الرائق، كتاب الديات، باب جناية البهيمة: ۹/ ۱۳۹، رشيديه)

"وضمن (في عين بقر جزار وجزوره) أي إبله (والحمار، والبغل، والفرس ربع القيمة)" (درر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الديات، باب جناية البهيمة: ۲/ ۱۰۲، مير محمد كتب خانه كراچي)

اورسامان ضائع ہوگیا، توضمان لازم ہوگا(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱۰/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

دھوبی نے کپڑا گم کردیا

سوال[۱۱۵۳]: دھوبی کو کپڑا دھونے کے لئے دیا، اس نے گم کردیا اس پر تاوان ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کی کیا کیا صورتیں ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دھوبی کی بے پرواہی سے کپڑا گم ہوگیا تو اس کا ضمان لینا درست ہے، لیکن اگر دھوبی بے اختیار تھا، مثلاً ایک دم پانی زیادہ آگیا اور کوشش کے باوجود وہ حفاظت نہ کرسکا، تو اس پر ضمان نہیں (۲)۔فقط واللہ

---

(۱) "ولو قال المودع: وضعت الوديعة بين يدي، فقمت، ونسيتها، فضاعت ضمن، وبه يفتى" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الرابع فيما يكون تضييعا للوديعة: ۳۴۲/۴، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، فصل فيما يضمن المودع: ۳۷۷/۳، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الفصل الثاني فيما يكون إضاعة: ۲۰۱/۶، رشيديه)

(۲) "ولا يضمن ما هلك في يده، وإن شرط عليه الضمان، وبه يفتى، كما في عامة المعتبرات، وبه جزم أصحاب المتون، فكان هو المذهب. وأفتى المتأخرون بالصلح على نصف القيمة. ويضمن ما هلك بعمله كتخريق الثوب من دقه.

(قوله: ولا يضمن) اعلم أن الهلاك إما بفعل الأجير أولا، والأول إما بالتعدي أولا، والثاني إما أن يمكن الاحتراز عنه أولا، ففي الأول بقسميه يضمن اتفاقاً. وفي ثاني الثاني لا يضمن اتفاقا. وفي أوله لا يضمن عند الإمام مطلقاً، ويضمن عندهما مطلقاً" (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير: ۶۵/۶، سعيد)

"والمتاع في يده غير مضمون بالهلاك سواء هلك بسبب يمكن التحرز عنه كالسرقة و بما لا يمكن كالحريق الغالب، وهذا عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وهو القياس. وقالا: يضمن إلا إذا هلك بأمر لا يمكن التحرز عنه. وبقولهما يفتى اليوم لتغير أحوال الناس، وبه تحصل صيانة أموالهم" —

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

(تبیین الحقائق، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر: ۶/۱۳۴-۱۳۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

"المأجور أمانة في ید المستأجر ... لایلزم الضمان إذا تلف المأجور في ید المستأجر مالم یکن بتقصیره أو تعدیه أو مخالفته لمأذونیته" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، کتاب الإجارة، الفصل الثاني في ضمان الأجیر: ۲/۷۰۳، رقم المادة: ۶۰۰، ۶۰۱، رشیدیه)

(وکذا في الهدایه، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر: ۳/۳۱۰، ۳۱۱، رحمانیه لاهور)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، کتاب الإجارة، الجنس الثاني في القصار: ۳/۱۳۲، امجد اکیدمی لاهور)

باب في الوديعة

(امانت کا بیان)

بچوں کی امانت خود ان پر صرف کرنا

سوال[۱۱۱۵۴]: نابالغ بچوں بچیوں کا جو مال ہے، اس میں تایا و چچا شرعاً تصرف کرسکتے ہیں بحیثیت ولی؟ نیز نابالغ بچوں بچیوں کی جو امانت دادا یا تایا، چچا کے پاس ہو اور بعد از بلوغ مطالبہ پر وہ یہ کہیں کہ وہ امانت ہم نے تمہاری ہی ضروریات پر خرچ کردی ہے، تو اس جواب سے یہ لوگ بری الذمہ ہو جاتے ہیں یا پھر امانت واجب الاداء ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان بچوں کی ضروریات، طعام، لباس، تعلیم وغیرہ میں وہ مال خرچ کیا جاسکتا ہے، اسی طرح جو اُن کی امانت ہے، اس کو بھی خرچ کیا جاسکتا ہے اور اس پر کوئی چیز نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۰ھ۔

بالغ ہونے پر بچوں کی امانت، ان کی شادی میں خرچ کرنا

سوال[۱۱۱۵۵]: یتیم پوتے، پوتیوں یا بھتیجے بھتیجیوں کی شادی کرانا بھی دادا یا تایا و چچا کے ذمہ

---

(۱) "وإن كان للصغير عقار أو أردية أو ثياب، واحتيج إلى ذلك للنفقة، كان للأب أن يبيع ذلك كله، وينفق عليه كذا في الذخيرة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع عشر في النفقات، الفصل الرابع في نفقة الأولاد: ۱/۵۶۲، رشيديه)

وقيد بالفقير، لأن الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله. (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۴۱، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۶۱۲، سعيد)

ہے، بعد از بلوغ دادایا تایا وچچانے اپنی یتیم پوتیوں وبھتیجوں کی شادی میں انہیں یتیم بچوں کا مال خرچ کیا ہے، بعد میں مطالبہ پر اس خرچ کا حوالہ دے دیا، جب کہ اس خرچ کے وقت ان یتیم بچوں کی اجازت بھی نہیں لی گئی تھی، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بالغ ہونے پر ان کا مال بغیر ان کی اجازت شادی وغیرہ میں جو خرچ کرے، وہ تایا وچچا پر (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۴۰۰ھ۔

لاوارث غیر مسلم کی امانت کا حکم

سوال[۱۱۱۵۶]: زید کے پاس ایک غیر مسلم کی امانت رکھی تھی، غیر مسلم کا کوئی وارث بھی

---

(۱) یتیم بچہ جب عاقل بالغ ہو جائے، تو شرعاً اُن کا مال ان کے حوالہ کر دینا چاہئے، اس کے بعد ان کے مال میں کسی دوسرے کو ان کی اجازت کے بغیر تصرف کا حق حاصل نہیں۔

قال الله تعالى: ﴿وابتلوا اليتامى حتى إذا بلغوا النكاح فإن آنستم منهم رشداً فادفعوا إليهم أموالهم﴾ (النساء: ٦)

"﴿فإن آنستم﴾ أي أبصرتم ﴿منهم رشداً﴾ أي اهتداء إلى ضبط الأموال وحسن التصرف فيها، وقيل: صلاحاً في دينهم، وحفظاً لأموالهم ﴿فادفعوا إليهم أموالهم﴾ أي من غير تأخير عن حد البلوغ كما تدل عليه الفاء". (روح المعاني، النساء: ۶، ۴/۲۰۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، النساء: ۶: ۱/۲۰۰-۲۰۲، دار السلام رياض)

"عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

"ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه". (شرح الحموي على الأشباه، كتاب الغصب: ۲/۴۴۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في القواعد الفقهية الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۲، مير محمد كتب خانه)

نہیں، اب اس امانت کا مصرف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب امانت رکھنے والا مر گیا، کوئی وارث بھی نہیں، تو اس امانت کی رقم کو غریبوں پر صدقہ کر دیا جائے (۱)، دینی مدرسہ کے طالب علم بھی اس کا مصرف ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

---

(۱) "للمودع صرف وديعة مات ربها ولا وارث لنفسه أو غيره من المصارف". (الدرالمختار) "إذا كان عنده وديعة فمات المودع بلا وارث، له أن يصرف الوديعة إلى نفسه في زماننا هذا؛ لأنه لو أعطاها لبيت المال لضاع؛ لأنهم لايصرفون مصارفه، فإذا كان من أهله صرفه إلى نفسه، وإن لم يكن من المصارف صرفه إلى المصرف". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب العشر، مطلب هل يجب العشر على المزارعين الخ: ۲/۳۳۷، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثاني في المصرف: ۶/۸۸، ۸۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب العشر: ۱/۴۲۲، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "قلت: ورأيته في جامع الفتاوى ونصه: وفي المبسوط: لايجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً إلا إلى طالب العلم والغازي ومنقطع الحج؛ لقوله عليه السلام: "يجوز دفع الزكاة لطالب العلم وإن كان له نفقة أربعين سنة" ... قلت: وهو كذلك، والأوجه تقييده بالفقير". (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۴۰، سعيد)

"قوله: (ومنقطع الغزاة) وهو المراد بقوله تعالى: ﴿وفي سبيل الله﴾ ... وقيل: طلبة العلم، واقتصر عليه في الفتاوى الظهيرية، وفسره في البدائع بجميع القرب، فيدخل فيه كل من سعى في طاعة الله تعالى وسبيل الخيرات إذا كان محتاجاً". (البحرالرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۲۲، رشيديه)

(وكذا في النهرالفائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۱/۴۶۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الزكاة، باب في بيان أحكام المصرف: ۱/۳۲۸-۳۲۹، دارالكتب العلمية بيروت)

شئ مستعار کا عوض ادا کر چکنے کے بعد وہ ملی تو کیا حکم ہے؟

سوال[۱۱۱۵۷]: شئ مستعار اگر باوجود پوری حفاظت کے غائب ہوگئی، غائب ہوجانے کی وجہ سے غائب شدہ چیز کا عوض دے دیا گیا، لیکن عوض دینے کے بعد اصل چیز دستیاب ہوگئی، اب اصل چیز کو دے کر عوض واپس لینا چاہے، کیا شرعاً ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہی ہے کہ عوض لے کر وہ چیز واپس دے دی جائے (۱)، اگر اس پر سمجھوتہ نہ ہو سکے، تو عوض کے مقابلہ میں شئ مستعار پر مستعیر کی ملک ہوجائے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۴/۱۱/۲۹ھ۔

---

(۱) عاریت کا حکم امانت کا ہوتا ہے اور امانت میں وہ چیز جو امانت رکھی گئی ہے اس کا واپس کرنا ضروری ہوتا ہے۔

"وحكمها كونها أمانة". (البحر الرائق، كتاب العارية: ۴۷۶/۷، رشيديه)

"والعارية أمانة إن هلكت من غير تعد لم يضمنها" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب العارية، الباب الثاني: ۳۶۳/۴، رشيديه)

قال الله تعالى: ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ (النساء: ۵۸)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أد الأمانة إلى من ائتمنك، ولا تخن من خانك" (سنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في الرجل يأخذ حقه ۱۴۲/۲، إمداديه ملتان)

(وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۳۰۸: ۲۲۶/۱، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز مكه)

(۲) اس صورت میں گویا کہ معیر نے مستعیر کو وہ چیز بیچ دی، بلکہ معیر بائع اور مستعیر مشتری ہوگا اور بیع میں مبیع پر مشتری کی ملک ثابت ہوجاتی ہے۔

"وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري، وفي الثمن للبائع، إذا كان البيع باتاً"

(حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع: ۴/۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع الخ: ۳/۲، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة: ۵۰۴/۴، سعيد)

عیدگاہ کا روپیہ کاروبار میں لگانا

سوال[۱۱۱۵۸]: زاہد علی نے چار ہزار روپیہ عیدگاہ کے لئے چندہ کیا تھا، جتنی بھی روپیہ ان کے پاس تھی کہ انہوں نے اس کو کاروبار میں لگادیا، عیدگاہ کا کچھ کام شروع ہوا تھا، کچھ بند ہوا کچھ ہوا، اب لوگوں نے ان کو کہا کہ تم حساب دو، مگر انہوں نے حساب نہیں دیا، ایسی صورت میں اب شرعاً کیا حکم ہے؟ کہ ان کا بائیکاٹ کرنا کیسا ہے، اگر ان کے پاس فوری طور پر روپیہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عیدگاہ کے لئے جو روپیہ بطور چندہ جمع کر کے ایک شخص کے حوالہ کیا گیا تھا، وہ روپیہ امانت تھا اور وہ شخص امین تھا(۱)، اس کو وہ روپیہ کاروبار میں لگانا جائز نہیں تھا، یہ خیانت ہے، ایسا کرنے سے وہ شخص خائن ہوا، اس کے ذمہ وہ روپیہ اور اس کا حساب دینا ضروری ہے(۲)، اگر ترک تعلقات (مقاطعہ/بائیکاٹ) کرنے سے وصول کر سکتے ہوں تو اس کی اجازت ہے(۳)، لیکن اگر وہ غریب ہے، یکدم سب روپیہ نہیں دے سکتا، تو حسب

---

(۱) "أما تفسيرها شرعاً فالإيداع هو تسليط الغير على حفظ ماله، والوديعة ما تترك عند الأمين. كذا في الكنز". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول في تفسير الإيداع والوديعة وركنها وشرائطها وحكمها: ۳۳۸/۴، رشيديه)

"(هو) لغة من الودع أي الترك، وشرعاً (تسليط الغير على حفظ ماله صريحاً أو دلالة) (والوديعة: ما يترك عند الأمين)". (الدرالمختار، كتاب الإيداع: ۶۶۲/۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوديعة: ۴۶۳/۷، رشيديه)

(۲) "وأما حكمها فوجوب الحفظ على المودع وصيرورة المال أمانة في يده، ووجوب أدائه عند طلب مالكه، كذا في الشمني". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول في تفسير الإيداع الخ: ۳۳۸/۴، رشيديه)

"وهي أمانة هذا حكمها مع وجوب الحفظ والأداء عند الطلب". (الدر المختار، كتاب الإيداع: ۶۶۳/۵، ۶۶۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوديعة: ۴۶۵/۷، رشيديه)

(۳) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم

کتاب الرہن

(رہن کا بیان)

صاف لفظوں میں امانت کہنا اور معاملہ گروی کا کرنا

سوال[۱۱۱۵۹]: ایک شخص مسمی حسن بھائی فضل بھائی نے اپنی حیات میں چند مکانات مسمی عبدالرسول محمد عمر کے پاس رکھے اور کہا کہ یہ مکانات تمہارے پاس امانت رکھتا ہوں اور عبدالرسول کا قرضہ حسن بھائی کے ذمہ تھا، ولی حسن بھائی کے ذمہ تھا، اول حسن بھائی نے انتقال کیا، اس وقت ان کے حقیقی بھائی تیمن بھائی کا لڑکا عمر بھائی اور بیوی عظیمہ کو چھوڑے۔ بعد میں عظیمہ بوا نے انتقال کیا، انہوں نے ایک بہن بی اماں عمر بھائی مذکور الصدر اور دو علاتی بہن کی لڑکیاں بنت الاخت لاب عابدہ، زاہدہ چھوڑدیں۔ بعد میں عابدہ نے انتقال کیا، اس نے ایک لڑکا غلام نبی اور دو لڑکیاں مسماۃ سلطان بوا اور مریم چھوڑے۔ بعد میں زاہدہ نے انتقال کیا، اس نے بھی ایک لڑکا محمد صدیق اور دو لڑکیاں مریم اور غفور بو چھوڑے۔ بعد میں سلطان بو بنت عابدہ نے انتقال کیا، ایک بھائی غلام نبی اور بہن مریم چھوڑے۔

بعد میں غلام نبی نے انتقال کیا، بہن مریم چھوڑے۔ مریم نے انتقال کیا، دو لڑکے غلام رسول اور افضل بھائی چھوڑے۔ بعد میں غلام رسول نے انتقال کیا، ایک بیوی سلطان بو اور دو لڑکے علی میاں اور نبی میاں چھوڑے۔ مریم کے دوسرے لڑکے افضل بھائی نے انتقال کیا، بیوی عائشہ اور چار لڑکے حسن اور عبدالقادر، عبدالرحمن، فضل اور ایک لڑکی مریم چھوڑے۔

زاہدہ جو میت ثانی عظیمہ بوا کی بنت الاخت تھی نے انتقال کیا، ایک لڑکا محمد صدیق اور دو لڑکیاں مریم اور غفور بو چھوڑے۔ مریم نے انتقال کیا، ایک لڑکی حلیمہ بوا اور دو لڑکے فضل بھائی اور رحیم بھائی چھوڑے۔ بعد میں فضل بھائی نے انتقال کیا، بیوی زینب اور لڑکا محمد حسین اور عبدالرحمن چھوڑے۔ محمد صدیق نے انتقال کیا، اس

۴...... اپنے مورث کا دیا ہوا قرض وصول کرنا چاہیے [illegible]
نابالغ، دیوانہ اور عقل مند بالغ سب کا یہی حکم ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، [illegible] ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

زمین رہن رکھ کر معاوضہ وصول کرنا

سوال [۱۱۱۶۰]: ۱...... روپیہ قرض دے کر زمین میں رہن رکھ کر استفادہ کرنا اور لگان گورنمنٹ کو خود ادا کرتے رہنا، یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲...... بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر [illegible]
۵، ۱۰ من کے بدلہ لکھ دیتے ہیں، خواہ زمین میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو، یہ کیسا ہے؟

۳۔ بعض لوگ رہن رکھ کر [illegible] حاصل کرنے کی مدت [illegible] کاٹ دیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ صورت جائز نہیں (۲)۔

= (وكذا في القواعد الكلية، الملحقة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۶، مير محمد كتب خانه)

(۱) "لا يبطل الرهن بموت الراهن ولا بموت المرتهن، ولا بموتهما، ويبقى الرهن رهناً عند الورثة". (الدرالمختار، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن الخ: ۲/۵۲۰، سعيد)

"وأما حكمه فملك العين المرهونة في حق الحبس، حتى يكون أحق بإمساكه إلى وقت إيفاء الدين". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرهن، الفصل الأول: ۵/۴۳۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ الكاملية، كتاب الرهن، ص: ۲۴۳، حقانيه پشاور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۲۶۷، رشيديه)

(۲) "وعن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي، وكان من كبار علماء سمرقند: أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن، لأنه أذن له في الربا، لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون رباً". (ردالمحتار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد) =

۲ ... یہ پانچ دس من غلہ اگر صحیح حساب سے محسوب کرلیں، تو درست ہے، ورنہ نہیں، یعنی غلہ وصول کرتے وقت جو نرخ ہو، اسی نرخ سے قیمت لگا کر یہ سمجھیں کہ گویا کہ ہم نے اپنے قرض میں سے اتنا وصول کرلیا ہے(۱)۔

۳ ... ایسی زمین کا جو سالانہ کرایہ بغیر کسی دباؤ کے ہوتا ہے، اگر اتنی مقدار وصول کردہ روپیہ سے کاٹ دیں، تو جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۸/ ۸۹ھ۔

شیٔ مرہون سے نفع اٹھانا

سوال [۱۱۱۶۱]: اگر تیس روپے میں گھڑی رہن رکھی، تو اس گھڑی کو استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں؟

= "وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن، ولا إجارته، ولا إعارته" (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۲۷۳/۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۴۳۸/۸، رشيديه)

(۱) "وجد دنانير مديونه وله عليه دراهم، له أن يأخذه لاتحادهما جنسا في الثمنية، قال الحموي: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوق" (ردالمحتار، كتاب الحجر ۱۵۱/۶، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحجر: ۸۲/۴، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب السرقة: ۵۴۵۱/۷، رشيديه)

(۲) "وتصح إجارة أرض للزراعة مع بيان ما يزرع فيها، أو قال: على أن أزرع فيها ما أشاء، كي لا تقع المنازعة" (الدر المختار، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة ومايكون خلافاً فيها: ۲۹/۶، سعيد)

قوله: (والأراضي للزراعة أن بين ما يزرع فيها، أو قال: على أن أزرع فيها ما أشاء) أي: صح ذلك للإجماع العملي عليه" (البحر الرائق، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة ومايكون خلافاً فيها: ۵۱۸/۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة ومالايجوز ۳۷۲/۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

جب کہ آئندہ واپسی کی امید نہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تیس روپے سے زیور جو بکر کی رہن رکھی ہے، اس کو استعمال کرنے کا حق نہیں (۱)، البتہ یہ معاملہ کرلیا جائے کہ جب وہ تیس روپیہ کے عوض یا جس نرخ پر فروخت کردے، تب خریدار کو استعمال کرنا درست ہوگا (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۱/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۱/۲۹ھ۔

رہن پر نفع

سوال [illegible]: بکر نے کوئی چیز سو روپے کی زید کو دے کر زید سے پچیس روپے اس شرط پر

---

(۱) "أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن؛ لأنه أذن له في الربا؛ لأنه يستوفي دينه كاملاً، فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون رباً" (الدر المختار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد)

"وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا إجارته ولا إعارته" (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/۲۷۳، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۴۳۸، رشيديه)

(۲) جب انہوں نے وہ گھڑی تیس روپے کے عوض خرید لی، تو اس پر ان کی ملکیت ثابت ہوگئی، لہذا اب وہ جس طرح چاہے، استعمال کرسکتے ہیں۔

"وحكمه: ثبوت الملك للمشتري في المبيع، وللبائع في الثمن إذا كان البيع باتاً" (حاشية الشلبي على التبيين، كتاب البيوع: ۴/۲۷۶، دار الكتب العلمية بيروت)

"وحكمه ثبوت الملك: أي في البدلين لكل منهما في بدل" (رد المحتار، كتاب البيوع ۴/۵۰۶، سعيد)

"وكل يتصرف في ملكه كيف شاء" (شرح المجلة لسليم رستم باز، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران ۱/۶۵۴، رقم المادة: ۱۱۹۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح المجلة لسليم رستم باز، الباب الثالث في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران ۱/۶۵۷، رقم المادة: ۱۱۹۷، دار الكتب العلمية بيروت)

مدت میں اگر ایک سال کے اندر اندر پچاس روپے نہ لوٹائے، تو وہ سو روپے کی چیز زید کے ہاتھ کی ہو جائے گی یا ایسا نہیں کہ ایک سال کے لئے گروی رکھا، تو اب سال ختم ہو جاتا ہے، لیکن روپیہ ابھی نہیں دیا، تو کیا کرنا پڑے گا اور صاحب مقروض کو واقعی ہمت نہیں، جس سے وہ پچاس روپیہ ادا کر کے اپنی چیز لے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح تو یہ معاملہ درست نہیں ہوا، اب جب کہ قرض واپس کرنے کا وقت آیا اور اس کے پاس روپیہ دینے کو نہیں ہے، تو اب معاملہ کرے کہ ہماری فلاں چیز جو آپ کے پاس ہے، اس کی قیمت یہ ہے، آپ کا قرض اتنا ہے، وہ چیز آپ خرید لیں تا کہ آپ کا قرض ادا ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۱۴۰۰ھ۔

ناریل رہن رکھ کر اس کی آمدنی کھانا

سوال [۱۱۱۶۳]: زید نے ناریل کا درخت گروی رکھ کر پانچ سال کی مدت پر پانچ سو روپیہ، مدت گزرنے کے بعد پانچ سو روپیہ دیا، اب درمیانی سال کی آمدنی یعنی ناریل کی آمد بلا قیمت بکر کھاتا رہا، یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناریل گروی رکھ کر اس کی آمدنی کھانا جائز نہیں، یہ سود کے حکم میں ہے۔

وفي الأشباه: "كل قرض جر نفعا، حرام" درمختار مع هامشه،

---

(۱) وجد دنانير مديونه وله عنده دراهم، له أن يأخذه لاتحادهما جنساً في الثمنية، قال الحموي: إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مال كان، لا سيما في ديارنا لمداومتهم العقوق. (ردالمحتار، كتاب الحجر ١٥١/٦، سعيد)

وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحجر ٢ ١٢، دار المعرفة بيروت،

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب السرقة: ٥٣٥١/٧، رشيديه)

ص: ۱۹٤، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ پاکستان(۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فک رہن کی تاریخ مقرر کرنا اور اس میں توسیع کرنا

سوال[۱۱۶۲۰]: زید نے اپنا ایک مکان بکر کے پاس رہن بقبضہ مبلغ تین سو روپیہ پر دو سال کے لئے رکھ دیا اور فسخ رہن کی تاریخ مقرر کرکے دستاویز پر تحریر کر دیا اور متعینہ وقت پر نہ دے سکا تو یہ رہن نامہ بیع نامہ متصور ہوگا، جب مدت رہن ختم ہونے لگی تو زید نے مزید تین سو روپیہ بکر سے لے کر فسخ رہن کی تاریخ میں اضافہ کر لیا اور جب مزید توسیع قریب الختم ہونے کو آئی، تو پھر مبلغ دو سو روپیہ بکر سے لے کر پھر دستاویز تحریر کر دی کہ اگر میں ۱۹۶۴ء تک زمین فسخ نہ کرا سکوں، تو یہی رہن بیع نامہ ہوگا۔

چنانچہ ۶۴ شروع ہوگیا اور اب ۷۰ شروع ہو گیا ہے، اب چاہتا ہے کہ مکان بکر سے واپس لے، تو شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں؟ اور یہ مکان بکر کی ملکیت میں آیا کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

تحریر رہن کی تاریخ معینہ گزر جانے پر بیع نامہ تصور کرنے کی تصریح شرعاً صحیح نہیں، شرعاً بیع نہیں (۲)۔

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل في القرض: ۵/۱۶۶، سعيد)

"كل قرض جر منفعة، فهو وجه من وجوه الربا" (تكملة فتح الملهم، كتاب المساقاة والمزارعة: ۱/۵۷۵، دارالعلوم كراچی)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا: ۱۴/۴۹۹، إدارة القرآن كراچی)

"وعن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي، وكان من كبار علماء سمرقند: أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن، لأنه أذن له في الربا، لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون ربا". (ردالمحتار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/۲۷۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۲۳۸، رشيديه)

(۲) بیع کے لئے ضروری ہے کہ وہ [illegible]

زید قرض واپس کر کے بکر سے مکان بصورت فک رہن واپس لے سکتا ہے، بکر نے اس مدت رہن میں مکان سے نفع حاصل کیا، تو وہ ناجائز ہوا، سود ہوا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= "قال أصحابنا رحمهم الله تعالى: كل لفظين ينبئان عن التمليك والتملك على صيغة الماضي أو الحال ينعقد بهما البيع. كذا في المحيط. وأما تمحض للاستقبال كالمقرون بالسين وسوف أو الأمر فلا ينعقد به، إلا إذا دل الأمر على المعنى المذكور". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الثاني في ما يرجع إلى انعقاد البيع الخ: ۳/۴، رشيديه)

لا ينعقد بكل لفظين ينبئان عن معنى التمليك والتملك ماضيين أو حالين كما في الخانية

واسم قيده به في الهداية لإخراج المستقبل فقط أمراً أو مضارعاً مبدو بالسين أو سوف كما في الخانية، ما لم يؤد معناهما". (البحر الرائق، كتاب البيع: ۵/۴۴۲، ۴۴۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب البيوع: ۴/۵۱۰، ۵۱۱، سعيد)

(۱) "وعن عبد الله محمد بن أسلم السمرقندي، وكان من كبار علماء سمرقند، أنه لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن، لأنه أذن له في الربا، لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً، فيكون رباً". (رد المحتار، كتاب الرهن: ۶/۴۸۲، سعيد)

وليس للمرتهن الانتفاع بالرهن ولا إجارته ولا إعارته (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الرهن: ۴/۲۷۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن: ۸/۴۳۸، رشيديه)

کتاب الصید والذبائح

باب الصید

(شکار کرنے کا بیان)

بندوق سے کیے ہوئے شکار کا حکم

سوال[۱۱۱۶۵] ایک شخص نے مرغ کا شکار کیا اور شکار کیا بندوق سے اور بغیر تکبیر کے مرغ پر بندوق چلائی اور مرغ ایک فرلانگ سے مرگیا، بندوق سے گولی لگنے کے بعد کچھ دیر کے لئے مرغ گم ہوگیا، تلاش کرنے کے بعد مرغا مرا ہوا ملا، اس مرے ہوئے مرغے کو ذبح کیا اور کچھ لوگوں نے کھایا، ذبح کے وقت مرغ میں سے قدرے کچھ گرم گرم خون بھی نکلا ہے، بغیر تکبیر کے بندوق چلانا اور مرغ کا مرا ہوا ملنا، پھر ذبح کرنا، کیا یہ مرغ حرام ہے؟

کیا بندوق تیر کے حکم میں ہے یا بندوق اور تیر آپس میں شرعی اعتبار سے مغائر ہیں؟ قرآن میں تیر سے شکار کیا ہوا اگر مرا مل جائے، تو حلال ہے، کیا یہ صحیح ہے اور کیا بندوق کا بھی یہی حکم ہے؟ جب کہ بندوق سے ہڈی ٹوٹ جاتی ہے۔

جن لوگوں نے یہ مرغا کھایا ہے، حلال کھایا یا حرام؟ اور "حرمت علیکم المیتة" کے حکم میں یہ مرغ ہے یا نہیں؟ اگر یہ حرام ہے، تو پھر جن لوگوں نے کھایا، اس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بندوق میں جو گولی ہوتی ہے، یا چھرے ہوتے ہیں، وہ چاقو یا تیر کی طرح دھاردار نہیں ہوتے، وہ تیر کے حکم میں نہیں، اگر بسم اللہ پڑھ کر بندوق چلائی اور اس سے جانور مر جائے، ذبح کی نوبت نہ آئے، تو وہ جانور

قال في البزازية: "وفي شرح الطحطاوي خروج الدم لايدل عليه الحياة، إلا إذا كان يخرج كما يخرج من الحي عند الإمام، وهو ظاهر الرواية اھ" شامی: ۱۹۶/۵(۱). قلت: وفی الصید بالبندقة مذکورة فیها فی: ۳۰۴/۵(۲).

اس تفصیل پر آپ اپنے مرغے کا مسئلہ منطبق کرلیں، اگر یہ کو وہ حرام جانور کا گوشت کھائے، تو توبہ لازم ہے(۳)۔ کوئی مالی کفارہ لازم نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مچھلی گڑھے میں ڈالی جائے، تو اس کا مالک کون ہے؟

سوال [۱۱۱۲۲]: وارث علی نے اپنے روپیہ سے رام دین سے [illegible] سبھا پتی(۴) یا [illegible] صدر مجلس کی رائے سے اور ان کے [illegible] مچھلی [illegible] نرخ(۵) سے سبھا پتی کے ذریعہ خرید کر جلایا(۶) تھی، پتی نے [illegible] لگان(۷) پر [illegible]

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الذبائح: ۳۰۸/۶، سعید)

وإن ذبح شاة أو بقرة فخرج منها دم ولم تتحرك، وخروجه مثل ما يخرج من الحي أكلت عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى وبه نأخذ. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول في ركنه وشرائطه وحكمه وأنواعه: ۲۸۶/۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، باب في [illegible]، رشيديه)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۹۶

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾ (التحريم: ۸)

واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة. (روح المعاني [illegible]، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"التوبة واجبة من كل ذنب". (رياض الصالحين، باب التوبة، ص: ۲۵، قديمي)

(۴) "سبھا پتی: میر محفل، میر مجلس، صدر جلسہ، سرپنچ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲۰، فیروز سنز لاہور)

(۵) "در، شرح، نرخ، بھاؤ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۵۵، فیروز سنز لاہور)

(۶) "جلانا: زندہ کرنا، جان ڈالنا، تازگی بخشنا، موت سے بچانا"۔ (فیروز اللغات، ص: [illegible]، فیروز سنز لاہور)

(۷) "لگان: معاملہ، زمین کا خراج، باج، کر، سرکاری محصول"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۲۰، فیروز سنز لاہور)

جس گڑھے کی مچھلی وراثت علی کے نام درج کردیا جائے، مچھلی جالنے کے لئے اور پہلے ہی سے وراثت علی اس گڑھے کی جل کھمبی اور پانی کے روک تھام کا بندوبست کرلیا تھا اور مچھلی چھوڑنے کے بعد بھی اس گڑھے کی جل کھمبی نکالنا اور دیکھ ریکھ برابر کرتا چلا آیا۔

کچھ دنوں کے بعد سبھا پتی رائے (۱) علی سے ناراض ہوگئے اور گڑھے کا ٹھیکہ پٹہ یا لگان گرام سماج کے کاغذات میں وراثت علی کے نام درج کرنے سے انکار کردیا، تب بھی گڑھے کی مچھلی کی دیکھ ریکھ وراثت علی کرتا رہا، ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ سبھا پتی نے دو سال کی ڈالی ہوئی مچھلیوں کو گاؤں والوں کو اکٹھا کرکے اور خود کھڑے ہوکر تمام مچھلیوں کو پکڑوادیا اور ڈھائی روپیہ فی کلو کے حساب سے فروخت کرکے تمام روپے گرام سماج میں جمع کرالیا، یہ روپیہ گرام سماج میں خرچ کرنا جائز ہے یا کہ وراثت علی کو پانے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ مچھلی وراثت علی نے خرید کر گڑھے میں ڈالی اور اس کی حفاظت کی، وہ اس کی ہی ملک ہے، دوسرے کی ملک نہیں، اس کی قیمت کا حق دار بھی وراثت علی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۹ھ۔

مچھلیوں کے شکار کے لئے تالاب خریدنا

سوال [illegible]: ۱- بستی یا گاؤں کے تالاب کو مچھلیوں کے لئے خریدنا کیسا ہے؟

۲- تالاب خریدنے کے بعد مچھلیاں کس طرح پکڑیں؟

---

(۱) "رائے: راجا، شہزادہ، سردار"۔ (فیروز اللغات، ص:۷۴۳، فیروز سنز لاہور)

(۲) "وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري، وفي الثمن للبائع، إذا كان البيع باتاً" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع: ۴/۳، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع الخ: ۳/۳، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة: ۴/۵۰۴، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ مچھلیوں کے لئے تالاب کی خریداری کا جو بعض جگہ رواج ہے، وہ درست نہیں ہے۔

۲ مچھلیاں پکڑنا ہر شخص کو درست ہے(۱)، خواہ تالاب ٹھیکہ پر لیا ہو یا نہ لیا ہو، ہاں! اگر کسی نے اپنے ذاتی تالاب میں مچھلیاں لا کر ڈالی ہوں، اس طرح پر کہ جب دل چاہے ان کو پکڑ لے، کوئی دشواری پیش نہ آئے، جیسے اپنے مکان میں گڑھا کھود کر اس میں پانی بھر کر اس میں مچھلیاں ڈال دی جائیں، تو ایسی مچھلیوں کو بغیر مالک کی اجازت کے پکڑنا درست نہیں ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱۱/۱۷ھ۔

کانٹے میں مچھلی پکڑنا

سوال[۱۱۱۲۹]: بعض جگہ لوگ اپنی ذاتی تالاب میں سے شوق سے مچھلی پکڑتے ہیں اور جب

---

(۱) دریا، تالاب یا نہر سے مچھلیاں پکڑنا ہر کسی کے لئے درست ہے، اس لئے کہ یہ مباح الاصل ہے۔

قال الله تعالى: ﴿أحل لكم صيد البحر وطعامه متاعاً لكم وللسيارة﴾ (المائدة: ۹۶)

"أي: ما يصاد في الماء، بحراً كان أو نهراً أو غيراً، أو هو ما يكون توالده ومثواه في الماء مأكولاً كان أو غيره، كما في البدائع" (روح المعاني: ۷/ ۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"حفر حفيرة فوقع فيها صيد فإن كان اتخذها للصيد ملكه، وليس لأحد أخذه، وإن لم يتخذها له فهو لمن أخذه" (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/ ۱۲۰، رشيديه)

(۲) "والحاصل كما في الفتح: أنه إذا دخل السمك في حظيرة، فإما أن يعدها لذلك أو لا. ففي الأول يملكه، وليس لأحد أخذه" (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/ ۶۱، سعيد)

"بيع السمك في البحر أو النهر لايجوز، فإن كانت له حظيرة فدخلها السمك، فإما أن يكون أعدها لذلك أولا، فإن كان أعدها لذلك فما دخلها ملكه، وليس لأحد أن يأخذه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب التاسع فيما يجوز بيعه ومالايجوز، الفصل الرابع في بيع الحيوانات ۳/ ۱۱۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۶/ ۳۷۴، ۳۷۵، رشيديه)

بڑی مچھلی کانٹے میں پھنس جاتی ہے تو اس کو فوراً پانی سے اوپر اٹھانا مشکل ہے، اس لئے جب وہ مچھلی بھاگتی ہے، تو ڈور کو ڈھیل دینا پڑتا ہے، بعد میں اس کو آہستہ آہستہ کھینچنا پڑتا ہے، اسی طرح کافی دیر تک ہوتا رہتا ہے، جب وہ مچھلی تھک جاتی ہے، تو اس کو پانی سے اٹھانا پڑتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے، وہ لوگ یہ علت بیان کرتے ہیں کہ اس کو تکلیف ہوتی ہے، اس لئے تحریر فرمائیں کہ کیا اس طرح مچھلی پکڑنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ بڑی مچھلی کانٹے میں پھنستی ہے تو فوراً اس کو ڈور سے کھینچنا دشوار ہے، اس سے ڈھیل دیتے ہیں، جب وہ تھک جاتی ہے، اس کو کھینچ لیتے ہیں تو اس میں مضائقہ نہیں، یہ ایسا ہے جیسا کہ خشکی کے جانور کو بھگاتے ہیں، جب وہ بھاگتے بھاگتے تھک جاتا ہے اور گر جاتا ہے، تو اس کو پکڑ لیتے ہیں، ہاں! بلاوجہ تکلیف دینا غلط ہے(1)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۱۲/ ۹۹ھ۔

معلّم کتے کا شکار کھانا

سوال[۱۰۰۲۹]: معلوم ہوا کہ معلَّم کتا (جو شکار پر چھوڑے جانے کے باوجود شکار نہ کھائے، بلکہ پکڑ کر لے آئے اور شکار کو نہ کھائے، بلکہ مالک کے لئے روک رکھے) ایسا سدھایا ہوا کتا اگر شکار پکڑ کر لائے، مثلاً: خرگوش اور اس کتے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑا گیا تھا اور کتے کے پکڑنے سے خرگوش زخمی ہو جائے اور خون بہہ گیا، اللہ والے صاحب کہتے ہیں، اگر وہ خرگوش زندہ ہے تو اس کو ذبح کرنا چاہیے ورنہ اگر مر گیا ہے تب بھی

---

(1) "ويكره كل تعذيب بلا فائدة، مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد". (ردالمحتار، كتاب الذبائح: ۶/ ۲۹۶، سعيد)

"وكل طريق من الذبح يؤدي إلى تعذيب أكثر من اللازم لإزهاق روحه، فهو داخل في النهي، ومأمور بالاجتناب عنه". (تكملة فتح الملهم، كتاب الصيد والذبائح، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل، وتحديد الشفرة: ۳/ ۵۴۰، مكتبه دار العلوم ديوبند)

"ويكره تعليم البازي بالطير الحي لتعذيبه". (الدر المختار، كتاب الصيد: ۶/ ۴۷۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول: ۵/ ۲۸۸، رشيديه)

باب الذبائح

الفصل الأول في من يصح ذبحه ومن لايصح

(ذبح کرنے والے کا بیان)

بے وضو انڈرویئر پہن کر ذبح کرنا

سوال [۱۱۱۰]: ایک شخص بے وضو ہے، انڈرویئر (۱) پہنے ہوئے ہے، ایک بکری کو ذبح کرتا ہے، جب کہ وضو کے لئے پانی، پہننے کے لئے پاجامہ موجود ہے، ذبح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مسلمان جب "بسم الله الله أكبر" پڑھ کر بکری کو ذبح کرے، تو اس کا ذبیحہ مذکورہ سوالی حالت کے ساتھ بھی حلال ہے، حرام نہیں (۲)۔ فقط۔

نشہ باز قصاب کا ذبیحہ

سوال [۱۱۱۱]: جاہل قصاب نشہ باز اگر مویشی ذبح کرے اور خریدار انہی کا گوشت خرید لے، تو

---

(۱) "انڈرویئر: زیر جامہ، پتلون وغیرہ کے نیچے پہننے کا کپڑا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۶، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فكلوا مما ذكر اسم الله عليه إن كنتم بآياته مؤمنين○ ومالكم ألا تأكلوا مما ذكر اسم الله عليه وقد فصّل لكم ما حرم عليكم إلا ما اضطررتم إليه، وإن كثيرا ليضلون بأهوائهم بغير علم، إن ربك هو أعلم بالمعتدين﴾ (الأنعام: ۱۱۹، ۱۲۰)

"وتحل ذبيحة مسلم" (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الذبائح: ۴/۱۳۴، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الذبائح: ۶/۴۳۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في النتف في الفتاوى، كتاب الذبائح، ص: ۱۴۷، سعيد)

ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نشہ بازی گناہ ہے(۱)، تاہم اگر ہوش وحواس درست رہتے ہوئے شریعت کے مطابق ذبح کیا ہو تو وہ جانور حلال ہے، اس کا گوشت لینا اور کھانا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۱۱/ ۱۴۰۰ھ۔

دیوبندیوں کو خارج از اسلام کہنے والے کا ذبیحہ وقربانی

سوال[۲۷۱۱]: ایک بریلوی عقائد کا آدمی، جو کہ دیوبندیوں کو خارج از اسلام سمجھتا ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز ہے کہ ناجائز؟ اور اس کو قربانی کے حصوں میں شریک کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علماء دیوبند کو جو شخص خارج از اسلام سمجھتا ہے، نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا جائے، نہ اس کو قربانی کے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون﴾ (المائدہ: ۹۰)

"کل مسکر حرام". (صحیح البخاري، کتاب الأدب: ۲/۹۰۴، قدیمی)

"قال علیه السلام: "کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام" (مشکاة المصابیح، باب بیان الخمر ووعید شاربها: ۲/۳۱۷، قدیمی)

"الشراب ما یسکر، والمحرم منها أربعة: الخمر والطلاء والسکر ونقیع الذبیب". (البحر الرائق، کتاب الأشربة: ۸/۴۴۸، رشیدیه)

(۲) "فإن ذبح کل مسلم وکل کتابي حلال، رجلاً کان أو أنثی .... براً کان أو فاجراً" (النتف في الفتاویٰ، کتاب الذبائح، ص: ۱۴۷، سعید)

"وتحل ذبیحة مسلم وکتابي، ذمي أو حربي ولو امرأة أو صبیاً أو مجنوناً یعقلان" (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر، کتاب الذبائح: ۴/۱۵۳، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الذبائح: ۸/۳۰۶، رشیدیه)

اہلِ کتاب کا ذبیحہ

سوال [۱۱۱۷۴]: امریکہ میں حلال گوشت نہیں ملتا، بلکہ مشین سے ذبیحہ کیا جاتا ہے، مرغی بھی یہ
جاتا ہے، میرا گزارہ پھل وغیرہ پر ہے۔ کافی احتیاط کرتا ہوں بلکہ بھوکا رہ جاتا ہے، امریکہ میں یہودی کافی تعداد
میں آباد ہیں، یہ لوگ سور بھی نہیں کھاتے، ان کے نزدیک ذبح کا طریقہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کے مطابق
کچھ پڑھ کر مشین کے اندر دے دیتے ہیں اور وہ مشین جانور کو ذبح کر دیتی ہے، اس حالت میں یہ ذبیحہ حلال
ہوں یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی مجبوری کی حالت میں آپ کے لئے وہاں گنجائش ہے کہ اہلِ کتاب (یہودی یا نصرانی) کا ذبیحہ
استعمال کرلیں (۱)، بشرطیکہ یہ ثابت نہ ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں اور یہ ثابت
ہو کہ مشین کو حرکت دینے سے ذبح کی رگیں کٹتی ہیں ... جانور ذبح ہوتا ہے ... مشین کو حرکت
دیتے وقت وہ اللہ کا نام لیتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۱/۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

اہلِ کتاب کے ذبیحہ کا حکم

سوال [۱۱۱۷۵]: اہلِ کتاب کے ذبیحہ کا کھانا مسلمان کے لئے ... مغربی ممالک میں ... بعض
اس کو ناجائز سمجھتے ہیں، اس لئے کہ یہ اپنے ادیان صحیحہ پر نہیں ہیں، لیکن یہ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله فمن اضطر غير
باغ ولا عاد فلا إثم عليه إن الله غفور رحيم﴾ (البقرة: ۱۷۳)

"الضرورات تبيح المحظورات" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، رقم المادة: ۲۱، ۱/۵۵، رشيدية)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الخامسة، ص: ۱۰۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) اس بارے میں فتاوی محمودیہ جلد ۱۷، کتاب الذبائح، عنوان "مشین اور یہودی کا ذبیحہ" کے تحت مفصل بحث کی گئی ہے، ملاحظہ
فرمائیں۔ (فتاوی محمودیہ، باب الذبائح، عنوان "مشین اور یہودی کا ذبیحہ" ۱۷/۲۴۲، ۲۴۳، ادارہ الفاروق کراچی)

زمانہ میں بھی اپنے دین صحیح پر نہیں تھے اور اس وقت ان کے ذبیحہ کو جائز قرار دیا گیا تھا۔ بعض اس لئے ناجائز کہتے ہیں کہ ان کے ذبح کرنے کا طریقہ وہ نہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا، لیکن قرآن میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ بعض اس لئے ناجائز سمجھتے ہیں کہ آج کل یہ لوگ اس طرح ذبح کرتے ہیں کہ اس سے خون نہیں بہنے دیتے، اس لئے یہ مخنوقہ یا موقوذہ ہے، نہ کہ ذبیحہ۔

یورپ اور امریکہ میں بے شمار مسلمان ایسے ہیں، جو گوشت کھانے سے پرہیز کرتے ہیں، ناجائز سمجھ کر یا احتیاط کے طور پر، لیکن اکثریت ان لوگوں کی ہے، جو ان علماء کے فتووں پر عمل کر کے کھاتے ہیں، جو اُسے حلال سمجھتے ہیں اور اس کو رخصت کا درجہ دیتے ہیں۔ بعض وہ ہے، جو یہود کا ذبح کیا ہوا گوشت کھاتے ہیں، اس لئے کہ وہ اب تک اپنے پرانے طریقے پر ذبح کر رہے ہیں، لیکن ان کا گوشت ویسے بھی مہنگا ہوتا ہے اور کبھی تو ایسے قصائی ہوتے ہیں کہ جب وہ جان لیتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے، تو اسے اور مہنگا دیتے ہیں۔

یہ خلاصہ ہے اس سوال کا جو جنیوا سوئزرلینڈ کے اسلامک سینٹر سے شائع ہونے والے رسالے ''المسلمون'' میں عربی میں چھپا ہے، جلد نمبر ۸، عدد ۹، ۱۰، جلد ۹ عدد ۱ تا ۳۔ اس کے جواب میں کئی حضرات نے تنقیدات لکھی ہیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

١– الأستاذ الشيخ عبدالله القليل مفتي الأردن:

انہوں نے جائز قرار دیا ہے، دلائل یہ ہیں:

اہل کتاب سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اپنے دین صحیح پر تھے، اس لئے کہ نزول آیت ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم﴾ (١) کے وقت کوئی بھی اہل کتاب میں سے اپنے دین صحیح پر نہیں تھا، تو پھر یہ آیت کیوں نازل ہوئی اور اگر مراد یہ لیا جائے کہ وہ جو دین صحیح پر ہوں تو وہ تو مسلمان ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ اس کا دین صحیح تو یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور اسی آیت میں ﴿والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم﴾ (٢) ہے اور اس کے متعلق علماء کا متفقہ فتویٰ ہے کہ ان کے ساتھ نکاح جائز ہے۔

---

(١) المائدة: ٥

(٢) المائدة: ٣

والودجان. وأما إذا مات الحيوان قبل قطع العروق فلا سبيل إلى حله".

فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللّٰہ عنہ، الافتاء بدارالعلوم دیوبند۔

ذبیحہ یہود

سوال[۱۱۱۷۶]: لندن میں انگریزی دکانوں پر بغیر ذبح کئے ہوئے گوشت بکتا ہے، میں نے سنا ہے کہ امریکہ اور خصوصاً شکاگو اور نیویارک میں یہودی اپنے طریقہ پر جانور کو ذبح کرتے ہیں اور اسی قسم کے گوشت کو''کوثر میٹ'' کہتے ہیں، کیا یہ''کوثر میٹ''مسلمان کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ میرا تعلق اہل سنت والجماعت سے ہے۔ براہِ کرم میرے لئے حکم صادر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بہتر صورت یہ ہے کہ آپ خود مرغ وغیرہ ذبح کرکے پکوایا کریں، اگر یہ صورت ممکن نہ ہو اور تحقیق ہوجائے، یہودی ذبح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام نہیں لیتے، تو ان کا ذبیحہ بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۳ھ۔

---

(۱) "قال الله تبارك وتعالى. ﴿وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم﴾ قال الزهري. لا بأس بذبيحة نصارى العرب، وإن سمعته سمى لغير الله، فلا تأكل، وإن لم تسمعه، فقد أحله الله، وعلم كفرهم وقال ابن عباس رضي الله تعالى عنه طعامهم ذبائحهم" (صحيح البخاري، باب ذبائح أهل الكتاب ۲ ۸۲۸، قديمي)

"ثم إنما تؤكل ذبيحة الكتابي إذا لم يشهد ذبحه ولم يسمع منه شيء، أو شهد وسمع منه تسمية الله تعالى وحده إلا إذا نص فقال بسم الله الذي هو ثالث ثلاثة فلا يحل فأما إذا سمع منه أنه سمى المسيح عليه السلام وحده، أو سمى الله سبحانه وسمى المسيح لا تؤكل ذبيحته" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول في ركنه وشرائطه وحكمه وأنواعه ۵ ۲۸۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الذبائح ۴ ۱۳۹، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الذبائح: ۶/۲۹۷، سعيد)

الفصل الثاني في سنن الذبح وادابه ومكروهاته

(ذبح کی سنتیں، آداب اور مکروہات کا بیان)

بائیں ہاتھ سے ذبح کرنا

سوال [[illegible]]: ایک عالم ہیں کہ وہ داہنے ہاتھ میں چھری پکڑ کر ذبح نہیں کر سکتے، بایاں ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں، کیا ایسا ذبیحہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داہنے ہاتھ سے ذبح کرنا آداب میں سے ہے، فرض نہیں ہے(۱)، لہذا بائیں ہاتھ سے ذبح کیا ہوا بھی حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۱۴[illegible]ھ۔

ذبح فوق العقدہ کا حکم

سوال [۱۱۰۱]: ہم نے ایک مرغ کو ذبح کیا اور اس کا حلقوم منہ کی جانب نہ رہا، بلکہ پیچھے ہٹ گیا، تو اس کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ مرغ حلال ہے یا مکروہ ہے یا حرام ہے؟ اس کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور حلقوم کے

---

(۱) "وعن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يحب التيمن ما استطاع في شأنه كله، في طهوره وترجله وتنعله". (صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب التيمن في دخول المسجد وغيره: ۶۱/۱، قديمي)

"لأن عرف الشرع لبداءة باليمنى". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، أركان الوضوء أربعة: ۱۱۲/۱، سعيد)

(وصحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين: ۱۳۲/۱، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، باب سنن الوضوء، الفصل الأول، ص: ۴۶، قديمي)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف نقل کرکے فیصلہ ارباب بصیرت کی رائے پر چھوڑ دیا ہے کہ اگر وہ کہیں کہ کٹ جاتی ہیں، تو ذبیحہ درست ہے، ورنہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

گائے کو ذبح کرنے سے پہلے کھال چیرنا

سوال [۱۱۱۷۹]: اگر ذبح کرتے وقت گائے کے پیٹ حلق میں سے چمڑے کو چیر دیا، پھر ندرت

= تحت، ولم يلتفت إلى العقدة لا في كلام الله ولا في كلام رسوله، بل الذكاة بين اللبة واللحيين بالحديث، وقد حصلت لا سيما على مذهب أبي حنيفة رضي الله تعالى عنه، فإنه يكتفي بالثلاث من الأربع، أي ثلاث كانت. ويجوز ترك الحلقوم أصلاً، فبالطريق الأولى أن يحل الذبيح إذا قطع الحلقوم وبقيت العقدة إلى أسفل الحلقوم. وبلغنا أن واحداً ممن يتسمى فقيهاً في زعم العوام، وقد كان مشتهراً بينهم أمر برمي الذبيح إلى الكلاب حيث بقيت العقدة إلى الصدر، لا إلى ما يلي الرأس، فياليت شعري! ممن أخذ هذا أمن كتاب الله ولا أثر له فيه؟ أو من حديث رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولم يسمع له فيه نبأ؟ أو من إجماع الأمة ولم يقل به أحد من الصحابة والتابعين؟ أو من إمامه الذي هو أبو حنيفة ولم ينقل عنه ذلك أصلاً؟ بل المنقول عنه وعن أصحابه ما ذكرناه أو ارتكب الرجل هواه، فضل وأضل، قال الله: ﴿ولا تتبع الهوى فيضلك عن سبيل الله﴾ واستحى عن الرجوع عن الباطل إلى الحق. وهو صريح في مخالفة ما ذهب إليه الشارح الزيلعي رحمه الله تعالى". (حاشية الشلبي على هامش تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب الذبائح: ۲/۴۵۶، عباس أحمد الباز)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب، كتاب الصيد والذبائح: ۳/۱۷۱، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الفصل الأول في مسائله ۶/۳۰۲، رشيديه)

(۱) "أقول: والتحرير للمقام أن يقال: إن كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلاثة من العروق، فالحق ما قاله شراح الهداية تبعاً للرستغفني، وإلا فالحق خلافه، إذا لم يوجد شرط الحل باتفاق أهل المذهب، ويظهر ذلك بالمشاهدة أو سؤال أهل الخبرة، فاغتنم هذا المقال ودع عنك الجدال". (رد المحتار، كتاب الذبائح: ۶/۲۹۵، سعيد)

کیا ذبح کرنے سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے؟

سوال [۱۱۰۹۰]: ہم ایک جانور کو ذبح کرتے ہیں، پھر اس کو کھاتے ہیں کہ ہمارا مذہب یہ کہتا ہے کہ اس کو کھاؤ تمہارے لئے جائز ہے، لیکن یہ ایک جانور کو تکلیف دینا کیوں ہے؟ ہمیں امید ہے کہ اطمینان بخش جواب سے نوازیں گے۔

سعید احمد بھٹ ماجری گارڈن سہارنپور

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانور کھیت میں جوتے جاتے ہیں، ان کی ناک میں سوراخ کرتے ہیں، اس سے بھی ان کو تکلیف ہوتی ہے، ایسا کیوں کرتے ہیں؟ بچہ پیدا ہونے سے بھی تو عورت کو تکلیف ہوتی ہے، اس کے اسباب سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اور بھی ہزاروں قسم کی چیزیں زندگی میں پھیلی ہوئی ہیں، جن سے تکلیف ہوتی ہے، ان سب کو بھی ترک کردینا چاہئے۔ ایسے ذبح کردینے سے ہی کیوں جذبہ رحم جوش میں آتا ہے، حالانکہ تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر تیز چھری سے جانور ذبح کرنے سے تکلیف بہت کم ہوتی ہے، جھٹکہ کرنے سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۹۲ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

الفصل الثالث في مايصح ذبحه ومالايصح

(ذبح صحیح اور غیر صحیح کا بیان)

دیوار کے نیچے دب کر مرنے والی بکری کا ذبح کرنا

سوال [۱۱۱۸۱]: اگر بکری پر دیوار گر گئی، بدن دب گیا، صرف پیر نظر آرہے ہیں، اگر اینٹ وغیرہ اٹھائی جائے تو بکری کے مرجانے کا اندیشہ ہے، اگر پیر پر بسم اللہ پڑھ کر ذبح کردیا تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ بکری ابھی زندہ ہے، تو بسم اللہ پڑھ کر بھالا (۱) مار کر اس کو ذبح کیا جاسکتا ہے، اگر اس کی موت کنویں میں ڈوب کر یا دیوار کے نیچے دب کر واقع ہو، تو اس کے پیر پر مارنے سے وہ حلال نہیں ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ''بھالا: برچھا، نیزہ''۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۴۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) "المتردية، والمنخنقة، والموقوذة، والنطيحة، والشاة المريضة، ومشقوقة البطن إذا ذبحت، ينظر إن فيها حياة مستقرة، حلت بالذبح بالإجماع، وإن لم تكن الحياة فيها مستقرة، تحل بالذبح، سواء عاش أو لا يعيش عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وهو الصحيح، وعليه الفتوى، كذا في محيط السرخسي. وأما خروج الدم بعد الذبح فيما لايحل إلا بالذبح، فهل هو من شرائط الحل فلا رواية فيه عن أصحابنا، وذكر في بعض الفتاوى أنه لا بد من أحد الشيئين، إما التحرك وإما خروج الدم، فإن لم يوجد، لا تحل، كذا في البدائع" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الأول الخ: ۵/۲۸۶، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الذبائح: ۶/۳۰۸، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الذبائح: ۴/۱۵۹، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيود، الزكاة الاضطرارية: ۴/۱۷۳، ۱۷۴، رشيديه)

الفصل الرابع في مايصح أكله من اللحوم ومالا يصح

(حلال اور حرام گوشت کا بیان)

چوری شدہ بھیڑ کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا

سوال [۱۱۱۸۲]: ایک شخص نے ایک بھیڑ چوری کیا اور گھر لایا، جس شخص نے چوری کی، اس نے اس بھیڑ کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت شخص مذکور نے "بسم اللہ، اللہ اکبر" پڑھا، اس پڑھنے سے شخص مذکور کافر ہوجائے گا یا گنہ گار، اگر اس نے تکبیر نہیں پڑھی، تو مذبوحہ حلال ہے یا مردار؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوری کی بھیڑ کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنے سے وہ شخص کافر نہیں ہوا(۱)، لیکن ادائے ضمان سے پہلے یا اذن مالک سے پہلے اس کا کھانا ملکِ غیر ہونے کی وجہ سے جائز نہیں (۲)۔ چوری حرام ہے،

---

(۱) "(قوله: لكفره بتسميته على الحرام القطعي) المعتمد أنه لا يكفر بذلك، إلا إذا استحل، ولا يلزم من تسميته على الحرام اعتقاد الحل" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الصيد: ۴/۲۳۳، دار المعرفة بيروت)

"وفيها أيضاً: من غصب طعاماً فقال عند أكله "بسم الله" لا يكفر. ولو ذكر عند شرب الخمر، قال: إن كان على وجه الاستخفاف يكفر، وكذا عند الزنا" (الفتاوى التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل فيما يتعلق بالأذكار: ۵/۳۳۹، قديمى)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، مقدمة، ص: ۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" رواه البيهقي في شعب الإيمان" (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمى)

"ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه" (شرح الحموي على الأشباه، كتاب الغصب

اس کی وجہ سے سارق مرتکب کبیرہ ہوا(۱)، فعل معصیت پر اصرار کرنا جرم ہے، مگر نہیں، حرام قطعی بعینہ کو حلال اعتقاد کرنا کفر ہے(۲)۔

[illegible]

= ۲/ ۲۲۳، إدارة القرآن كراچي)

وكذا في القواعد الكلية للتحفة بمجموعة قواعد الفقه، ص: ۹۱، مير محمد كتب خانه

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: لا يزني الزاني وهو مؤمن ولا يسرق السارق وهو مؤمن ... متفق عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الكبائر، الفصل الأول: ۱/ ۱۷، قديمي)

"تنبيه: عد السرقة هو ما اتفقوا عليه وهو صريح هذه الأحاديث، والظاهر أنه لا فرق في كونها كبيرة بين الموجبة للقطع وعدم الموجبة له". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الحدود، الكبيرة التاسعة والستون بعد الثلاثمائة، السرقة: ۲/ ۲۳۷، دار الفكر بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب السرقة: ۴/ ۸۲، سعيد)

(۲) "والأصل: أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره، كمال الغير لايكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعياً كفر، وإلا فلا". (شرح العقائد النسفية، ص: ۹۲، ۹۳، المصباح اليوسفي لكهنؤ)

"من اعتقد الحرام حلالاً، أو على القلب يكفر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، موجبات الكفر الخ: ۲/ ۲۷۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/ ۲۰۲، رشيديه)

بدليل قطعي، وإلا فلا، صرح به في الدرر عن الفتاوى في آخر كتاب الحظر، فينبغي أن تؤكل هذه الشاة، ويؤيده قولهم تصح التضحية بشاة الغصب، لكنه لايحل له التناول، والانتفاع على المفتى به، وإن ملكها قبل أداء الضمان، أو رضا مالكها بأدائه، أو إبرائه، أو تضمين القاضي؛ لأن الحل قضية أخرى غير الملك"(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۸/۹۱ھ۔

بذریعہ انجکشن پیدا ہونے والے جانور کو کھانے کا حکم

سوال [۹۳]: [illegible] [illegible] کا کیا حکم ہے؟ پھر اس بچہ کا کیا حکم ہے؟ لبن ولحم کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ طریقہ [illegible] حلال ہیں تو ان [illegible] سے پیدا شدہ بچہ حلال ہوگا اور دونوں کا لبن ولحم بھی حلال ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، ص: ۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "وفي الخانية وغيرها: لبن المأكول حلال". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴۵۶/۶، سعيد)

والأصل في الأشياء [illegible] الإباحة [illegible] الحرمة بعارض نص مطلق أو خبر مروي، فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة فهي على الإباحة". (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأشربة: ۵۶۷/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"والأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة، قال الله تعالى: هو الذي خلق لكم ما في الأرض جميعاً، [illegible] كلوا مما في الأرض حلالاً طيباً، وإنما تثبت الحرمة بعارض نص —

امریکن گائے کا حکم

سوال [۱۱۱۸۲]: خچر حرام ہے یا حلال؟ اس کے حرام ہونے کی علت کیا ہے؟ امریکن گائے کے متعلق مشہور ہے کہ وہ گائے اور خنزیر کے اختلاط سے پیدا ہوتی ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانوروں میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، یعنی اگر ماں حلال ہو تو بچہ بھی حلال ہے، اگر ماں حرام ہو تو بچہ بھی حرام ہے(۱)۔ اگر گدھی کے ساتھ گھوڑا وطی کرے، اس سے خچر پیدا ہو، تو وہ ماں کے تابع ہو کر حرام ہوگا(۲)، اگر گائے کے ساتھ گدھا وطی کرے، اس سے خچر پیدا ہو، تو وہ ماں کے تابع ہو کر حلال ہوگا(۳)، اب امید ہے کہ امریکن گائے کا سوال اور اس پر اشکال بھی حل ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۹/۱۴۰۱ھ۔

= مطلق، أو خبر مروي فما لم يوجد شيء من الدلائل المحرمة فهي على الإباحة" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الأشربة: ۳۲۱/۴، دار المعرفة بيروت)

(۱) "والمتولد بين الأهلي والوحشي يتبع الأم" (الدر المختار، كتاب الأضحية: ۳۲۲/۶، سعيد)

"فإن كان متولداً من الوحشي والإنسي، فالعبرة للأم، فإن كانت أهلية تجوز، وإلا فلا" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس: ۲۹۷/۵، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۳۲۴/۸، رشيديه)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱

(۳) راجع رقم الحاشية: ۱

کتاب الأضحیة

باب من یجب علیه الأضحیة ومن لایجب

(قربانی کے وجوب وعدمِ وجوب کا بیان)

قرآن وحدیث سے قربانی کا ثبوت

سوال[۱۱۱۸۵]: قربانی کا مسئلہ آج کل عام دلچسپی کا موضوع بنا ہوا ہے، کچھ لوگ سرے سے اس کا انکار کر رہے ہیں، تو کچھ لوگ اسے قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہیں، اس سلسلہ میں خاص طریقہ سے کام کیا جا رہا ہے، عوام اس مسئلہ کی صحیح شرعی حیثیت سے آگاہ نہیں، جہاں تک میرا خیال ہے، قرآن مجید میں قطعیت کے ساتھ یہ حکم ہی نہیں آیا، نہ حج کے دنوں میں مکہ شریف کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی ان تمام مسلمانوں کے لئے قربانی کرنا لازم ہے، سورہ الحج ملاحظہ ہو: ﴿ذلك ومن يعظم شعائر الله﴾(۱)

"قربانی دلوں کی پرہیزگاری میں داخل ہے، ان (چار پایوں میں) ایک قربت خاص تک تم لوگوں کے لئے فائدے ہیں، تم خانہ کعبہ کے پاس جا کر ان کو حلال کرو، ہم نے قربانی قرار دی ہے، تاکہ خدا نے جو ان کو مویشی چوپائے دے رکھے ہیں، قربانی کرنے کے وقت خدا کا نام لیں"۔ قرآن مجید کے اس مطلب کو اگر سامنے رکھا جائے، تو قربانی ان لوگوں پر ہے جو چوپائے پال رکھے ہیں، قرآن کریم کی آیات بتاتی ہیں کہ قربانی خانہ کعبہ کے پاس جا کر کرو، اس کا یہ مطلب ہوا کہ جو شخص حج کرے اس پر قربانی واجب ہے، غیر حاجیوں پر قربانی واجب نہیں، قرآن میں قربانی کا ذکر حج کے ساتھ آیا ہے۔

۱... اب بتایئے کہ کیا قربانی ان لوگوں پر بھی واجب ہے جو مویشی پالتے ہیں۔

---

(۱) (الحج: ۳۲)

۲۔ خانۂ کعبہ میں قربانی جائز ہے، دوسری جگہ میں نہیں؟

۳۔ اگر قربانی کا روپیہ قومی فنڈ، بہبودی اور غریب پروری پر صرف کریں تو کیا خلافِ شرع ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسائل کے ماخذ قرآن کریم ہے، یہ تو اصل ماخذ ہے اور حدیث سے بھی مسائل ثابت ہوتے ہیں(۱)، قرآن کریم میں حکم ہے کہ جو حکم تم کو رسول دیں، اس کو عمل کے لئے قبول کرو اور جس چیز سے منع کریں اس سے باز رہو(۲)، نیز قرآن پاک میں ہے کہ ہم نے جس رسول کو بھیجا اس لئے بھیجا کہ اس کی اطاعت کی جائے(۳)۔

نیز ارشاد ہے، جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اس نے اللہ کی اطاعت کی(۴)، اس واسطے حدیث شریف سے قطع نظر کر لینا اور یہ مطالبہ کرنا کہ ہر چیز قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ہی ثابت کی جائے، یہ مطالبہ غلط ہے اور نہایت خطرناک ہے(۵)، نمازوں کی رکعات فجر کی دو، ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین،

---

(۱) "اعلم أن أصول الشرع ثلاثة: الكتاب، والسنة، وإجماع الأمة، والأصل الرابع القياس المستنبط من هذه الأصول الثلاثة ... والمراد من الكتاب بعض الكتاب، وهو مقدار خمس مائة آية، لأنه أصل الشرع وما في قصص ونحوها". (نور الأنوار، ص: ۱۰، ۱۱، مكتبه رحمانيه)

"وأصول الفقه أربعة: كتاب الله تعالى، وسنة رسوله، وإجماع الأمة، والقياس". (أصول الشاشي، ص: ۵، مكتبه الحرم)

(وكذا في كشف الأسرار شرح أصول البزدوي: ۱/۳۳، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وما آتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا﴾ (الحشر: ۷)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وما أرسلنا من رسول إلا ليطاع بإذن الله﴾ (النساء: ۶۴)

(۴) قال الله تعالى: ﴿من يطع الرسول فقد أطاع الله﴾ (النساء: ۸۰)

(۵) "عن عبيد الله بن أبي رافع، عن أبيه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا ألفين أحدكم متكئاً على أريكته يأتيه الأمر مما أمرت به، أو نهيت عنه فيقول: لا أدري، ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه". (سنن ابن ماجة، باب: اتباع سنة رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص: ۳، قديمي)

"(لا ألفين) في تكرير كلمة النفي توبيخ وتقريع نشأ من غضب عظيم على من ترك السنة والعمل بالحديث استغناء بالكتاب". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، الفصل الثاني: ... ۲۰، رشيديه)

مثلاً: اس چیز کو قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ بلکہ پانچ وقت کی نماز کو بھی کیا قطعیت کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ بیت اللہ کا طواف کیا اس کے سات شوط کو قرآن کریم سے ثابت کیا جا سکتا ہے؟

قرآن کریم کا مطلب وہ ہے جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سمجھا اور اس پر عمل کیا، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو سمجھایا اور اس پر عمل کرایا، سورہ کوثر میں مذکور ہے

﴿فصل لربك﴾ الخ الآية(۱).

حضرت حسن اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"صلوة يوم النحر ونحر البدن"(۲)، یعنی اس جگہ صلوۃ سے صلوۃ عید الاضحیٰ اور نحر سے قربانی مراد ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

"خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يوم الأضحى إلى البقيع، فصلى ركعتين، ثم أقبل علينا بوجهه، وقال: إن أول نسكنا في يومنا هذا أن نبدأ بالصلوة، ثم نرجع فننحر"(۳) الخ

= (وجامع الترمذي، كتاب العلم، باب ما نهي عنه أن يقال عند حديث النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، رقم: ۲۶۶۳: ۳/۲۶۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (الكوثر: ۲)

(۲) (أحكام القرآن، الكوثر: ۵/۱۱۳، إدارة القرآن كراچی)

"فصل لربك وانحر" قال ابن عباس وعطاء ومجاهد وعكرمة والحسن: يعني بذلك نحر البدن ونحوها. (تفسير ابن كثير، الكوثر: ۴/۵۵۸، سهيل اكيدمي لاهور)

(وكذا في تفسير الماوردي، الكوثر: ۴/۵۳۱، التراث الإسلامي)

(۳) (صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب استقبال الإمام الناس الخ: ۱/۱۳۳، قديمي)

(وكذا في شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصيد والذبائح والأضاحي: ص ۳۲۹، سعيد)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث البراء بن عازب (رضي الله تعالىٰ عنه): ۴/۳۹۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

یعنی ''حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الاضحیٰ میں بقیع کی طرف

تشریف لائے، پس دو رکعت نماز پڑھی، پھر ارشاد فرمایا کہ ہمارے اس دن میں ہمارا پہلا

نسک یہ ہے کہ نماز پڑھیں، پھر لوٹیں اور قربانی کریں''۔

یہ واقعہ حج کا نہیں ہے، بلکہ مدینہ طیبہ کا واقعہ ہے، بقیع مدینہ طیبہ کے قبرستان کا نام ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام ترمذی نے روایت کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں دس سال قیام کیا اور قربانی فرمایا کرتے تھے(۱)، پس یہ کہنا کہ بغیر حج کے قربانی کا ثبوت نہیں، غلط ہے(۲)۔

۱......قربانی ہر صاحب نصاب پر واجب ہے، چاہے مویشی پال رکھا ہو یا نہیں(۳)۔

۲...... یہ حکم ہر جگہ کے مسلمانوں کے لئے ہے، مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص نہیں(۴)۔

۳...... اس سے قربانی کا واجب ادا نہیں ہوگا، اگرچہ غریبوں کی امداد ہو جائے گی(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) ''عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: أقام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة عشر سنين يضحي، هذا حديث حسن''. (جامع الترمذي، كتاب الأضاحي، باب: ۱/۲۷۷، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب في الأضحية: ۳/۵۲۲، رشيديه)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب(رضي الله تعالى عنهما)، رقم الحديث: ۴۹۳۵: ۲/۱۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفا

(۳) ''(فتجب) التضحية أي إراقة الدم (على حر مسلم مقيم) (موسر) يسار الفطرة''. (الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۱۲-۳۱۵، سعيد)

''قال رحمه الله تعالى: (تجب على حر مسلم مقيم) دليل الوجوب قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ''من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا'' رواه أحمد وابن ماجة ... وباليسار، لأنها لا تجب إلا على القادر وهو الغني دون الفقير''. (البحرالرائق، كتاب الأضحية: ۹/۳۱۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الأول: ۵/۲۹۲، رشيديه)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۲

(۵) ''وهي في الشرع اسم لحيوان مخصوص بسن مخصوص يذبح بنية القربة في يوم مخصوص عند –

کتنے نوٹ پر قربانی واجب ہے؟

سوال[۱۱۱۸۶]: ۱۔ آج کل ہندی نوٹوں کے اعتبار سے کتنے نوٹوں کی ملکیت پر قربانی کا وجوب ہوگا؟

ملازم کی تنخواہ پر قربانی کا وجوب

سوال[۱۱۱۸۷]: ۲۔ بعض ملازمین جن کی بڑی تنخواہیں ہوتی ہیں، قربانی کے ایام تنخواہ کی وصول یابی پر صاحبِ نصاب ہو جاتے ہیں، لیکن آخر ماہ تک ان کے پاس کچھ نہیں بچتا، اگر یہ لوگ قربانی کردیں، تو آخر ماہ تنگی اور قرض کی صورت پیش آئے گی، سونے چاندی کے قسم کے بھی صاحب نصاب کرنے والی چیزیں ان کے پاس نہیں ہے، ایسے حضرات کے لئے قربانی کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱۔ جب نوٹ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کی مقدار میں ہوں، تو ان کو صاحبِ نصاب کہا جائے گا اور قربانی لازم ہوگی، بشرطیکہ یہ نصاب حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو، اس نصاب پر سال بھی گزرنا لازم نہیں (۱)۔

= وجود شرائطها وسببها، كذا في التبيين. (وأما ركنها) فذبح مايجوز ذبحه في الأضحية، بنية الأضحية في أيامها، لأن ركن الشيء ما يقوم به ذلك الشيء، والأضحية إنما تقوم بهذا الفعل، فكان ركنا، كذا في النهاية" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الأول: ۵/ ۲۹۱، رشيديه)

"وعند الفقهاء كما في النهاية: اسم لحيوان مخصوص، وهي الشاة فصاعداً من هذا الأنواع الأربعة، والجذع من الضأن تذبح بنية القربة في يوم مخصوص" ... وفي الأضحية اجتمع المعنيان، فإنه يتصرف بإراقة الدم". (البحر الرائق، كتاب الأضحية: ۳۱۷/۸، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۳۱۱/۶، ۳۱۲، سعيد)

(۱) "أما شرائط الوجوب: منها اليسار وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون مايتعلق به وجوب الزكاة ... والموسر في ظاهر الرواية من له مائتادرهم، أو عشرون ديناراً، أو شيء يبلغ ذلك، سوى مسكنه، ومتاع مسكنه. ومركوبه، وخادمه في حاجته التي لايستغنى عنها" (الفتاوى العالمكيرية، =

۲ اگر گزارہ اس تنخواہ پر ہے اور قربانی کرنے سے مہینہ ختم ہونے تک گزارہ دشوار ہو جائے گا، تو قربانی لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔

قربانی کے جانور کی قیمت زیادہ ہو اور مقدار نصاب کم ہو، تو کیا کیا جائے؟

سوال [۱۱۱۸۸]: غیر مقلد کے ایک اخبار میں یوں لکھا ہوا پایا کہ حنفی مذہب میں قربانی اس پر واجب ہے جو نصاب زکوۃ کا مالک ہو، فرق اتنا ہے کہ زکوۃ سال بھر تک صاحبِ نصاب ہونے پر ہے، قربانی کے واسطے نہیں، اگر کوئی شخص ساٹھ ستر روپیوں کا مالک ہے، صاحبِ نصاب ہونے کے باعث اس پر قربانی واجب ہے، لیکن کسی سے اتنے داموں پر قربانی کا جانور ملنا محال ہے، قربانی کرے، تو کل سرمایہ ہاتھ سے جاتا ہے، نہ کرے تو ترکِ واجب کے گناہ کا مرتکب، اس لئے حدیث میں ہے "من وجد سعة" لحدیث اس پر عمل کرنا بہتر نہیں کہ جو قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، مہربانی کر کے مسئلہ کی اہمیت سے مطلع فرمائیں اور ان کے اس حدیث کے پیش کرنے کا کیا جواب ہے؟

= کتاب الأضحیة، الباب الأول: ۲۹۲/۵، رشیدیه)

"(تجب) (علی کل) حر (مسلم) ولو صغیراً مجنوناً (ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلیة) کدینه وحوائج عیاله (وإن لم ینم) کما مر (وبه) أي بهذا النصاب (تحرم الصدقة) کما مر، وتجب الأضحیة" (الدرالمختار، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر ۲ ۳۵۸-۳۶۰، رشیدیه)

"(قوله وشرائطها) أي شرائط وجوبها قوله والیسار، ولا العقل، والبلوغ؛ لما فیها من خلاف کما یأتي، والمعتبر وجود هذه الشرائط آخر الوقت، وإن لم تکن في أوله کما سیأتي" (ردالمحتار، کتاب الأضحیة: ۳۱۲/۶، سعید)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، الفصل الثاني، نصاب الأضحیة ۳۰۹ ۴، امجد اکیڈمی لاهور)

(۱) راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً

الجواب حامداً ومصلیاً:

چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ چاندی ہے، اگر [illegible] مالیت [illegible] زائد کسی کے پاس قربانی کے ایام میں ہو تو اس پر قربانی واجب ہے(۱)، ۵۰، ۶۰، ۷۰ [illegible] روپیہ میں بڑا (قربانی کے قابل جانور) آتا ہے جس میں سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر لیتے ہیں، نصاب کی قیمت تو اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، اتنے میں تو سات آدمی پندرہ جب ادا کر لیتے ہیں(۲)۔ اور کسی کا سرمایہ ختم نہیں ہوتا ہے، یہی [illegible] (۳) کا مصداق ہے، ورنہ بڑے بڑے سرمایہ داروں کو دیکھا ہے کہ ان کے پاس حج کی گنجائش نہیں

---

(۱) "ما شرائط الوجوب: منها اليسار، وهو ما يتعلق به وجوب صدقة الفطر دون ما يتعلق به وجوب الزكاة ... والموسر في ظاهر الرواية من له مائتا درهم، أو عشرون ديناراً، أو شيء يبلغ ذلك، سوى مسكنه، ومتاع مسكنه، ومركوبه، وخادمه في حاجته التي لا يستغني عنها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الأول: ۲۹۲/۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني، نصاب الأضحية: ۳۰۹/۴، امجد اكيدمى لاهور)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر: ۳۵۸/۲-۳۶۰، سعيد)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه، أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: البقرة عن سبعة، والجزور عن سبعة". (مشكاة المصابيح، باب في الأضحية، الفصل الأول: ۱۲۷/۱، قديمى)

"وأما وجه ذلك من طريق النظر، فإنا قد رأيناهم قد أجمعوا أن البقرة لاتجزئ في الأضحية عن الأكثر من سبعة، وهي من البدن باتفاقهم، فالنظر على ذلك أن تكون الناقة مثلها، لا تجزئ عن أكثر من سبعة". (شرح معاني الآثار، باب البدنة عن كم تجزئ في الضحايا والهدايا: ۳۳۱/۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل في محل إقامة الواجب: ۳۰۱/۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في إعلاء السنن، باب أن البدنة على سبعة: ۲۰۶/۱۷، إدارة القرآن كراچى)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من وجد سعة فلم يضح، فلا يقربن مصلانا". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۸۰۷۴: ۴۱۷/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة هي أم لا، ص: ۲۲۶، قديمى)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الأضحية: ۳۱۸/۸، رشيديه)

ہوتی، نیز وہ قطعہ قربانی کی گنجائش نہیں ہوتی، اس لئے اس شخص کا بخل روکتا ہے۔

لہذا شریعت نے "من وجد سعة" الحدیث (۱) کی حد مقرر کردی ہے اور وہ وہی ہے جس کو احناف نے اختیار کیا ہے۔ محض گوشت خوری کی نیت سے قربانی کے جانور میں اگر کوئی شریک ہوگا تو اس سے دوسرے شرکاء کی قربانی بھی خراب ہوجاوے گی (۲)۔ اگر ثواب کی نیت سے شریک ہو اور قیمت بعد میں دے دے تو مضائقہ نہیں ہے، مگر قیمت دینے کی صورت مسئولہ درست نہیں ہے۔

قربانی کے بڑے جانور میں عقیقہ کی نیت سے بھی شرکت درست ہے (۳)، عقیقہ کے دن کی تعیین مستحب ہے، لازم نہیں (۴)، اگر ایام قربانی میں ولادت ہو تب بھی گنجائش ہے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۵ھ۔

---

(۱) راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً

(۲) "وإن كان شريك الستة نصرانياً أو مريد اللحم لم يجز عن واحد منهم". (البحر الرائق، كتاب الأضحية: ٨/٣٢٥، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الأضحية: ٦/٣٢٦، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن الخ: ٥/٣٠٤، رشيديه)

(۳) "ولو أرادوا القربة الأضحية أو غيرها من القرب أجزأهم، وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت، بأن أراد بعضهم الأضحية وبعضهم جزاء الصيد، وكذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد، ولد له من قبل، كذا ذكر محمد رحمه الله تعالى في نوادر الضحايا". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن الخ: ٥/٣٠٤، رشيديه)

"ولو نوى بعض الشركاء الأضحية، وبعضهم هدي المتعة، وبعضهم دم العقيقة لولادة ولد، ولد له في عامه ذلك جاز عن الكل في ظاهر الرواية". (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، فصل فيما يجوز في الضحايا وما لايجوز: ٣/٣٥٠، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الأضحية، فصل في شروط جواز إقامة الواجب: ٦/٣٠٢، دار الكتب العلمية بيروت)

(۴) عن سمرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغلام مرتهن بعقيقته، =

دوسرے کی طرف سے بلا اجازت قربانی کرنا

سوال [۱۰۰۱۸۹]: مشترک کاروبار اور مشترک آمدنی اور مشترک اخراجات کی بناء پر قربانی اور زکوۃ واجبہ کی ادائیگی کی یہ شکل ہوتی ہے، حساب جانچ کر مشترک زکوۃ ادا کردیتے ہے، قربانی کی شکل یہ ہوتی ہے، خاندان میں کوئی ایک فرد قربانی کے حصوں کا حساب لگا کر مشترک طور پر قربانی کے لئے بیل بکرے وغیرہ خرید لیتا ہے، جن کے خریدنے میں اہل حصص کی رضامندی ہوتی ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صاحب حصہ سفر میں ہوتے ہیں اور ان کی طرف سے مکان پر اعزاء قربانی کردیتے ہیں، تو یہ قربانی درست ہوتی ہے یا نہیں؟

بہشتی زیور، حصہ سوم کی اس عبارت کا مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص یہاں پر موجود نہیں ہے اور کسی دوسرے شخص نے بغیر اس کے امر کے قربانی کردی، تو یہ قربانی صحیح نہیں ہوئی اور اگر کسی جانور میں کسی غائب کا حصہ بدون اس کے امر کے تجویز کردیا، تو ان حصہ داروں کی قربانی بھی صحیح نہیں ہوئی (۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب سب کی اجازت اور رضامندی سے ایسا ہوتا ہے تو زکوۃ اور قربانی سب درست ہے (۲)، بہشتی

= يذبح عنه يوم السابع، ويسمى، ويحلق رأسه" قال الإمام الترمذي: "والعمل على هذا عند أهل العلم، يستحبون أن يذبح عن الغلام العقيقة يوم السابع، فإن لم يتهيأ يوم السابع فيوم الرابع عشر، فإن لم يتهيأ عق عنه إحدى وعشرين". (جامع الترمذي، أبواب الأضاحي، باب ماجاء في العقيقة: ١/٢٧٨، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ١٧/١١٥، إدارة القرآن كراچی)

(۵) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۱۲۹

(۱) (بہشتی زیور، حصہ سوم، قربانی کا بیان، ص: ۲۳۴، ۲۳۵، دارالاشاعت)

(۲) "ولو ضحى ببدنة عن نفسه وعرسه وأولاده ليس هذا في ظاهر الرواية، وقال الحسن بن زياد في كتاب الأضحية: إن كان أولاده صغاراً، جاز عنه وعنهم جميعاً في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله تعالى، وإن كانوا كباراً، إن فعل بأمرهم جاز عن الكل في قول أبي حنيفة وأبي يوسف رحمه الله تعالى، وإن فعل بغير أمرهم أو بغير أمر بعضهم، لا تجوز عنه ولا عنهم في قولهم جميعاً، لأن نصيب من لم يأمر صار لحماً، فصار الكل لحماً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب السابع في التضحية عن الغير وفي التضحية بشاة الغير عن نفسه: ٥/٣٠٢، رشيديه)

زیور کی عبارت منقولہ کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی کی طرف سے بغیر اس کے امر کے قربانی کردیتا ہے، تو اس کے ذمہ سے واجب ادا نہیں ہوگا اور اگر کسی قربانی میں حصہ اس کی طرف سے دیتا ہے کہ گوشت دے کر پیسے وصول کردے گا تو یہ درحقیقت اس کی طرف سے قربانی نہیں ہوئی، بلکہ اس کے ساتھ گوشت کی بیع ہوئی، جس سے دوسرے شرکاء کی قربانی بھی خراب ہوجائے گی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ۔

کسی کے کہنے سے اپنا جانور اس کی طرف سے مفت قربان کرنا

سوال [۱۱۱۹۰]: ایک شخص پردیس میں ہے اور صاحب نصاب ہے، اپنے رشتہ دار کے یہاں خط لکھ دیتا ہے کہ آپ کے یہاں جو بکرا ہے، اس کو میری طرف سے قربانی کردیں اور رشتہ دار بلا عوض شخص مذکور کی طرف سے قربانی کردیتا ہے، اب یہ قربانی درست ہے یا نہیں؟ وجہ جواز تو ازن ہے جو کہ فرائض و وجوبات قربانی کے لئے کافی ہے، لیکن اشکال یہ ہے کہ جب رشتہ دار بلا عوض کے دے رہے ہیں، تو ہبہ ہوگیا اور بکرا تو منقولات میں سے ہے اور شئی منقولات میں قبضہ شرط ہے، جو یہاں مفقود ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

آمر نے مامور کو وکیل بنادیا، اقتضاءً وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۱۴۰۰ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة ۵۲۴/۲، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، فصل فيما يجوز في الضحايا ومالايجوز: ۳۵۰/۳، رشيديه)

(۱) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۲) "يعني أن المؤكل صار قابضاً بقبض الوكيل، بدليل أن هلاكه في يد الوكيل كهلاكه في يد المؤكل" (فتح القدير، كتاب الوكالة، باب الوكالة في البيع والشراء ۸/۳۳، رشيديه) =

کیا حرام مال ملک میں ہو تب بھی قربانی واجب ہوگی؟

سوال[۱۱۱۹۱]: اگر کسی کی ملک میں ایام نحر میں اتنا مال آجائے کہ جس پر قربانی واجب ہوتی ہے، اگرچہ حرام ہی طریقہ سے ہو تو کیا قربانی اس پر واجب ہوگی؟ کیا وظائف مالیہ میں حرام حلال دونوں کا یکساں حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے طریقہ پر مال آیا ہے کہ ملک ہی ثابت نہیں ہوتی، جیسے سرقہ، تو اس پر قربانی واجب نہیں ہوگی (۱)، اگر ایسے طریقہ پر آیا ہے کہ ملک ثابت ہوتی ہے، جیسے بیوع فاسدہ، تو قربانی واجب ہو جائے گی۔

"لأن البيع الفاسد يفيد الملك وإن كان يجب فسخه اهـ"(۲).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "لأن المؤكل صار قابضاً بقبض وكيله، فكان هلاكه في يد الوكيل كهلاكه في يد المؤكل".

(المبسوط للسرخسي، كتاب الوكالة، باب الوكالة في الدم والصلح (الجزء ۱۹) ۱۰/۱۲۸، حبيبيه كوئٹه)

"وقال محمد على المؤكل، لأن قبض الوكيل كقبضه، فوقع القبض أولاً للمؤكل"

(ردالمحتار، كتاب الإجارة: ۱۳/۶، سعيد)

(۱) "وفي القنية: لو كان الخبيث نصاباً لا يلزمه الزكاة، لأن الكل واجب التصدق عليه، فلا يفيد إيجاب التصدق ببعضه" اهـ (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم ۲/۲۹۱، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الثاني في المصرف ۴/۸۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، مايمنع وجوب الزكاة ۲/۲۹۸، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "وأيضاً حكم الفاسد، أنه يفيد الملك بالقبض" (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد ۵/۴۹، سعيد)

"وحكم الفاسد أنه لايفيده بمجرده، بل بالقبض" (البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۱۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الحادي عشر في أحكام البيع الغير الجائز ۳/۱۴۶، ۱۴۷، رشيديه)

باب فیما یجوز من الأضحیة ومالایجوز

(قربانی کے لئے افضل اور جائز اور ناجائز جانور کا بیان)

بکری، ہرن کے جوڑ سے پیداشدہ بچہ کی قربانی کرنا

سوال[۱۱۱۹۲]: بکری جوکہ ہرن سے جوڑ کھا کر بچہ دے، اس بچہ کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ بکری کے حکم میں ہوگا یا ہرن کے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جانوروں کے متعلق ایک ضابطہ ''الاشباہ والنظائر'' میں لکھتے ہیں ... کہ ''وحشی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے، جو حکم ماں کا وہی بچہ کا''(۱)۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس بچہ کی ماں بکری ہے اور باپ ہرن، اس کی قربانی درست ہوگی۔

مگر ایک دوسرا قاعدہ بھی لکھتے ہیں

''إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام''(۲)۔ یعنی: ''جب حرام

---

(۱) في شرح الحموي "وعبارة الهداية في الأضحية والمولود بين الأهلي والوحشي يتبع الأم، لأن الأصل في التبعية الأم" (شرح الحموي على الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، الفن الأول في القواعد الكلية: ۱/۳۰۳، إدارة القرآن كراچی)

"والمتولد بين الأهلي والوحشي يتبع الأم" (الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس: ۵/۲۹۷، رشيديه)

(۲) (الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية، الفن الأول، ص: ۱۲۱، دارالفكر بيروت)

"وقال عليه السلام "ما اجتمع الحلال والحرام إلا وقد غلب الحرام على الحلال" (المبسوط للسرخسي، كتاب الصلاة، باب الشهيد: ۲/۹۲، مكتبه حبيبه كوئٹه)

وحلال مخلوط ہوجائیں، تو حرام کا اثر غالب رہے گا"۔

بکری کی قربانی درست، ہرن کی نادرست، ان کے اختلاط کے نتیجہ میں قربانی نادرست ہونی چاہیے۔قول اول راجح ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۱۳۹۹/۹/۴ھ۔

دیوانہ جانور کی قربانی

سوال[۱۱۱۹۳]: کیا دیوانہ جانور کی قربانی جائز ہے،دیوانہ کے معنی بالکل پاگل کے ہیں،یا کچھ اور بھی معنی آتے ہیں؟ہمارے یہاں دیوانہ کے معنی بالکل (پاگل) کے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دیوانہ وپاگل قربانی سے مانع نہیں،جب کہ وہ پاگل جانور چرتا ہو،اگر نہ چرتا ہو،تو اس کی قربانی درست نہیں۔

"ویضحی بالجماء والخصي والثولاء أي: المجنونة إذا لم یمنعها من السوم والرعي، وإن منعها لاتجوز التضحیة بها" (درمختار، شامي نعمانیه: ۲۰۵/۵)(۲)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۹۴/۱۲/۱۶ھ۔

= (وکذا في الدرالمختار، کتاب الطهارة، أرکان الوضوء أربعة ۱/۱۴۲، سعید)

(۱) "ولو نزا ظبي علی شاة، قال عامة المشائخ یجوز" (حاشیة الشلبي علی تبیین الحقائق، کتاب الأضحیة: ۲۸۳/۶، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في الدرالمختار، کتاب الأضحیة: ۳۲۲/۶، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الأضحیة، الباب الخامس الخ ۲۹۷/۵، رشیدیه)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الأضحیة: ۳۲۳/۶، سعید)

"وتجوز الثولاء، وهي المجنونة، إلا إذا کان ذلک یمنع الرعي والاعتلاف فلا تجوز" (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الأضحیة، الباب الخامس في بیان محل إقامة الواجب ۲۹۸/۵، رشیدیه)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الأضحیة ۳۲۳/۸، رشیدیه)

کیا انڈے کی بھی قربانی ہوتی ہے؟

سوال[۱۱۱۹۲]: بعض آدمی کہتے ہیں کہ انڈے کی بھی قربانی ہوتی ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟ مسائل کی کتابیں بھی تحریر کردیں، تاکہ ان سے معلومات حاصل کیا کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

انڈے کی قربانی سے واجب ادا نہیں ہوتا اور نہ اس کی قربانی واجب ہوتی ہے(۱)، البتہ اونٹ، بکری، مرغی، انڈا ان چاروں میں جو فرق ہے بعض اعمال صالحہ کے متعلق اس فرق کو بتایا گیا ہے، کہ فلاں عمل کا ثواب اونٹ کی قربانی کے برابر ہے اور فلاں کا بکری کی قربانی کے برابر، فلاں کا مرغی کی قربانی کے برابر، فلاں کا انڈے کی قربانی کے برابر(۲) اور جس طرح کے لفظ قربانی اردو میں بولا جاتا ہے کہ کچھ قربانی دینی چاہیے، چندہ کی پیسے کی ہوں، اس سے سمجھ لیجئے۔

---

(۱) "وأما جنسه: فهو أن يكون من الأجناس الثلاثة: الغنم أو الإبل أو البقر، ويدخل في كل جنس نوعه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس الخ: ۵/۲۹۷، رشيديه)

"(و) صح (الثني) فصاعداً من الثلاثة" (الدرالمختار) "(قوله: من الثلاثة) أي: الآتية، وهي الإبل والبقر بنوعيه، والشاة بنوعيه (قوله: والجاموس) نوع من البقر، وكذا المعز نوع من الغنم بدليل ضمها في الزكاة، بدائع". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۴/۱۶۴، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "عن ابن شهاب قال: أخبرني أبوعبدالله الأغر، أنه سمع أبا هريرة رضي الله تعالى عنه يقول: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا كان يوم الجمعة كان على كل باب من أبواب المسجد ملئكة يكتبون الأول فالأول ومثل المهجر كمثل الذي يهدي بدنة ثم كالذي يهدي بقرةً ثم كالذي يهدي الكبش، ثم كالذي يهدي الدجاجة، ثم كالذي يهدي البيضة" (صحيح مسلم، كتاب الجمعة، فصل تكتب الملائكة على أبواب المساجد الخ: ۱/۲۸۲، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه يبلغ به النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا كان يوم الجمعة فالمهجر إلى الصلاة كالمهدي بدنة، ثم الذي يليه كالمهدي بقرة، ثم الذي يليه كالمهدي كبشاً، حتى ذكر الدجاج والبيضة" (سنن النسائي، كتاب الجمعة، باب التكبير إلى الجمعة: ۱/۲۰۶، قديمی) =

مسائل کی کتابیں بے شمار ہیں، فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، امداد الفتاویٰ، ان دونوں میں بے شمار مسائل ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

(ومشکاۃ المصابیح، کتاب الصلاۃ، باب الجمعۃ، باب الخطبۃ والصلاۃ، ص ۱۲۲، قدیمی)

باب مایکون عیبا في الأضحیة ومالایکون

(قربانی میں عیب کا بیان)

جس بکرے کے دانت گھس گئے ہوں، اس کی قربانی کا حکم

سوال[۱۱۱۹۵]: ایک بکرا قربانی کے لئے خریدا گیا، لیکن اس کے دانت چرنے کی وجہ سے گھس کر بہت چھوٹے چھوٹے رہ گئے ہیں اور مسوڑوں کے برابر ہوگئے ہیں، منہ کھولنے پر سارے دانت اچھی طرح نظر آتے ہیں، ٹوٹے ہوئے نہیں ہیں، کیا اس بکرے کا شمار ہتماء(۱) میں ہوگا، جب کہ ہتماء میں دانتوں کا جڑ سے اکھڑنا مراد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ وہ ان دانتوں سے چرتا اور اپنی روزی حاصل کرتا ہے، تو اس کا حکم ایسے بکرے کی طرح نہیں ہوگا، جس کے دانت اکھڑ گئے ہوں اور چرنے سے معذور ہوگیا ہو، لہٰذا اس کی قربانی میں کوئی شبہ نہ کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ہتماء اس جانور کو کہتے ہیں جس کے دانت نہ ہوں"۔

"الهتماء هي التي لا أسنان لها من الإبل والبقر والشاة" (مجموعة قواعد الفقه، الرسالة الرابعة، التعريفات الفقهية: ص ۵۵۱، میر محمد کتب خانه کراچی)

(۲) "وأما الهتماء وهي التي لا أسنان لها، فإن كانت ترعى وتعتلف، جازت وإلا فلا كذا في البدائع" وهو الصحيح، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب: ۲۹۸/۵، رشيديه)

"ولا يجوز بالهتماء التي لا أسنان لها إن كانت لا تعتلف، وإن كانت تعتلف جاز، وهو الصحيح". (البحرالرائق، كتاب الأضحية: ۲۲۳/۸، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الأضحية: ۳۲۰/۴، رشيديه)

باب الشركة في الأضحية

(قربانی میں شرکت کا بیان)

ایک گائے کی قربانی میں ساتواں حصہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رکھنا

سوال[۱۱۱۹۶]: اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے ایک گائے قربان کرے اور اسی گائے میں اور چھ آدمیوں کے نام شامل کردے، تو اس سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخی تو نہیں ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ بھی درست ہے(۱)، اس میں گستاخی نہیں، بلکہ توقع ہے کہ حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے سب قربانی قبول ہوجائے گی، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام امت کی طرف سے قربانی کی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "عن الحكم عن حنش قال: رأيت علياً رضي الله تعالى عنه يضحي بكبشين، فقلت له: ما هذا؟ فقال: إن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أوصاني أن أضحي عنه، فأنا أضحي عنه". (سنن أبي داود، باب الأضحية عن الميت: ۳۷/۲، مكتبه رحمانيه لاهور)

"من ضحى عن الميت يصنع كما يصنع في أضحية نفسه من التصدق، والأكل والأجر للميت والملك للذابح". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۳۲۶/۶، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الأضاحي، باب التضحية عن الميت: ۲۶۸/۱۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا أراد أن يضحي، اشترى كبشين عظيمين سمينين أقرنين أملحين موجوئين، فذبح أحدهما عن أمته لمن شهد لله بالتوحيد وشهد له بالبلاغ وذبح الآخر عن محمد وعن آل محمد صلى الله تعالى عليه وسلم". (سنن -

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۲/۸۹ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

(ابن ماجة، أبواب الأضاحي، باب أضاحي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۲۲۵، قديمي)

(وكذا في شرح معاني الآثار للطحاوي رحمه الله تعالى، كتاب الصيد والذبائح والأضاحي، باب الشاة عن كم تجزئ أن يضحى بها: ۲/۳۳۲، سعيد)

"وقد صح أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ضحى بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عمن لم يذبح من أمته". (ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۶، سعيد)

باب في قسمة اللحم ومصرفه وبيعه

(قربانی کے گوشت کی تقسیم مصرف اور بیع کا بیان)

قربانی کا گوشت ہندو کو دینا

سوال[۱۱۱۹۷]: قربانی کا گوشت ہندو کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس قربانی کا گوشت صدقہ کرنا واجب نہیں، وہ گوشت ہندو کو دینا جائز ہے(۱)، بشرطیکہ کسی معاوضہ میں نہ ہو(۲)، لیکن بہتر یہ ہے کہ دیندار آدمی کو دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ويهب منها ماشاء للغني والفقير والمسلم والذمي" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب: ۵/۳۰۰، رشيديه)

"وللمضحي أن يهب كل ذلك، أو يتصدق، أو يهديه لغني، أو فقير مسلم، أو كافر" (إعلاء السنن، باب بيع جلد الأضحية: ۱۷/۲۵۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الأضحية: ۴/۱۶۶، سعيد)

(۲) "ولا يعطي أجر الجزار منه، لأنه كبيع" (الدر المختار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۸، سعيد)

"(قوله: لأنه كبيع) أي من الجزار بأجرة، ولقوله عليه السلام لعلي رضي الله تعالى عنه، تصدق بجلالها وخطامها، ولا تعط الجزار شيئاً منها والمعنى أنه لا أضحية له كاملة" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الأضحية: ۴/۱۶۶، دار المعرفة بيروت)

"ولا يعطي الجازر بأجرته منها شيئاً ولأن ما يدفعه إلى الجزار أجرة عوض عن عمله وجزارته، ولا تجوز المعاوضة بشيء منها" (إعلاء السنن، كتاب الأضاحي، باب التصدق بلحوم الأضاحي وغيرها: ۱۷/۲۶۷، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب الأضحية: ۷/۴۸۶، دار الكتب العلمية بيروت)

باب في مصرف جلد الأضحية

(قربانی کی کھال کے مصرف کا بیان)

چرمِ قربانی کی قیمت کنواں بنوانے میں استعمال کرنا

سوال[۱۱۱۹۸]: کیا چرمِ قربانی کی قیمت کی ایک کنویں کی تعمیر میں صرف کیا جاسکتا ہے؟ مسلمانوں کے محلہ میں کنواں ہے، جو گر چکا ہے، محلہ کے مسلمان غریب ہیں، جو چندہ سے نہیں بنواسکتے، پانی کی سخت قلت ہے، اس کنویں کا پانی مسجد میں بھی استعمال ہوتا ہے، ایسی صورت میں قربانی کے چمڑوں کی قیمت سے کنواں منہدم کرکے بنوانا چاہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

قربانی کرنے والا چمڑا اگر فروخت کرے تو قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے(۱)، کسی غریب کو وہ قیمت دی جائے، اگر وہ مالک ہونے اور قبضہ کرنے کے بعد کنواں بنانے کے لئے دے دے تو تعمیر میں خرچ کرنا درست ہے(۲)۔

---

(۱) "فإن بيع اللحم أو الجلد أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه" (الدرالمختار، كتاب الأضحية: ۳۲۸/۶، سعيد)

"فإن بدل اللحم أو الجلد، يتصدق به" (مجمع الأنهر، كتاب الأضحية: [illegible]، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الدر المنتقى في شرح الملتقى، كتاب الأضحية: [illegible]، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) "فإن أراد الحيلة، فالحيلة أن يتصدق به المتولي على الفقراء يدفعونه إلى المتولي، ثم المتولي يصرف إلى ذلك" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثاني عشر في الرباط والمقابر: ۴۷۳/۲، رشيديه)

"وإنما يصرف إلى الفقراء لا غير، ولو صرف إلى المحتاجين ثم إنهم أنفقوا في عمارة الرباط –

باب المتفرقات

جس چھری سے قربانی کی جائے، کیا اس میں تین سوراخ کا ہونا ضروری ہے؟

سوال[۱۱۱۹۹]: جس چھری میں تین سوراخ نہیں ہیں، اس سے قربانی جائز نہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات کہ جس چھری میں تین سوراخ نہ ہوں، اس سے قربانی نہیں ہوتی، شرعاً بے اصل ہے، غلط ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خطرۂ جان کے وقت قربانی نہ کرنا

سوال[۱۱۲۰۰]: آپ خوب واقف ہیں کہ ہندو قوم کو مسلمانوں کے ذبیحہ کے معاملہ میں سخت نفرت اور دشمنی ہے اور یہ بہت بڑا اختلافی مسئلہ ہے۔ پس ایسے حالات میں جب کہ شہر کی فضا حد درجہ مکدر و پرآشوب ہے، قربانی (جانور ذبح کرنے) کے بجائے اپنی حیثیت کے مطابق جانور یا نقد یا حصہ کی قیمت بقدر نقد رقم مساکین، غرباء، مدارس وغیرہ میں دی جاسکتی ہے یا کسی اور قومی فلاح وبہبود کی مد میں صرف کی جاسکتی ہے یا مقامی طور پر تباہ حال مظلوم مستحق مسلمانوں کو دی جاسکتی ہے، جیسا کہ یہاں کے حالات کا تقاضا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قربانی کرنے میں جان کی قربانی دینی پڑے، بغیر اس کے قربانی نہ کی جاسکے، تو قربانی ترک کرے ایام قربانی کے بعد ہر شخص مقدار واجب کی قیمت مستحقین غرباء کو صدقہ کردے، خواہ تباہ حال مسلمان ہوں یا دیگر

کتاب العقیقة

(عقیقہ کا بیان)

عقیقہ کا دن

سوال [۱۱۲۰۳]: عقیقہ بچہ کی پیدائش کے کتنے روز کے بعد سنت ہے؟ اگر خام گوشت تقسیم کر دیا جائے، تو عقیقہ ہو جائے گا یا اس کا کھانا پکا کر کھلانا چاہیے اور کون لوگ کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقیقہ بچے کے پیدائش کے ساتویں روز کرنا چاہیے۔

"يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه، ويحلق رأسه، ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضةً، أو ذهباً، ثم يعق عند الحلق"

شامي نعمانيه: ۵/۲۱۳(۱).

اگر ساتویں روز نہ کر سکے، تو چودھویں روز، ورنہ اکیسویں روز (۲)، علی ہذا القیاس پیدائش سے ایک

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الأضحية: ۶/۳۳۶، سعيد)

(۲) "عن سمرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الغلام مرتهن بعقيقته، يذبح عنه يوم السابع، ويسمى، ويحلق رأسه". قال الإمام الترمذي: والعمل على هذا عند أهل العلم، يستحبون أن يذبح عن الغلام العقيقة يوم السابع، فإن لم يتهيأ يوم السابع فيوم الرابع عشر، فإن لم يتهيأ عق عنه يوم إحدى وعشرين". (جامع الترمذي، أبواب الأضاحي، باب ما جاء في العقيقة: ۱/۲۷۸، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ۱۷/۱۱۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الذبائح: ۲/۲۳۳، مكتبه ميمنيه مصر)

روز پہلے، پھر ساتویں ماہ میں، پھر ساتویں سال میں غرضیکہ عدد کی رعایت بہتر ہے۔ کذا فی مالا بد منہ(۱)

اور جو بالغ ہوجائے اور اس کا عقیقہ نہ کیا گیا ہو، تو وہ خود اپنا عقیقہ کرے۔

"ویسن أن یعق عن نفسه من بلغ ولم یعق عنه" فتاوی حامدیة: ٤/٢٣٣(٢).

خام گوشت تقسیم کرنے سے بھی سنت ادا ہوجاتی ہے اور پکا کر کھلانے سے بھی۔

"ويفرق لحماً نيئا وطبخه بحموضة الخ". شامی نعمانیه(٣).

کھانے میں امیر غریب سب شریک ہوسکتے ہیں۔

"ويأكل، ويطعم، ويتصدق" فتاوی حامدية(٤).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۱۱/۱۴۰۱ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۵/ ذیقعدہ/۱۴۰۱ھ۔

شادی میں عقیقہ کرنا

سوال[۱۱۲۰۴]: سائل کا بیان ہے کہ یہاں لڑکیوں کی شادی ہے اور ہیں ان کی شادیوں میں

---

(۱) "بعد ولادت ہفتم روز یا چہاردہم یا بست وہم و بہمیں حساب یا بعد ہفت ماہ یا ہفت سال عقیقہ بکند، غرض رعایت عدد ہفت بہتر است"۔ (مالابد منہ فارسی، رسالہ احکام عقیقہ، ص:۱۴۰، قدیمی)

(۲) (تنقیح الفتاوی الحامدیة، کتاب الذبائح: ۲/۲۳۳، إمدادیه)

"عن الحسن البصري: إذا لم يعق عنك، فعق عن نفسك وإن كنت رجلاً" (إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ١٢١/١٧، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فتح الباري، كتاب العقيقة، باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة: ٥٩٤/٩، دار المعرفة بيروت)

(۳) (ردالمحتار، کتاب الأضحية: ٦/٣٣٦، سعيد)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الذبائح: ٢/٢٣٣، إمداديه كوئٹه)

(٤) "ويأكل أهلها من لحمها ويتصدقون منها" (موطأ الإمام مالك، كتاب العقيقة، ص: ٤٩٤، ٤٩٥، قديمي)

(وكذا في أوجز المسالك، كتاب العقيقة: ٤/٢١٢، ٢١٣، إمداديه ملتان)

بچوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہوں، میرا خیال ہے کہ ایک جانور سے ہی اس شادی میں شامل کروں اور اپنے عزیزوں اور بارات والوں کو سب کی خدمت میں کھانا، اگر ایسا جائز ہو، تو مطلع فرمائیں۔ میں عقیقہ کے لئے بھینس یا اس کی نسل کا جانور لینا چاہتا ہوں اور عقیقہ میں دو ایک لڑکی شامل ہے، جس کی بارات آرہی ہے اور تین لڑکے، تین کس طریقے سے۔ یہ جانور میں تین لڑکوں اور ایک لڑکی کا عقیقہ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ بوضاحت جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ ایک بھینس یا اس نسل کا جانور جس کی قربانی درست ہو، ذبح کریں اور تین لڑکوں اور لڑکی کے عقیقہ کی نیت اس میں کریں اور شادی میں جو مہمان آئیں ان کو بھی اس کا گوشت کھلادیں، تو شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۹ھ۔

عقیقے میں گائے، بھینس کو ذبح کرنا

سوال[illegible]: ایک قربانی سے دو بچوں کے عقیقہ میں بھینس وغیرہ، نیز صرف ایک بچے کے عقیقہ میں پورے بڑے جانور سے عقیقہ درست ہوجائے گا یانہیں؟

---

(۱) "قد علم أن الشرط قصد القربة من الكل. وشمل ما لو كانت القربة واجبة على الكل أو البعض، اتفقت جهاتها أو لا، كالأضحية والإحصار... وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد من قبل... ولم يذكر الوليمة، وينبغي أن تجوز لأنها تقام شكراً لله تعالى على نعمة النكاح" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۳۲۶/۶، سعيد)

وكذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد... ولم يذكر ما إذا أراد أحدهم الوليمة، وهي ضيافة التزويج، وينبغي أن تجوز" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن: ۳۰۴/۵، رشيدية)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب التضحية، فصل في شروط جواز إقامة الواجب: ۳۰۲/۶، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہوجائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۸۵ھ۔

عقیقہ میں لڑکے کا ایک حصہ رکھنا

سوال [۱۲۰۶]: زید اپنے بچوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے، جن میں دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے، تو کیا ان بچوں کے لئے ایک بھینس کافی ہو سکتی ہے؟ یا ہر ایک لڑکے کی جانب سے دو، دو حصہ لگانا ضروری ہے اور پھر اس کے عقیقہ نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک روایت میں لڑکے کی طرف سے ایک بکرے کے عقیقہ کو کافی قرار دیا ہے (۲)، اگرچہ لڑکوں کی

---

(۱) "من ولد له غلام، فليعق عنه من الإبل، أو البقر، أو الغنم، دليل على جواز العقيقة ببقرة كاملة أو ببدنة كذلك". (فتح الباري، باب العقيقة: ۵۹۳/۹، دار المعرفة بيروت)

"عن قتادة عن أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه أنه كان يعق عن بنيه بالجزور". (تحفة المودود بأحكام المولود، الفصل السادس عشر، ص: ۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"وفي قوله: "من ولد له غلام فليعق عنه من الإبل أو البقر أو الغنم" دليل على جواز العقيقة ببقرة كاملة أو ببدنة كذلك". (إعلاء السنن، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ۱۱۷/۱۷، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وروى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه عق عن الحسن بن علي بشاة". (جامع الترمذي، باب الأذان في أذن المولود: ۲۷۸/۱، سعيد)

"قوله عق عن الحسن بن علي بشاة، شیخ عبدالحق در ترجمہ مشکوۃ گفتہ: ازیں حدیث معلوم شد کہ عقیقہ بیک گوسفند ہم می باشد...، وصاحب سفر السعادت گفتہ کہ حدیث شاۃ واحدۃ صحیح است، ولیکن حدیث "عن الغلام شاتان" اقوی واصح است، زیرا کہ جماعت از صحابہ آنرا روایت کردہ اند"۔ (العرف الشذي على جامع الترمذي، باب الأذان في المولود: ۲۷۸/۱، سعيد)

"عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: عق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن=

طرف سے ایک ایک حصہ ہوں اور ایک لڑکی کی طرف سے ہو، اور ایک بھینس اس مقصد کے لئے ذبح کردی جائے، تب بھی اس کا عقیقہ ہوجائے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۷ھ۔

کیا ماں باپ عقیقہ کا کھانا کھاسکتے ہیں؟

سوال [۱۱۲۰۷]: عقیقہ کے کھانے کو ماں باپ کھاسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عقیقہ کے کھانے میں ماں باپ سب شریک ہوسکتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= الحسن بشاة الخ". (مشكاة المصابيح، باب العقيقة، ص: ۳۶۲، قديمى)

(۱) "ولو ذبح بدنة أو بقرة عن سبعة أولاد، أو اشترك فيها جماعة، جاز، سواء أرادوا كلهم العقيقة، أو أراد بعضهم العقيقة، وبعضهم اللحم". (إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة: ۱۱۹/۱۷، إدارة القرآن كراچى)

"ولو أرادوا القربة الأضحية أو غيرها من القرب، أجزأهم، سواء كانت القربة واجبة أو تطوعاً، وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت، بأن أراد بعضهم الأضحية، وبعضهم جزاء الصيد، وبعضهم هدي الإحصار ... وكذلك إن أراد بعضهم العقيقة عن ولد ولد له من قبل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا: ۳۰۴/۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمحتار مع ردالمحتار، كتاب الأضحية: ۳۲۶/۶، سعيد)

(۲) "فائدة: في حديث عائشة رضي الله تعالى عنها الذي أودعناه في المتن دلالة على استحباب أن لايكسر للعقيقة عظم، وأنه يستحب الأكل منها، والإطعام، والتصدق كما في الأضحية، فما اشتهر على ألسنة العوام أن جدي المولود لايأكلون منها، لا أصل له". (إعلاء السنن، كتاب العقيقة، باب أفضلية ذبح شاة في العقيقة: ۱۱۸/۱۷، إدارة القرآن كراچى)

"ويأكل أهلها من لحمها ويتصدقون منها". (موطأ الإمام مالك، كتاب العقيقة، ص: ۴۹۴، ۴۹۵، قديمى) =

ایضاً

سوال[۱۱۲۰۹] عقیقہ کے گوشت میں سے بچے کے والدین اور تمام اصول وفروع کھاسکتے ہیں یا کہ نہیں؟ اگر نہیں تو مخالفت کس وجہ کی ہے اور اگر کھاسکتے ہیں تو کیا کسی کراہت کے ساتھ یا بلا کراہت کے اور رسالہ عقیقہ مصنفہ حضرت مولانا نظام الدین میں صفحہ ۷ پر لکھا ہوا ہے:

> "اور یہ جو مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، پوتی پوتا، نہ کھاویں، سو مسلمانوں کی رسم ہے۔ "ما رآه المسلمون حسناً فهو عند الله حسن"(۱)۔ بلکہ خاتم المحدثین نے حدیث "كل غلام مرتهن بعقيقته"(۲) سے نکالا کہ اس حدیث میں "رهن" کا لفظ گروی کے معنی میں ہے، فدیہ دینے پر دلالت کرتی ہے، اس واسطے ماں باپ وغیرہ تو اس کی طرف سے فدیہ دینے والے کا ارادہ رکھتے ہیں، جس کا کھانا مکروہ ہے، چنانچہ کل سب مسلمانوں کی عادت جاری ہے کہ ماں باپ اس گوشت کو نہیں کھاتے اور فقیہ، کے فہم کے بموجب اس حدیث میں اس معنی کی طرف لطیف اشارہ ہے"۔

چنانچہ یہ تقریر "تحفة المسلمین فی بیان النکاح والصداق" میں موجود ہے، جس رسالہ کا حوالہ دیا ہے، اس میں یہ مضمون ص ۲۱ پر بغیر معنی موجود ہے، لہذا ان تصریحات کی بناء پر کراہت ہوگی یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو ان عبارات کا کیا مطلب ہے؟ اور دیگر فقہاء کرام کی عبارت بھی تحریر فرمائیں اور یہ عبارت اگر حدیث وفقہ کی رو سے صحیح نہ ہو تو بالتفصیل اس پر رد کریں کیونکہ محدثین کا قاعدہ ہے کہ جرح مبہم بالخصوص مواقع نزاع میں غیر مسموع ہوتی ہے، اس لئے جس طرح اس میں تفصیل سے کراہت کو ثابت کیا ہے، اسی

— "قال الموفق: وسبيله في الأكل والهدية والصدقة سبيل الأضحية، ولكن يأكل أهل البيت والجيران". (أوجز المسالك، كتاب العقيقة: ۲۱۲/۴، ۲۱۳، إمداديه ملتان)

(۱) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۳۵۹۹، ۲۲۲/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث سمرة بن جندب رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۱۹۶۷۲، ۲۶۷/۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

كتاب الحظر والإباحة

باب الأكل والشرب

الفصل الأول في الأكل مع الكفار

(کفار کے ساتھ کھانا کھانے کا بیان)

غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا

سوال [۱۱۲۰۹]: ۱- میرے کمرے میں تین اشخاص ہیں، جس میں میں ایک مسلم ہوں اور دونوں ساتھی غیر مسلم ہیں، جس میں سے ایک ہریجن چمار (سیوڈل کاسٹ) ہے، دوسرا بیک وارڈ ہے، میری طبیعت ان کے ساتھ کھانا کھانے وغیرہ کی بالکل نہیں کرتی اور میں اپنا سب کچھ الگ کرتا ہوں، مگر پھر بھی وہ میرے برتن وغیرہ استعمال کرتے رہتے ہیں، اس بارے میں کیا کروں، کیا مسئلہ ہے، الگ رہنے کا بھی کوئی انتظام نہیں ہے۔

۲- اگر میں کہیں کام وغیرہ سے ڈاک پتھر وغیرہ جاتا ہوں یا کوئی دعوت دیتا ہے اور S.C کا آدمی ہے تو میرے لئے کیا حکم ہے؟ بس اس کشمکش میں بہت رہتا ہوں اس لئے آپ سے یہ مشورہ اور مسئلہ معلوم کررہا ہوں اگر غیر مسلم مہمان آجائے تو کیا کیا جائے؟

۳- کھانا بنانے والا اگر غیر مسلم ہو تو کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳... کوئی شخص اپنی ذات اور پیشہ کے اعتبار سے چمار ہو یا چوہڑا ہو، جب وہ نجاست میں سے

الفصل الثاني في سنن الأكل وآدابه

(کھانے کی سنتوں اور آداب کا بیان)

انڈا توڑتے ہوئے کیا پڑھے؟

سوال [۱۱۲۱۰]: انڈا کھانے کے وقت پھوڑتے ہوئے دعا یا کچھ پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بسم اللہ پڑھ کر کھالیا جائے (۱)، اس کا کھانا جائز ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

کچی پیاز کھانے میں ملا کر کھانا

سوال [۱۱۲۱۱]: ہمارے یہاں پیاز چٹنی میں ملا کر کھایا کرتے ہیں، کیا اس طرح سے کچی پیاز چٹنی میں ملا کر کھانا درست ہے یا پکا کر ہی کھانا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح کھانا بھی حرام نہیں (۲)، لیکن منہ کا اس سے صفائی ضروری ہے، مسجد میں اسی حالت میں جانا

---

(۱) "سنة الأكل البسملة أوله والحمد له آخره" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة ۶/۳۴۰، سعید)

وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل ۵/۳۳۷، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة ۴/۱۷۰، دار المعرفة بيروت)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه قال: كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذا أتي بطعام، أكل منه وبعث بفضله إليّ، وإنه بعث إليّ يوماً بفضلة لم يأكل منها، لأن فيها ثوماً فسألته: أحرام هو؟ قال: "لا، ولكني أكرهه من أجل ريحه" (صحيح مسلم، كتاب الأطعمة، باب إباحة أكل =

کہ پیاز وغیرہ کی بدبو ساتھ ہو منع ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۵/۳/۹۲ھ۔

عقیقہ کا کھانا چماروں کے ہاتھوں سے کھلوانا

سوال [۱۲۰۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں: ایک مسلمان نے عقیقے میں

= الثوم، ص: ۹۱۲، دار السلام)

"فأفاد هذا الحديث أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يجتنب الثوم من أجل كراهته الطبيعية، ومن أجل أنه عليه الصلاة والسلام كان يكره أن يناجي ربه أو يخاطب ملائكته وفي فمه رائحة ثوم أو بصل". (تكملة فتح الملهم، كتاب الأطعمة، باب إباحة أكل الثوم: [illegible]، مكتبة دار العلوم ديوبند)

"اختلف العلماء في أكل البصل والثوم وما له رائحة كريهة من سائر البقول، فذهب جمهور العلماء إلى إباحة ذلك، [illegible] في ذلك، وذهبت طائفة من أهل الظاهر القائلين بوجوب الصلاة في الجماعة فرضاً - إلى المنع، وقالوا: ما منع من إتيان الفرض وأداءه فحرام عمله والتشاغل به، واحتجوا بأن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم سماها خبيثة، والله عز وجل قد وصف نبيه عليه الصلاة والسلام بأنه يحرم الخبائث. ومن الحجة للجمهور، ما ثبت عن جابر رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أتي ببدر فيه خضرات من بقول فوجد لها ريحاً ... قال: كل فإني أناجي من لا تناجي". (أحكام القرآن للقرطبي: [illegible]، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس". متفق عليه (مشكوة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: [illegible]، قديمي)

"(قوله: وأكل نحو ثوم) أي كبصل ونحوه مما له رائحة كريهة، للحديث الصحيح في النهي عن قربان آكل الثوم والبصل المسجد. قال الإمام العيني في شرحه على صحيح البخاري: قلت: علة النهي أذى الملائكة وأذى المسلمين، ولا يختص بمسجده عليه الصلاة والسلام، بل الكل سواء لرواية مساجدنا بالجمع". (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد: [illegible]، سعيد)

"ويجب أن تصان عن إدخال الرائحة الكريهة لقوله عليه السلام: "من أكل الثوم والبصل والكراث فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه بنو آدم". (الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۰، سهيل اكيڈمی لاهور)

ناپاکی کا گمان غالب ہے، شراب تو بہرحال نجس اور حرام ہے، حرام اور نجس چیز کھانے سے سخت گناہ ہوتا ہے(۱) اور ایمان بہت کمزور ہو جاتا ہے، تاہم اس کی وجہ سے مسلمان کو کافر نہیں کہا جائے گا(۲)، ہاں! توبہ واستغفار اور آئندہ کو پورا پرہیز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۱ھ۔

کیا وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا چاہیے

سوال[۱۱۲۱۳]: وضو سے بچا ہوا پانی اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کو کھڑے ہو کر پینا چاہیے، کیا یہ مستحب ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ آب زمزم ہو جاتا ہے، کیا یہ خیال صحیح ہے یا باطل؟

الجواب حامداً ومصلياً وبالله التوفيق:

وضو کا بچا ہوا پانی آب زمزم تو نہیں بن جاتا، البتہ جس طرح زمزم شریف کو کھڑے ہو کر پیتے ہیں اور

= "لا يأكلون من أطعمة الكفار ثلاثة أشياء: اللحم والشحم والمرق" (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، مالايؤكل من أطعمة الكفار، ص: ۴۳۵، حقانيه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة: ۵/۳۴۷، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا إنما الخمر والميسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشيطن فاجتنبوه لعلكم تفلحون﴾ (المائدة: ۹۰)

"عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: لعن رسول الله ﷺ في الخمر عشرة: عاصرها، ومعتصرها، وشاربها، وحاملها، والمحمولة إليها، وساقيها، وبائعها، وآكل ثمنها، والمشتري لها، والمشترى لها" رواه الترمذي وابن ماجة (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۱/۵۱۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(وأبوداود، كتاب الأشربة، باب العصير للخمر: ۲/۱۶۲، مكتبة رحمانيه)

(۲) "الكبيرة لا تخرج العبد المؤمن من الإيمان ولا تدخله الكفر" (شرح العقائد النسفية، ص: ۸۳، سعيد)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للملا على القارئ، ص: ۷۱، ۷۲، قديمى)

(وكذا في شرح العقيدة الطحطاوية للميداني، ص: ۱۰۶، زمزم)

اس کو بھی کھڑے ہوکر پی لیں تو مناسب ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۹/۲/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۱۳۸۹/۲/۱۷ھ۔

ننگے سر کھانا اور کھانا کھانے کی حالت میں سلام کرنا

سوال [۱۱۲۱۹]: یہ ننگے سر کھانا کھانے کا تذکرہ حدیث میں آیا ہے، نیز کھانے کے وقت سلام کرنا یا جواب دینا درست ہے؟ یہ سب کی ممانعت ہے یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"لا بأس بالأكل مكشوف الرأس، وهو المختار" كذا في الخلاصة: ۳۳۷/۵. (فتاوی عالمگیری: ۱۰۵/۲)(۲).

---

(۱) "ومن الآداب أن يشرب فضل وضوئه أو بعضه قائماً أو قاعداً ... ويكره الشرب قائماً إلا في شرب فضل الوضوء وشرب ماء زمزم". (الحصني الكبير، مطلب نهي عن الشرب قائماً، ص: ۳۲، سهيل اكيدمى لاهور)

"وأن يشرب بعده من فضل وضوئه كماء زمزم - مستقبل القبلة قائماً أو قاعداً. أفاد أنه مخير في هذين الموضعين، وأنه لا كراهة فيهما في الشرب قائماً بخلاف غيرهما، وأن المندوب هنا هو الشرب من فضل الوضوء لا بقيد كونه قائماً". (رد المحتار، آداب الوضوء: ۱۲۹/۱، سعيد)

"ومن الآداب أن يشرب فضل وضوئه أو بعضه مستقبل القبلة إن شاء قائماً وإن شاء قاعداً، وذكر الإمام خواهر زاده رحمه الله تعالى أنه يشرب ذلك الماء قائماً وقال: لا يشرب الماء قائماً إلا في موضعين: أحدهما هذا، والثاني عند زمزم". (الفتاوى التاتارخانية، نوع منه في بيان سنن الوضوء وآدابه: ۸۳/۱، ۸۴، قديمى)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل: ۳۳۷/۵، رشيديه)

"لا بأس بالأكل متكئاً أو مكشوف الرأس، هو المختار". (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل: ۳۵۹/۴، رشيديه)

"ولا بأس بالأكل متكئا او مكشوف الراس في المختار". (ردالمحتار، كتاب الحظر =

[illegible]

فساق کا شعار ہو کہ وہ ننگے سر کھاتے ہوں تو تشبہ سے بچنا لازم ہے(۱)۔

"مر علی قوم یأکلون إن کان محتاجا، وعرف أنهم یدعونه سلم، وإلا فلا، کذا في الوجیز للکردري" (مراجعت عالمگیری تا: ۵/ ۳۲۵)(۲).

= والإباحة: ۶/ ۳۴۰، سعید)

(۱) قال الله تعالی: ﴿ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا بعد ما جاء هم البینات﴾ (آل عمران: ۱۰۵)

وقال الله تعالی: ﴿ولا تتبع أهواء الذین لا یعلمون﴾ (الجاثیة: ۱۸)

"وأهواء هم هي ما یهوونه، وما علیه المشرکون من هدیهم الظاهر". (اقتضاء الصراط المستقیم، ص: ۲۷، نزار مصطفی الباز مکه)

"عن قیس بن أبي حازم قال: دخل أبوبکر رضي الله تعالی عنه علی امرأة من أحمس یقال لها زینب [illegible]

[illegible]

"عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشکاة المصابیح، کتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قدیمی)

"من شبه نفسه بالکفار مثلا: في اللباس وغیره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف [illegible]

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الفصل الخامس في السلام: ۵/ ۳۲۵، رشیدیه)

في الدر:

"ودع آکلا إلا إذا کنت جائعا	وتعلم منه أنه لیس یمنع

وفي الرد

وفي حظر المجتبی	یکره السلام علی العاجز عن الجواب
حقیقة کالمشغول بالأکل	ولو سلم لا یستحق الجواب

(ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب ما یفسد الصلاة: ۱/ ۶۱۷، سعید)

"إذا مر بقوم یأکلون إن کان محتاجا، ویعرف أنهم یدعونه یسلم وإلا فلا". (خلاصة الفتاوی، کتاب الکراهیة، نوع منه في السلام: ۴/ ۳۳۳، رشیدیه)

جب کوئی شخص کھانا کھا رہا ہو، تو جانے والا اس کو سلام نہ کرے، الا یہ کہ بھوکا ہو، کھانے کا خواہش مند ہو اور اندازہ ہو کہ وہ اسے کھانے کے لئے بلالیں، ایسے شخص کے سلام کا جواب لازم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۶ھ۔

بازار جانا اور دکان پر بضرورت بیٹھنا، چلتے پھرتے کھانے کا حکم

سوال [۱۱۲۱۵]: بازار میں جانا، اپنے مسلمان دوست کی دکان پر بیٹھ کر وقت گزارنا کیا جائز ہے؟ اور کیا شارع عام پر فقط کھانے پینے کے بارے میں بھی تحریر فرمائیں، کیا حکم ہے۔ سہ۱۰، حفاظ کے لئے بھی کوئی حکم اس بارے میں ہو، تو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی عالم اہل فتویٰ اس لئے جائے کہ کسی کی دکان پر بیٹھ کر دکان دار اور خریدار کے معاملات دیکھے اور غور کرے کہ یہ معاملات حد شرعی کے اندر ہیں یا خارج اور معاملات میں عرف کیا ہے، تاکہ شرعی احکام میں بصیرت ہو، تو شرعاً درست ہے (۱)۔ محض وقت گزاری اور تفریح کے لئے نہیں بیٹھنا چاہیے، بازاروں کو مقاعد الشیاطین فرمایا گیا ہے (۲)۔

---

(۱) "ومن لم يكن عالماً بأهل زمانه فهو جاهل" (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل ۲/۴۷، سعيد)

"فلا بد للمفتي والقاضي، بل والمجتهد من معرفة أحوال الناس، وقد قالوا: ومن جهل بأهل زمانه فهو جاهل. وفي البحر عن مناقب الإمام محمد للكردري: كان محمد يذهب إلى الصباغين ويسأل عن معاملتهم، وما يديرونها فيما بينهم ... فقد ظهر لك أن جمود المفتي أو القاضي على ظاهر المنقول مع ترك العرف والقرائن الواضحة، والجهل بأحوال الناس يلزم منه تضييع حقوق كثيرة، وظلم خلق كثيرين" (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۹۱، مير محمد كتب خانه كراچی)

وكذا في رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في قضاء العدو على عدوه ۱/۳۱۹، دار المعرفة بيروت)

(۲) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام جگہوں میں مبغوض ترین جگہیں بازار ہیں، لہٰذا بازاروں میں جانے سے اجتناب کرنا چاہیے، تاہم

اب وہ بے چارہ قرض کر کے کھلاتا ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس ماسٹر کو کام سیکھنے کے لئے استاد بنایا جاتا ہے، اس کو خوش کرنے کے لئے مٹھائی کھلانا اچھا اور ہدیہ دینا شرعاً درست ہے، کوئی حرج نہیں، جن دوستوں سے بے تکلفی کا تعلق ہوتا ہے، اگر وہ اصرار بھی کریں تو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ خوشی سے ان کو کھلا دینا چاہیے، البتہ کھانے والے کو چاہیے کہ یہ حدیث ذہن میں رکھے اور اس پر عمل کرے۔

"لا يحل مال امرء مسلم الا بطيب نفسه"(۱).

یعنی بغیر خوشی دلی کے کسی مسلمان کا مال کھانا حلال نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۷/۸/۱۴۰۰ھ۔

گانے، باجہ والی تقریب سے کھانا گھر پر منگوا کر کھانا

سوال[۱۰۲۰۱]: اگر مسلمان کے یہاں شادی ہو یا کوئی اور تقریب ہو اور اس کے یہاں شادی میں باجہ وغیرہ ہو یا ویڈیو پکچر چل رہا ہو وغیرہ وغیرہ اور وہ دعوت کھانے کی کرے، تو کیا اس کے یہاں سے کھانا منگا کر اپنے گھر میں کھانا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۱/۲۵۵، قديمي)

"﴿يا أيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ قد انتظم هذا العموم النهي عن أكل مال الغير بالباطل، وأكل مال نفسه بالباطل، وذلك لأن قوله تعالى: ﴿أموالكم﴾ يقع على مال الغير بالباطل وأكل نفسه بالباطل. وذلك الغير فقد قيل فيه وجهان: أحدهما ما قال السدي: وهو أن يأكل بالربا، والقمار، والبخس، والظلم. وقال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما والحسن: أن يأكله بغير عوض منه لا أن يكون المراد الأكل عنده بغير إذنه" (أحكام القرآن للجصاص، باب التجارات وخيار البيع: ۲/۲۴۴، قديمي)

(وكذا في السنن الكبرى للبيهقي، باب شعب الإيمان، رقم الحديث: ۵۴۹۲: ۳/۳۹۱، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

[illegible] اس مجلس میں شرکت سے تو حفاظت ہو جائے گی، مگر مقتدیٰ کو اپنے مکان پر بھی نہیں بلانا چاہیے [illegible] (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۸ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۳/۹ھ۔

باجہ والی شادی میں کھانا کھانا

سوال [۱۱۲۱۹]: اس شادی میں باجہ بجتا ہے، وہاں پر دعوت کھانا جائز ہے؟ اگر کھانے سے پہلے باجہ بند کردیا جائے، تو کیسا ہے؟ کھاسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شادی میں پہنچنے سے قبل ہی معلوم ہو جائے کہ وہاں لہو ولعب باجہ وغیرہ ہے، تو اس شادی میں شرکت نہ کرنا درست [illegible] پہنچنے سے [illegible] معلوم ہوا [illegible] کھانے کے وقت باجہ وغیرہ [illegible]

---

(۱) "عن سفينة أن رجلاً ضاف علي بن أبي طالب، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة: لو دعونا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فأكل معنا، فدعوه، فجاء، فوضع يديه على عضادتي الباب، فرأى القرام قد ضرب في ناحية البيت، فرجع. قالت فاطمة: فتبعته، فقلت: يا رسول الله! ما ردك؟ قال: "إنه ليس لي أو لنبي أن يدخل بيتاً مزوقاً". رواه أحمد وابن ماجه" (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٣٢٢١: ٢/ ٥٩١، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: وفيه تصريح بأنه لا يجاب دعوة فيها منكر" (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الوليمة: ٦/ ٣٤٢، رشيديه)

"هذا إذا لم يكن مقتدى، فإن كان ولم يقدر على منعهم يخرج ولا يقعد؛ لأن في ذلك شين الدين، وفتح باب المعصية على المسلمين" (الهداية، كتاب الكراهية: ٤/ ٤٥٥، شركت علميه ملتان)

"ومن دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعباً أو غناء ... وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان ولم يقدر على منعهم فإنه يخرج ولا يقعد" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ٥/ ٣٤٢، رشيديه)

لئے گنجائش ہے، مقتدا کو بالکل شرکت نہیں کرنی چاہیے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

جہاں عزت کا خطرہ ہو وہاں کھانے کے لئے جانا

سوال [۱۱۲۲۰]: ایک موقع پر برادری کے لوگ اکٹھے ہوئے اور کھانا وغیرہ سامنے رکھا گیا اور ایک شخص جو چودھری تھا، اس نے کہا، محفل سے ''چور ڈھور'' نکل جائے، بلکہ بعض آدمی کو تو کھانا چھین کر نکال دیا، ''چور ڈھور'' اسے کہتے ہیں جو ایک پارٹی سے نکل کر دوسری پارٹی میں چلا جائے، پھر اس شخص سے سو، پچیس روپیہ لے کر پارٹی میں لیتے ہیں، لہٰذا ایسی محفل میں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص کو عزت کا خطرہ ہو، وہ نہ جائے، جو اس کھانے کا مستحق نہ ہو، وہ نہ جائے (۲)، ایک دو آدمی کی وجہ سے سب سے کھانے کو منع نہیں کیا جائے گا، اس طرح ذلیل کرنا اور ہاتھ سے کھانے کر اس کو نکال دینا

---

(۱) "من دعي إلى وليمة فوجد ثمة لعبا أو غناء فلا بأس أن يقعد، ويأكل فإن قدر على المنع، يمنعهم، وإن لم يقدر يصبر، وهذا إذا لم يكن مقتدى به، أما إذا كان، ولم يقدر على منعهم فإنه يخرج ولا يقعد، ولو كان ذلك على المائدة لاينبغي أن يقعد، وإن لم يكن مقتدا به، وهذا كله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور فلا يحضر، لأنه لايلزمه حق الدعوة" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۷، ۳۴۸، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۴/۱۷۵، ۱۷۶، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "ومن الأعذار المسقطة للوجوب، أو الندب أن يكون في الطعام شبهة، أو يخص بها الأغنياء، أو هناك من يتأذى بحضوره، أو لا تليق به مجالسته، أو يدعى لدفع شره" (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب الولية: ۶/۳۷۱، رشيديه)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، باب الأمر بإجابة الداعي الخ: ۱/۴۶۲، قديمى)

(وكذا في فتح الباري، كتاب النكاح، باب حق إجابة الوليمة والدعوة: ۹/۳۰۰، قديمى)

دوسروں کا روپیہ دینے کا بھی انتظام وارادہ کرلیا ہو اور اخلاص سے کھلائے تو اس میں قباحت بھی نہیں ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۶ھ۔

دوسرے کی افطاری قبول کرنے سے پرہیز کرنا

سوال [۱۱۲۲۲]: کوئی شخص رمضان المبارک میں اپنے گھر سے افطاری لے کر آتا ہے اور مسجد میں رکھتا ہے اور وہ شخص کسی دوسرے کی افطاری لینے سے انکار کرتا ہے، تو اس شخص کی افطاری دوسرے روزہ دار کو کھا لینی چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو شخص دوسرے کی لائی ہوئی افطاری سے بلا وجہ شرعی نفرت کرتا ہے، وہ برا کرتا ہے، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے(۱)۔ اگر دوسرے لوگوں نے اس کی لائی ہوئی افطاری کو قبول نہ کیا، تو مستقل نفرت سب کے دل میں

= كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ۳۴۲/۵، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية: ۳۷۰/۶، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، وما يكره أكله وما لا يكره وما يتعلق بالضيافة: ۴۰۰/۳، رشيديه)

(۱) بلا وجہ شرعی کسی کی افطاری کو قبول نہ کرنا حدیث "حق المسلم على المسلم خمس ... وإجابة الدعوة" الخ کے خلاف ہونے کی وجہ سے درست نہیں۔

البتہ اگر کسی کے مال کے بارے میں حرام ہونے کا یقین یا غلبہ ظن ہو تو اس کی افطاری قبول نہیں کرنی چاہیے، لیکن اس صورت میں بھی دوسرے مسلمان بھائیوں سے الگ ہو کر نہ بیٹھے، بلکہ ایک ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر اپنا کھانا کھائے، تاکہ اتفاق واتحاد برقرار رہے۔

"وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام ... وإجابة الدعوة وتشميت العاطس" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض، وثواب المريض، الفصل الأول: ۱۳۳/۱، قديمي)

بیٹھ جائے گی، اس لئے مناسب یہ ہے کہ جب وہ اپنی افطاری پیش کرے، تو اس کو قبول کرنے میں عذر نہ کیا جائے، امید ہے کہ وہ خود بھی نرم ہوجائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۴/۶/۹۱ھ۔

دعوت عامہ میں طعام کی تقسیم وتفریق

سوال [۱۱۲۲۲]: ایک عرصہ دراز سے قوم میں یہ رواج چلا آرہا ہے کہ تقسیم یوں ہوتی ہے، یعنی شادی وغیرہ کی تقریب میں دعوت طعام میں یا کوئی شیرینی وغیرہ کی تقسیم کے وقت باہر سے آنے والوں کو پانچ حصہ یا دو حصہ دیئے جاتے ہیں اور دعوت طعام میں باہر سے آنے والے مہمانوں کے پہلے ہاتھ دھلائے جاتے ہیں اور کھانا بھی سب سے پہلے ہی پیش کیا جاتا ہے اور اگر اس میں کمی اور کوتاہی ہو یا کوئی غلطی ہوجائے تو پنچائتی نظام شروع ہوجاتا ہے اور جھگڑے فساد برپا ہوجاتے ہیں۔

لہذا کچھ اہل علم حضرات نے اس قسم کے خلاف قدم اٹھایا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ تقسیم نفرت پیدا کرتی ہے اور یہ رسم خلاف شریعت ہے۔ اہل علم حضرات کا یہ کہنا ہے کہ دسترخوان پر سب کو برابر سمجھا جائے اور سب کو برابر حصے تقسیم کئے جائیں تو یہ لوگ جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ رسم عربوں کے یہاں ہے اور یہ رسم اسلامی اصول کے مطابق ہے، لہذا آپ قرآن اور سیرت محمدیہ کی روشنی میں جواب سے مطلع کریں۔

= (وصحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱/۱۶۶، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام: ۲/۲۱۳، سعيد)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ادفع بالتي هي أحسن السيئة﴾ (المؤمنون: ۹۶)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تستوي الحسنة ولا السيئة ادفع بالتي هي أحسن فإذا الذي بينك وبينه عداوة كأنه ولي حميم﴾ (فصلت: ۳۴)

"قال ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: أمره الله تعالى في هذه الآية بالصبر عند الغضب والحلم عند الجهل، والعفو عند الإساءة، فإذا فعل الناس ذلك عصمهم الله من الشيطان، وخضع لهم عدوهم" (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، فصلت: ۳۴: ۱۵/۲۳۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

عام دعوت میں ایک دسترخوان پر یہ تفریق مناسب طریقہ نہیں، دسترخوان اگرچہ یگانہ ہو، مثلاً ایک کمرہ میں مخصوص لوگوں کو بلا کر علیحدہ مخصوص کھانا دیا جائے اور عام دسترخوان پر دوسری قسم کا کھانا ہو، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ ثابت ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن غفرلہ۔

الجواب صحیح: مفتی نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۲۷ھ۔

سودخور عالم کی دعوت کرے اور یہ کہہ دے کہ ”یہ کھانا حرام کا ہے“ تو کیا حکم ہے؟

سوال[۱۱۲۲۳]: کوئی سودخور اگر کسی عالم کی دعوت کرے اور اس عالم کے سامنے یہ کہے یہ حرام مال ہے، اس سے تمہاری دعوت کر رہا ہوں، تم کھانا چاہو تو کھاؤ، عالم نے کہا یہ تم پر حرام ہے، ہم پر حلال ہے، اگر اس کے حلال کا فتویٰ عالم جاری کرے، تو وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرام کے متعلق حلال ہونے کا فتویٰ دینا سخت گناہ ہے(۲)۔ کسی عالم ربانی سے ہرگز اس کی توقع نہیں

---

(۱) "وقد دعا ابن عمر رضي الله تعالى عنهما في دعوته الأغنياء والفقراء، فجاءت قريش والمساكين معهم، فقال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما: ههنا اجلسوا، لا تفسدوا عليهم ثيابهم، فإنا سنطعمكم مما يأكلون" (عمدة القاري، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله: ۲۰/۲۲۷، دارالكتب العلمية بيروت)

وكذا في شرح ابن بطال، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة فقد عصى الله ...: ۲۹۹، مكتبة الرشد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تحرموا طيبت ما أحل الله لكم ولا تعتدوا﴾ (المائدة: ۸۷)

وقال الله تعالى: ﴿قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر ولا يحرمون ما حرم الله ورسوله﴾ (التوبة: ۲۹)

"من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير لا يكفر، وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعياً كفر، وإلا فلا". (ردالمحتار، باب المرتد: ۴/۲۲۳، سعيد)

کی جاسکتی، ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ ایک غیر عالم ایک چیز کو حرام سمجھتا ہے، لیکن عالم جانتا ہے کہ یہ حرام نہیں، اس لئے کہ وہ اس کی لم اور کنہ سے واقف ہے، غیر عالم کا ذہن وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۲۰ھ۔

جواب درست ہے۔ سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۲/۲۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

الفصل الثاني في الهدايا

(ہدیہ دینے کا بیان)

طلبہ کاہدیہ استاد کے لئے

سوال[۱۱۲۲۵]: [illegible] ان کے استعمال سے زائد [illegible]
نے اپنے استاد کے گھر دے دیا۔ کھانا استاد کو کھالینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

[illegible] (۱)۔ فقط
واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۹/۸۸ھ۔

حرام کمائی سے دیئے گئے ہدایاوغیرہ کاحکم

سوال[۱۱۲۲۶]: خالد جو بفضلہ تعالیٰ عالمِ دین ہے اور خدمتِ دین (تدریس) کے سلسلہ میں ایک ایسے شہر میں رہتا ہے، جہاں کی مسلم اکثریت تجارت پیشہ ہے، ان میں اکثریت سودی کاروبار میں ملوث ہے، حتی کہ بعض ایسے بھی سنے گئے کہ انہوں نے قرض ہی سے تجارت کی ابتداء کی اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ابتداء

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال، فلا بأس" (الفتاوى العالمكيرية كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ۵/۳۴۲، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الرابع في الهدية ۶/۳۶۰، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية ۳/۴۰۰، رشيديه)

وہ سود لیا گیا ہے، اس کو واپس کیا جائے یا بہ نیت ثواب غرباء کو صدقہ کردیا جائے(۱)، اگر کسی نے کچھ روپیہ سود پر قرض لیا، تو وہ اس کی وجہ سے گنہگار ہوا(۲)، لیکن اس پیسے سے جو تجارت کی ہے، وہ درست ہے(۳) اور جو کچھ اس کی آمدنی ہو، شرعی قواعد کے تحت وہ بھی درست ہے(۴)۔ ایسی آمدنی سے خالد کو ہدیہ دیا جائے یا کسی اور کو،

---

(۱) "ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٦/٣٨٥، سعيد)

"ويردونه على أربابه إن عرفوهم، وإلا يتصدقوا به؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد". (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ٨/٣٦٩، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الغصب: ٦/٢٢١، دارالكتب العلمية بيروت)

(٢) قال الله تعالى: ﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾ (البقرة: ٢٧٥)

وقال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربوا إن كنتم مؤمنين﴾ (البقرة: ٢٧٨)

"وأخذهم الربوا وقد نهوا عنه، كان الربا محرما عليهم كما حرم علينا، وأكلهم أموال الناس بالباطل بالرشوة وسائر الوجوه المحرمة". (مدارك التنزيل وحقائق التأويل: ١/٢٠٢، آل عمران: ١٣٠، قديمي)

"عن علي رضي الله تعالى عنه أنه سمع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لعن الله آكل الربوا وموكله وكاتبه ومانع الصدقة وكان ينهى عن النوح". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربوا، الفصل الثالث، ص: ٢٤٦، قديمي)

(٣) "قوله: اكتسب حراما الخ: توضيح المسألة ما في التتارخانية حيث قال: رجل اكتسب مالا من حرام ثم اشترى، فهذا على خمسة أوجه: إما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولا ثم اشترى منه بها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترى مطلقا ودفع تلك الدراهم، أو اشترى بدراهم أخر ودفع تلك الدراهم. قال الكرخي: في الوجه الأول والثاني لايطيب، وفي الثلاث الأخيرة يطيب، وقال أبوبكر: لا يطيب في الكل، لكن الفتوى الآن على قول الكرخي دفعا للحرج عن الناس" (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب: إذا اكتسب حراما الخ: ٥/٢٣٥، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب البيوع، باب المتفرقات: ٣/١٠٣، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الغصب: ٦/١٨٩، سعيد)

(٤) راجع الحاشية المقدمة آنفا

وہ سب درست ہے(۱)۔

جس نے جائز روپیہ سے تجارت شروع کی، پھر کچھ سودی قرض بھی لیا، تو وہ سودی قرض کی وجہ سے گنہگار ہوا(۲)، مگر اس کی وجہ سے نہ وہ تجارت ناجائز ہوئی نہ اس کی آمدنی ناجائز ہوئی(۳)۔ جس نے اپنی جائز تجارت میں بطریقۂ سود کچھ روپیہ لیا ہوا روپیہ جس کو سرکاری بینک میں داخل کر دیا، اور روپیہ پر جو سود ملا تھا، اس کو بھی اپنی تجارت میں شامل کرلیا، اس نے برا کیا(۴)۔ تاہم اس کی وجہ سے وہ سب تجارت اور اس کی آمدنی ناجائز نہیں ہوئی(۵)، البتہ جتنی مقدار سود کی اس میں شامل کی ہے، اتنی مقدار اپنی تجارت میں سے نکال کر بلانیت ثواب غرباء پر صدقہ کردیں(۶)۔

محض قرآن کی تلاوت پڑھ کر جانے پر نقد کی شکل میں ہدیہ لینا دینا درست نہیں، یہ صورت اجرت کی ہے، اس سے خالد کو بھی پرہیز کرنا چاہیے اور ہدیہ دینے والے کو بھی پرہیز کرنا چاہیے، دونوں گنہگار ہوں گے۔ علامہ شامی نے ردالمحتار اور شفاء العلیل میں طویل بحث کی ہے اور متعدد کتب کی عبارات نقل کی ہیں(۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه، إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر الخ: ۵/۳۴۲، رشيديه)

"وفي البزازية: "غالب مال المهدي إن كان حلالاً، لا بأس بقبول هديته، وإن كان غالب ماله من حرام". (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الأكل: ۴/۵۲۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام، الفن الأول في القواعد الكلية، رقم القاعدة: ۷۵۵: ۱/۳۰۹، إدارة القرآن كراچی)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۱۷۶

(۳) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۱۷۶

(۴) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۱۷۶

(۵) راجع رقم الحاشية: ۳، ص: ۱۷۶

(۶) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۱۷۶

(۷) فظهر لك بهذا عدم الصحة ما في الجوهرة من قوله: واختلفوا في الاستئجار على قراءة القرآن

باب الأشياء المحرمة وغيرها

الفصل الأول في المسكرات

(نشہ آور اشیاء کا بیان)

فونٹین پین کی روشنائی

سوال[۱۱۲۲۰]: آج کل فونٹین پین کے اندر جو سیاہی استعمال کی جاتی ہے، سنا جاتا ہے کہ اس میں اسپرٹ ملتی ہے اور یہ شراب ہی کی ایک قسم ہے، تو اس سے آیت قرآنی اور احادیث کا لکھنا اور اسی طرح اس فونٹین پین کو جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ جواز یا عدم جواز کی صورت میں اس سے احتراز کی کیا صورت ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسپرٹ کے متعلق معلوم ہوا کہ شراب سے نہیں ہوتی بلکہ دوسری اشیاء سے بنائی جاتی ہے، اس کو مختلف طرق سے استعمال کرتے ہیں، اس لئے یقینی طور پر اس کو نجس کہہ کر فونٹین پین کی سیاہی کو ناجائز کہنا اور اس سے آیات حدیث لکھنے کو ممنوع قرار دینا دشوار ہے، احتیاط برتنا اقرب الی الورع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۱ھ۔

---

(۱) "وبهذا يتبين حكم الكحول المسكرة (Al Cohals) التي عمت بها البلوى اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور والمركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرهما فالأمر فيها سهل على مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ولا يحرم استعمالها مركبة مع المواد الأخرى، ولا يحكم بنجاستها أخذاً بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لا تتخذ من العنب أو التمر، إنما —

کوکا کولا اور شراب ملی ہوئی دوا کا حکم

سوال[۱۱۲۲۹]: آج کل کوکا کولا بوتل پی جارہی ہے، اس میں ۵ فیصد شراب کا جزء ہوتا ہے، ایسے ہی کچھ دواؤں میں جزء ہوتا ہے، دونوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شراب خواہ دوا میں خواہ غذا میں یا کوکا کولا وغیرہ میں سب ہی جگہ ناجائز ہے(۱)، مجھے اس کی تحقیق نہیں کہ کس کس چیز میں شراب ملائی جاتی ہے، مجبوری کے احکام جداگانہ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۶/۴/۱۵ھ۔

پوست کا ڈوڈا پینا

سوال[۱۱۲۲۹]: پوست کی ڈھونڈی جس میں افیون نکلتی ہے، اس کو تھوڑی مقدار میں بھگو کر گوٹ چھان کر والد صاحب عرصہ سے پیتے ہیں، جس سے نشہ تو بالکل نہیں ہوتا، البتہ بدن میں وہ ایک توانائی محسوس کرتے ہیں، ایک اہلِ حدیث عالم نے فرمایا کہ یہ بھی حرام ہے، تو حنفی مسلک میں اس کا پینا کیسا ہے؟

= تتخذ من الحبوب او القشور أو البترول وغيره ... وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة رحمه الله تعالى عند عموم البلوى" (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة، باب تحريم الخمر: ۳/۶۰۸، دارالعلوم كراچى)

(وكذا في احسن الفتاوى، كتاب الأشربة، بخنث اورالکحل وغیرہ سے امتزاج کی تفصیل: ۹/۹۳، سعيد)

(وكذا في نظام الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، انگریزی دواؤں کا استعمال کا حکم جن میں شراب، اسپرٹ، افیون وغیرہ کا استعمال ہو: ۱/۳۵۲، رحمانيه)

(۱) "(وحرم قليلها وكثيرها) بالإجماع ... (وحرم الانتفاع بها) ولو لسقي دواب، أو لطين، أو نظر للتلهي، أو في دواء، أو دهن، أو طعام، أو غير ذلك" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الأشربة ۶/۴۴۸، ۴۴۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الأشربة: ۸/۴۰۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الأشربة ۴/۲۲۱، دارالمعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس میں شگاف دے کر افیون نکالی جاتی ہے اور وہ بالکل بغیر افیون کے رہ جاتی ہے، تو اس طرح اس کے پینے میں مضائقہ نہیں، لیکن اگر اس میں افیون موجود رہتی ہے، اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، جو لوگ اس کے عادی ہوجاتے ہیں، ان کو نشہ نہیں ہوتا، مگر اس کی وجہ سے ان کو اجازت نہیں دی جاتی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱/۸۷ھ۔

کھجور اور تاڑ کا عرق پینے کا حکم

سوال [۱۱۲۳۰]: کھجور یا تاڑ اگر غروب آفتاب کے بعد اور صبح صادق سے پہلے کورے برتن میں اتار کر استعمال کرے، تو حلال ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس میں نشہ پیدا نہیں تو اس کا استعمال حلال ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۷/۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) "(قوله إن البنج مباح) قيل: هذا عندهما وعند محمد ما أسكر كثيره قليله حرام، وعليه الفتوى". (ردالمحتار، كتاب الأشربة: ۴/۴۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر ۲/۲۰۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الأشربة: ۸/۴۰۲، رشيديه)

(۲) "وبه علم أن المراد الأشربة المائعة، وأن البنج ونحوه من الجامدات إنما يحرم إذا أريد به السكر، وهو الكثير منه دون القليل، المراد به التداوي ونحوه كالتطيب بالعنبر وجوزة الطيب" (ردالمحتار، كتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم: ۴/۴۲، سعيد)

"ولا يحرم استعمالها للتداوي أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار" (تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة: ۳/۶۰۸، دارالعلوم كراچی)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۲/۲۰۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث في المأكولات وغيرها

(کھانے کی اشیاء وغیرہ کا بیان)

کتے کا جھوٹا گھی استعمال کرنا

سوال [۱۱۲۲۲]: اگر جمے ہوئے گھی کے برتن سے اوپر سے کتا کچھ گھی کھا جائے اور گھی کئی کلو کے مقدار ہو، تو اوپر سے جھوٹا گھی الگ کرکے بقیہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ عوام میں یہ مسئلہ بھی مشہور ہے کہ کتے کا سانس ڈھائی گز تک زمین میں جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسی طرح باقی گھی پاک ہے، عوام نے جو بات کہی ہے اس کا شرعی دلیل سے ثابت ہونا ضروری نہیں، بہت سی باتیں بے اصل مشہور ہو جاتی ہیں(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

---

(۱) "أن فأرة وقعت في سمن، فماتت، فسئل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "ألقوها وما حولها وكلوه" رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد، باب ما يحل أكله: ۲/۸۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"الفأرة لو ماتت في السمن إن كان جامداً قور ما حوله ورمي به، والباقي طاهر يؤكل ... وحد الجمود أنه إذا أخذ من ذلك الموضع لا يستوي من ساعته، وإن كان يستوي فهو مائع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة، الفصل الأول: ۱/۲۵، رشيدية)

"ويقور نحو سمن جامد بأن لا يستوي من ساعته ... لأن السمن الجامد لم يتنجس كله، بل ما ألقي منه فقط". (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۱۴، سعيد)

"ألا ترى أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حكم بطهارة ما جاور السمن الذي جاور الفأرة، وحكم بنجاسة ما جاور الفأرة" (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، في الفأرة تموت في السمن: ۱/۲۲۵، رشيدية)

اسکول میں بچوں کے لئے جو دودھ ملتا ہے، اس کا پینا

سوال[۱۱۲۳۳]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں:

خشک دودھ جو امریکہ سے عطیہ کے طور پر ہندوستان کے بچوں کے لئے بھیجا گیا ہے، وہ ہر ریاست میں تقسیم ہو رہا ہے اور ہر ڈبہ کے اوپر سور کا نام اور اس کا فوٹو ہے، تو کیا وہ دودھ مسلمانوں کے لئے جائز ہے؟

عبدالستار آدم بھائی

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں کہ کیا ہے؟ اگر سور کا فوٹو ہونے سے یہ مطلب ہے کہ وہ سور کا دودھ ہے، تو وہ بالکل حرام اور نجس ہے(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بریڈ روٹی کا استعمال

سوال[۱۱۲۳۴]: تقریباً چار سال سے اس ملک میں رہ رہا ہوں، بعض آدمی کہتے ہیں کہ بریڈ روٹی کا استعمال درست نہیں ہے، کیونکہ خنزیر کی چربی وغیرہ پڑتی ہے اور غیر مذہب کے لوگ بتاتے ہیں تو یہ مسلمان کہتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک اس میں ناپاک اور حرام چیز ملانے کی تحقیق نہ ہو، اس کا استعمال درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(قوله لنجاسة عينه) أي عين الخنزير أي بجميع أجزائه" (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في التداوي بلبن البنت للرمد قولان: ۵/۷۱، سعيد)

"وكره لبس الإناث ... لأن اللبن يتولد من اللحم فصار مثله" (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۸/۳۳۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة: ۴/ ... ، دار المعرفة بيروت)

(۲) "اليقين لا يزول بالشك، اليقين عند الفقهاء هو جزم القلب بوقوع الشيء، أو عدم وقوعه =

ڈبے کا گوشت

سوال [۱۱۲۳۵]: ابوظبی میں گوشت اور مرغی یورپی ملکوں سے آتے ہیں جس کے حلال وحرام میں شک کیا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس قسم کا گوشت مرغ کھانا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسے گوشت اور مرغ جس کے حلال ہونے میں شک ہے، پرہیز کریں۔

"دع ما يريبك إلى مالا يريبك"(۱) الحديث.

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

ڈبوں میں بند گوشت کا حکم

سوال [۱۱۲۳۶]: سعودی عرب میں کھانے پینے کی زیادہ تر اشیاء باہر ملک سے آتی ہیں جس میں مثلاً گوشت، مچھلی، مرغا وغیرہ، لہذا گوشت اور مرغا وغیرہ سے مطمئن نہیں ہیں کہ معلوم نہیں یہ حلال طریقہ سے ذبح ہوتے ہیں یا اسی طرح کاٹ کر پیکنگ کردیتے ہیں، یہ بتلایئے کہ یہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟

= على أن الأمر المتيقن ثبوته لا يرتفع إلا بدليل قطع، ولا يحكم بزواله بمجرد الشك، كذلك المتيقن عدم ثبوته لا يحكم بثبوته بمجرد الشك، لأن الشك أضعف من اليقين فلا يعارضه ثبوتاً وعدماً". (شرح المجلة للأتاسي، المادة: ۴: ۱/۱۸، رشيديه)

"ما ثبت بيقين لا ترتفع إلا بيقين". (قواعد الفقه، ص: ۱۱۴، الصدف)

(وكذا في الأشباه والنظائر مع شرح الحموي، القاعدة الثالثة: ۱/۱۹۳، إدارة القرآن كراچی)

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني: ۱/۵۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وسنن النسائي، كتاب الأشربة، باب الحث على ترك الشبهات، ص: ۷۷۲، دارالسلام)

(وجامع الترمذي، كتاب صفة القيامة، باب حديث أعقلها وتوكل: ۳/۳۹۰، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب آپ مطمئن نہیں، تو آپ نہ کھائیں (۱)، کون آپ کو مجبور کرتا ہے، جو لوگ مطمئن ہیں کہ یہ شرعی ذبیحہ ہے، وہ کھاتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) عن النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الحلال بين، والحرام بين، وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه، ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الأول: ۱/۵۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن الحسن بن علي رضي الله تعالى عنه قال: حفظت من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "دع ما يريبك إلى ما لا يريبك". رواه أحمد والترمذي والنسائي. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثاني: ۱/۵۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) لیکن یہ بات صحیح ہے کہ آج کل سعودی عرب میں باہر سے آنے والا گوشت عموماً مشینی ذبیحہ ہوتا ہے، جس کا کھانا جائز نہیں، لہذا احتیاط اسی میں ہے کہ گوشت سے پرہیز کیا جائے۔

"إن ما يستورد من اللحوم من البلاد غير المسلمة لا يجوز أكلها وإن كانت توجد عليها التصريح بأنها مذبوحة على الطريقة الإسلامية، فإنه ثبت أن هذه الشهادات لا يوثق بها، والأصل في أمر اللحوم المنع". (بحوث في قضايا فقهية، أحكام الذبائح: ۲/۹۳، دار العلوم)

باب الانتفاع بالحیوانات

الفصل الأول في الطيور

(پرندوں کا بیان)

طوطا حلال ہے؟

سوال [۱۲۲۲۲]: [illegible] کہتے ہیں تو اس سے وہی لال چونچ والا طوطا مراد ہے؟ بیوا توجروا

الجواب حامداً ومصلیاً:

[illegible] اور [illegible] نقل کرنے کی اس [illegible] (۱) [illegible] (۲)۔ فقط [illegible]

---

(۱) "لا يستحسن [illegible]" (شرح الرضي على الكافية، أسماء الأصوات: ۳/۲۰۲، قديمي)

(۲) "فما لا مخلب له من الطير والمستأنس منه كالدجاج، والبط، والمتوحش كالحمام، والفاختة، والعصافير، والقبج، والكركي والغراب الذي يأكل الحب، والزرع، ونحوها حلال بالإجماع" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الباب الثاني في بيان ما يؤكل من الحيوان وما لا يؤكل: ۵/۲۸۹، رشيديه)

"فما لا مخلب له من الطير فالمستأنس منه كالدجاج، والبط والمتوحش كالحمام، والفاختة والعصافير، والقبج، والكركي، والغراب الذي يأكل الحب، والزرع، والعقعق ونحوها حلال بالإجماع" (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح، باب أكل ذي ناب من السباع: ۴/۱۵۳، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الصيد، الفصل الأول في بيان ما يؤكل من الحيوانات: ۶/۳۳۱، مكتبه غفاريه كوئٹه)

الفصل الثاني في المواشي

(مویشیوں کا بیان)

خرگوش کی حلت

سوال[۱۱۲۳۹]: خرگوش کھانا کیسا ہے؟ یہ جولوگ کہتے ہیں کہ بلی جیسے پیر والا خرگوش کھانا جائز نہیں، اس کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ کیا دونوں طرح کے خرگوش کھانے کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں قسم کا خرگوش حلال ہے، پیر اگر دو قسم کے ہوں، لیکن غذا سب کی ایک ہی ہو، اسی پر مدار ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۸۷ھ۔

شیر کی زخمی کی ہوئی بکری کو ذبح کرکے کھانا

سوال[۱۱۲۳۹]: شیر کی زخمی کی ہوئی بھیڑ بکری ذبح کرنے کے بعد کھانی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ

---

(۱) "وحل غراب الزرع الذي يأكل الحب والأرنب" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الذبائح ۶/۳۰۷، ۳۰۸، سعيد)

"عن هشام بن زيد قال سمعت أنس رضي الله تعالى عنه يقول: انفجنا أرنبا بمر الظهران فسعى أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم خلفها، فأدركتها، فأخذتها، فأتيت بها أبا طلحة، فذبحها بمروة فبعث معي بفخذها أو بوركها إلى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأكله، فقلت: أكله؟ قال: قبله" (جامع الترمذي، أبواب الأطعمة، باب ماجاء في أكل الأرنب ۲/۱، سعيد)

"في الحديثين دليل على حل الأرنب من غير كراهة" (إعلاء السنن، كتاب الذبائح، باب حل الأرنب: ۱۷/۱۹۳، ۱۹۴، إدارة القرآن كراچي)

شرح انوار میں لکھا ہے کہ چالیس دن کے اندر اندر زخمی شدہ جانور ذبح کر دیا تو وہ حلال جائز نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شیر کے زخمی کیے ہوئے زندہ بچے کو ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے، شرعاً جائز ہے (۱)۔ چالیس دن کے متعلق شرعاً کوئی پابندی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۳/۱/۹۳ھ۔

امریکن گائے کا استعمال

سوال [۱۱۲۴۰]: امریکن گائے ہے یا اس سے دودھ پینے میں خرابی ہے یا نہیں؟ اگر امریکہ گائے کو ہندوستانی گائے سے گابھن کرا لیتے ہیں یا برعکس تو پیدا ہونے والے بچے میں خرابی ہوتی یا نہیں؟ واضح فرمائیں تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے۔ اگر بیل ہو امریکی تو پیدا ہونے والے کو ہم کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی ہل وغیرہ چلا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ یہ گائے صورت وغذا وغیرہ کے اعتبار سے گائے ہے، تو اس کا دودھ پینا اور اس کا گوشت کھانا اور اس سے نسل حاصل کرنا، ہل وغیرہ کے کام میں لانا سب درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "لو بقر الذئب بطنها وهي حية تذكى لبقاء محل الذبح، فتحل لو ذبحت". (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح، الثاني في التسمية: ۳۰۸/۶، رشيديه)

"والتي بقر الذئب بطنها فذكاة هذه الأشياء تحلل، وإن كانت حياتها خفيفة، وعليه الفتوى لقوله تعالى: ﴿إلا ما ذكيتم﴾ من غير فصل". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الذبائح: ۳۰۸/۶، سعيد)

"ومنها قيام أصل الحياة في المستأنس وقت الذبح قلت أو كثرت في قول أبي حنيفة، المتردية والمنخنقة والموقوذة والشاة المريضة والنطيحة ومشقوقة البطن إذا ذبحت، ينظر إن كان فيها حياة مستقرة حلت بالذبح بالإجماع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الذبائح: ۲۸۶/۵، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ومن الإبل اثنين ومن البقر اثنين﴾ (الأنعام: ۱۴۴) .... =

ہرن کو بکری کے ساتھ جوڑنا

سوال[۱۲۲۱]: جانوروں کی نسل تبدیل کرانا کیسا ہے؟ مثلاً ہرن کو بکری کے ساتھ جوڑا کھلانا(۱)، ان کے دودھ اور گوشت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بکری اور ہرن کا نسل حاصل کرنا بھی درست ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

= عن جابر رضي الله تعالى عنه نحر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن نسائه في حجة بقرة" (صحيح مسلم، كتاب الحج، باب جواز الاشتراك في الهدي وأجزاء البدنة: ۱/۴۲۵، قديمي)

"فإن كان متولداً من الوحشي والإنسي فالعبرة بالأم، فإن كانت أهلية يجوز، وإلا فلا حتى إن البقرة الأهلية إذا نزا عليها ثور وحشي فولدت ولداً فإنه يجوز أن يضحى به، وإن كانت البقرة وحشية والثور أهلياً لم يجز، لأن الأصل في الولد الأم، لأنه ينفصل عن الأم" (بدائع الصنائع، كتاب الأضحية، محل إقامة الواجب: ۴/۲۰۵، رشيديه)

حیوانات میں سب مادہ کے تابع ہوتے ہیں، جب یہ گائے (امریکن یا جرسی) اور گایوں کی طرح گھاس چرتی ہے اور گائے کی طرح ہوتی ہے تو یہ شرعاً گائے ہی شمار ہوگی، خواہ نر سے جفتی کرائی گئی ہو، یا بذریعہ انجکشن یا کسی اور طرح حاملہ کرائی گئی ہو اور حاملہ کرانے کا یہ طریقہ غیر شرعی یا مذموم وغیرہ ہو، اس کے گائے ہونے میں کوئی شبہ نہ کیا جائے گا، گائے کا ہی حکم رہے گا اور اس کا گوشت کھانا، دودھ پینا اور اس کی قربانی کرنا، یہ سب درست رہے گا۔ (نظام الفتاویٰ، کتاب الحظر والاباحۃ: ۱/۳۵۴، ۳۵۵، رحمانیہ)

(۱) "جوڑا کھلانا: نر و مادہ کو ملانا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۱۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ولو نزا ظبي على شاة، قال عامة المشائخ: يجوز". (حاشية الشلبي على هامش تبيين الحقائق، كتاب التضحية: ۶/۴۸۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال في البدائع: فلو نزا ثور وحشي على بقرة أهلية، فولدت ولداً يضحى به دون العكس، لأنه ينفصل عن الأم، وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام" (رد المحتار، كتاب الأضحية: ۶/۳۲۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب التضحية، محل إقامة الواجب: ۴/۲۰۵، رشيديه)

الفصل الثالث في الحيوانات المحرمة وأجزائها

(حرام جانوروں اوران کے اجزاء کا بیان)

خنزیر کا گوشت کھانے والے کا حکم

سوال [۱۱۲۴۲]: اس بارے میں شرعی حکم کیا ہے، کہ زید نے ایک چمار کے گھر جا کر خنزیر کا گوشت مانگا، چمار نے دینے سے انکار کیا تو زید نے کہا مجھے دو، ہم تو کئی مرتبہ یہ گوشت کھا چکے ہیں۔ بہر حال چمار نے دیا اور زید نے کھایا، جب چند لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایسا ہوا ہے تو اس کی تفتیش کی گئی، پنچایت مقرر ہوئی، ایک مولوی صاحب نے شرط لگادی کہ اگر گواہوں کے ذریعہ ثابت ہو گیا تو مبلغ ایک ہزار روپے جرمانہ کیا جائے گا، ورنہ جو کہتا ہے، اس سے مبلغ ایک صد روپیہ لیا جائے گا، اس بنا پر مولوی صاحب موصوف نے طرفین سے سٹہ خط بنوائے، چنانچہ دو تین گواہوں نے زید کے گوشت کھانے کی شہادت دی، اور وہ اس کے جس چمار نے کھلایا تھا، اس نے بھی گواہی دی کہ ہم نے خود دیا ہے اور میرے سامنے مانگ کر زید نے استعمال کیا۔

اس کے بعد زید نے بھی خود اپنے کھانے کا اقرار کیا، حالانکہ کوئی جرم نہ تھا اور یہ عذر شرعی ثبوت لینے پر مولوی صاحب نے اس سے روپے نہیں دلوائے، بلکہ معاملہ کو نظر انداز کردیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بازی لگانا یا شرائط باندھنا طرفین سے از روئے شرع کیسا ہے؟ اور زید پر کوئی گناہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جب کہ زید نے خنزیر کا گوشت بغیر کسی شرعی مجبوری کے استعمال کیا تو تحقیق کے لئے عمرو نے تگ ودو کی اور جب کہ عینی شہادت اور گواہوں سے ثبوت مل گئے، تو عمرو نے کہا کہ یہ سراسر ناجائز کرنے والوں کا ساتھ دینا ہے، اس پر مولوی صاحب نے عمرو کا بائیکاٹ کردیا اور یہ بھی اعلان کردیا کہ عمرو اسلام سے خارج ہے، بلکہ زید پاک ہے اور عمرو کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے، عمرو نے مکرر پوچھا کہ مولوی صاحب صاحب تحقیق کرنے پر ہم اسلام سے خارج ہوگئے۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں، مولوی صاحب کا یہ فتوی دینا شرعاً کہاں

صابن میں مردار جانور کی چربی

سوال[۱۱۲۴۳]: صابن میں مردار جانور کی چربی پڑتی ہے، ہمارے یہاں ایک مشین ہے، جس میں کپڑے کو رکھ دیا جاتا ہے، اس میں سے کچھ گوشت ہڈی چربی سب الگ الگ ہوجاتی ہے اور یہ چربی صابن میں پڑتی ہے اور اس صابن سے غسل اور کپڑے دھوئے جاتے ہیں، یہ کپڑے پاک ہیں یا ناپاک؟ صابن کی تجارت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات محلِ تامل ہے کہ صابن بنانے سے چربی کی ماہیت منقلب ہوجاتی ہے یا نہیں، بعض علماء فرماتے ہیں ماہیت بالکل بدل جاتی ہے، جس طرح گدھا نمک کی کان میں گرجائے اور ماہیت بدل کر نمک بن جائے، یا غلیظ کو جلا دیا جائے جس سے وہ راکھ بن جائے، یہی حال چربی کا ہے، جس سے صابن بنایا جائے، وہ حضرات ایسے صابن سے دھوئے ہوئے بدن اور کپڑے کو پاک فرماتے ہیں اور اس صابن کو استعمال کرنے کی بھی اجازت دیتے ہیں۔

دوسرے بعض اہلِ علم اس پر فرماتے ہیں کہ صابن بن جانے کے بعد چربی چربی ہی رہتی ہے، اس کی ماہیت منقلب نہیں ہوتی ہے، کیونکہ اس کے خواص اس میں موجود رہتے ہیں، ان حضرات کے نزدیک جس کپڑے میں ایسے صابن کے اجزاء باقی رہیں گے، وہ پاک نہیں ہوگا(۱)۔ والقول الأول أوسع، والثاني أورع. واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ثم هذه المسألة قد فرعوها على قول محمد بالطهارة بانقلاب العين الذي عليه الفتوى، واختاره أكثر المشايخ، خلافاً لأبي يوسف، كما في شرح المنية والفتح وغيرهما. وعبارة المجتبى: جعل الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته، لأنه تغير. والتغير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى ... وعليه يتفرع ما لو وقع إنسان أو كلب في قدر الصابون فصار صابوناً، يكون طاهراً لتبدل الحقيقة"

(ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۱۶، سعيد)

"وعلى قول محمد فرعوا الحكم بطهارة صابون صنع من زيت نجس. وفي المجتبى: جعل ...

خنزیر کی چربی صابن میں ملانا

سوال[۱۱۲۴۴]: ایک مسلم صاحب صابن کے بیوپاری ہیں، یہ خبر ملی ہے کہ تیل کی قیمتیں بڑھ جانے کی بنا پر گورنمنٹ نے مغربی ممالک سے درآمد ہونے والی چربی کا کوٹا صابن بنانے والی کمپنیوں کو دینے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جس میں ہر قسم کے جانوروں (جس میں سور خنزیر بھی شامل ہے) کی چربی ہوتی ہے، کمپنیاں اس درآمد شدہ چربی کو صابن میں ملاتی ہیں۔ ایک دینی اور مسلم ڈاکٹر نے بتایا کہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ چربی کو کیمیائی ردعمل سے نمکیات میں تبدیل کرکے صابن میں ملایا جاتا ہے۔

تفصیل بالا کی روشنی میں براہ کرم اس مسئلہ کا جواب تحریر فرمادیں کہ خوشبودار نہانے اور کپڑے دھونے کے صابن جو ان کمپنیوں میں تیار کیا جاتا ہے، ان کا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردار کی چربی نجس ہے اور خنزیر نجس العین ہے(۱)، جب تک قلب ماہیت ہوکر حقیقت اور خواص کی تبدیلی نہ ہوجائے، استعمال جائز نہیں(۲)، بلا تحقیق محض شبہ کی بنا پر صابن کو نجس کہنے کا بھی حق

= الدهن النجس في صابون يفتى بطهارته؛ لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمد، ويفتى به للبلوى"

(البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس: ۱/۳۹۴، ۳۹۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السابع في النجاسة وأحكامها، الفصل الأول: ۱/۴۵، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾ (البقرة: ۱۷۳)

"وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة" (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۲، سهيل اكيدمي لاهور)

(۲) اور اگر قلب ماہیت ہوکر حقیقت اور خواص تبدیل ہوجائیں، تو پاک ہوجائے گا۔

"(قوله: لانقلاب العين) علة للكل وهو المختار؛ لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلك الحقيقة، وتنتفي الحقيقة بانتفاء بعض أجزاء مفهومها فكيف بالكل؟ فإن الملح غير العظم واللحم فإذا صار ملحا ترتب حكم الملح، ونظيره في الشرع النطفة نجسة، وتصير علقة، وهي نجسة، =

باب التداوي والمعالجة

الفصل الأول في مايتعلق بحمل المرأة وموانعه

(حمل، اسقاطِ حمل اور موانع حمل کا بیان)

نسبندی کا آپریشن

سوال [۱۱۲۴۷]: میری عورت حالت حمل میں تقریباً آٹھ ماہ تک بیمار رہتی ہے اور پیٹ میں درد رہتا ہے، کھاتی پیتی ہے، وہ سب قے ہوجاتی ہے تو میں آپریشن کرواسکتا ہوں یا نہیں؟ اور میرے چار بچے ہیں۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالت حمل میں عموماً تکلیف زیادہ اور اشتداد ہوا کرتی ہے، قرآن پاک میں ہے ﴿حملته أمه كرهاً ووضعته كرهاً﴾(۱) بچہ پیدا ہونے کے وقت زیادہ تکلیف رہتی ہے، اس سے بچنے کے لئے آپریشن کی اجازت ہوجائے تو آئندہ پیدائش کا سلسلہ ختم ہوجائے۔

پھر روزانہ ایسا ہوگا کہ نہ حمل ہوگا اور نہ پیدائش، پھر کچھ مدت کے بعد نکاح کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ حتی کہ دنیا انسانوں سے خالی ہوجائے گی، قے اور پیٹ کے درد کے لئے حکیموں کے پاس دوائیں ہیں، ان سے علاج کرایا جائے، نسبندی آپریشن ہرگز نہ کرایا جائے، کہ نسبندی آپریشن احکام شریعت کے خلاف ہے(۲)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (الأحقاف: ۱۵)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تقتلوا أولادكم خشية إملاق نحن نرزقهم وإياكم﴾ (بني إسرائيل: ۳۱)

"تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم". (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل –

فیملی پلاننگ یا نسل کشی

سوال [۱۱۲۴۲]: ہماری نظروں سے ایک اشتہار بزبان ما سلامی رہنماؤں کے، جو ہوبہو جناب اقدس کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے، اس کی عبارت دیکھ کر طبیعت متحیر ہوئی، براہ مہربانی اس کا جواب لکھ کر ہماری حیرانی دور کرنے کا موقع عنایت فرمائیں۔

اس وقت پنجاب میں مسلمانوں کی کل آبادی ایک لاکھ اسی ہزار ہے، غیر مسلم آبادی پنجاب میں تیرہ لاکھ پچپن دو کروڑ پر مشتمل ہے، فتوے میں مسلم آبادی کا لحاظ رکھیں۔

مالیر کوٹلہ کے مفتی کا فتوی فیملی پلاننگ کا مطلب نسل کشی نہیں، بلکہ اتنی اولاد پیدا کرنا ہے، جس کی پرورش ہم آسانی سے کرسکیں، ہماری قوم وقت ورہے، فیملی پلاننگ پروگرام اپنا کر ملک کو درپیش بڑے بڑے مسئلوں کو آسانی سے حل کیا جاسکے گا اور قوم کو زیادہ سہولتیں بھی مل جائیں گی، ہمارے اس پروگرام کے ساتھ پوری ہمدردی ہے، ایسا کرکے ہم کسی پر احسان نہیں کرتے، بلکہ خود اپنی قوم کا ہی فائدہ کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

افزائش، پیدائش کی ترغیب کا حدیث شریف میں حکم ہے:

"عن معقل بن يسار قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "تزوجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم" (رواه أبوداود، والنسائي، مشكوة شريف، :ص ٢٦٧)(١).

= الثاني: ۲/۲۶۷، قديمي)

وعن عبد الله رضي الله تعالى عنه: كنا نغزو مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، وليس لنا شيء، فقلنا: ألا نستخصي؟ فنهانا عن ذلك". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء: ۲/۷۵۹، قديمي)

(۱) (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني: ۲/۲۶۷، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء: ۲/۳۰۹، رقم الحديث: ۲۰۵۰، دار إحياء التراث العربي بيروت) =

بغیر نکاح کے زندگی بسر کرنے کو ناپسند فرمایا گیا ہے:

"عن سعد بن أبي وقاص رضي الله تعالى عنه قال: رد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على عثمان بن مظعون التبتل، ولو أذن له لاختصينا" متفق عليه. مشكوة، ص: ٢٦٧(١)

حسب حیثیت مصلحت چار نکاح تک کی اجازت دی گئی

﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع﴾ الآية(٢).

ایک صحابی نے قطع نسل کی اجازت چاہی تھی تو اجازت نہیں دی گئی

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قلت يا رسول الله! إني رجل شاب، وأنا أخاف على نفسي العنت، ولا أجد ما أتزوج به النساء، كأنه يستاذنه في الاختصاء، قال: فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، ثم قلت مثل ذلك، فسكت عني، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "يا أباهريرة جف القلم بما أنت لاق، فاختص على ذلك أو ذر" (رواه البخاري). مشكوة شريف، ص: ٢٠(٣).

= (وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم ٢/ ٢٥، رقم الحديث ٣٢٢٧، دار المعرفة بيروت).

(١) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني: ٢/ ٢٦٧، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل، ص ٩٠١، رقم الحديث ٥٠٧٣، دار السلام رياض)

(وصحيح مسلم، كتاب النكاح، باب استحباب النكاح لمن تاقت نفسه، ص ٥٩٦، رقم الحديث ٣٤٠٤، دار السلام)

(٢) (النساء: ٣)

(٣) (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر، الفصل الأول: ١/ ٢٠، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل، ص ٩٠١، رقم الحديث ٥٠٧٦، دار السلام)

(وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب النهي عن التبتل ٢/ ٦٠، رقم الحديث ٣٢١٥، دار المعرفة بيروت)

فكتب عمله وأجله ورزقه" متفق عليه مشكوة شريف ١/٢٠(١)

"إن نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها" مشكوة شريف ٢/٤٥٢(٢).

"عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الرزق ليطلب العبد كما يطلبه أجله" رواه أبونعيم في الحلية مشكوة: ٢/٤٥٤(٣).

"ولا يحملنكم استبطاء الرزق أن تطلبوه بمعاصي الله، فإنه لا يدرك ما عند الله إلا بطاعته" (رواه في شرح السنة، مشكوة شريف ٢/٤٥٢)(٤).

جو کچھ خدا پاک کی طرف سے تجویز فرما دیا گیا ہے، اس کے خلاف سب امت مل کر بھی کوئی ایک دانہ کا بھی نفع نہیں پہنچا سکتی

"واعلم أن الأمة لو اجتمعت على أن ينفعوك بشيء لم ينفعوك إلا

---

(١) (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الإيمان بالقدر: ١/٢٠، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ذكر الملائكة، ص ٥٣٠، رقم الحديث ٣٢٠٨، دار السلام)

(وصحيح مسلم، كتاب التوحيد، باب قوله تعالى ﴿ولقد سبقت كلمتنا﴾، ص ١٢٨٦، رقم الحديث: ٧٤٥٤، دار السلام)

(٢) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني ٢/٤٥٢، قديمي)

(وكذا في مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد في طلب الرزق ٤/١٢٣، دار الفكر)

(٣) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثالث ٢/٤٥٤، قديمي)

(وكذا في مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد في طلب الرزق ٤/١٢٥، دار الفكر)

(وكذا في المقاصد الحسنة، حرف الهمزة، ص ١٣٢، دار الكتب العلمية بيروت)

(٤) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني ٢/٤٥٢، قديمي)

(وكذا في مجمع الزوائد، كتاب البيوع، باب الاقتصاد في طلب الرزق ٤/١٢٣، دار الفكر)

(وكذا في مصنف ابن أبي شيبة، كتاب الزهد، ما ذكر عن نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم في الزهد ١٩/٩٩، المجلس العلمي)

بشيء قد كتب الله لك" (مشكوة شريف، ص: ٤٥٢)(١).

اناج کی کمی کا اصل علاج یہ نہیں ہے کہ پیدائش پر بندش لگادی جائے، بلکہ علاج یہ ہے کہ جن اسباب ومعاصی کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے، ان کو دفع کیا جائے، اسباب تو روز افزوں ہو، تہذیب میں داخل ہو جائیں، جزوِ زندگی بن جائیں، اذہان وقلوب سے ان کی قباحت وشناعت ختم کردی جائے اور ان اسباب پر مرتب ہونے والے نتائج کو بند کرنے کے لئے تدابیر خود ساختہ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف اختیار کی جائیں، اس کا نتیجہ تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے، جب کہ معاصی پر عذاب آخرت سے پہلے ہی پہلے اس دنیا میں مصائب وبلاء کا ترتب ہوتا ہے، ان کی تفصیل احادیث میں موجود ہے، بوقت ضرورت ان کی تفصیل لکھی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۲/ ۸۷ھ۔

خاندانی منصوبہ بندی

سوال[۱۱۲۴۳]: ما الحكم في تقدير الذي قدر من حيث يكون لا كثرة الأولاد، وقدر في ثلاثة أم في أقل منه، هل يجوز لنا هكذا التقدير؟

الجواب حامداً ومصلياً:

الاكتفاء في الأولاد بهذا العدد وحصرها فيه ليس له دليل في الشرع، بل الدليل على خلافه عن معقل بن يسار رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم الأمم" (رواه أبو داود والنسائي، مشكوة، ص: ٢٦٧)(٢)

---

(١) (مشكاة المصابيح، كتاب الرقاق، باب التوكل والصبر، الفصل الثاني: ٢/ ٤٥٣، قديمي)

(وسنن الترمذي، كتاب صفة القيامة والرقائق والورع: ٣٨٩/٣، رقم الحديث: ٢٥١٦، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما: ١/ ٢٩٣، رقم الحديث: ٢٦٦٤، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٢) (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثاني: ٢/ ٢٦٧، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب النكاح، باب النهي عن تزويج من لم يلد من النساء، رقم الحديث: ٢٠٥٠، ٢/ ٣١٩، دار إحياء التراث العربي بيروت) .... =

وقال الله تعالى: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾ الآية(۱). والله سبحانه تعالی أعلم

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/ ۶/ ۸۷ھ(۲)۔

محکمۂ نسبندی میں ملازمت

سوال[۱۱۲۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں محکمۂ نسبندی میں ملازم ہوں، اس محکمہ میں صاحب اولاد کو زائد توالد کے سلسلہ کو ختم کرانے کے لئے آپریشن کے کام پر ملازمت کرتا ہوں۔ لہذا کیا یہ کام شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اس کی تنخواہ لینا کیسا ہے؟ جو تنخواہ مل چکی ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ مجبوراً یہ کام کرنا پڑے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ محکمہ اس بنیاد اور نظریہ پر قائم کیا گیا ہے کہ آدمی زیادہ ہو گئے، غلہ کم پیدا ہوتا ہے، سب کو راشن پورا نہیں ملتا، جو آدمی پیدا ہو چکے ان کو دنیا سے ختم کرانے میں مفاسد بہت ہیں، جن کو برداشت کرنا دشوار ہے، لہذا ایسی صورت اختیار کی جائے کہ آدمی کم پیدا ہوں، تاکہ راشن سب کو ملے۔ یہ نظریہ تعلیمات اسلام کے بالکل خلاف ہے، زمانۂ جاہلیت کے لوگ اپنی اولاد کو قتل کردیا کرتے تھے، کہ اگر یہ زندہ رہیں، تو ان کو راشن کہاں سے دیں

= (وسنن النسائي، كتاب النكاح، باب كراهية تزويج العقيم: ۲/ ۶۵، رقم الحديث: ۳۲۲۷، دار المعرفة بيروت)

(۱) (الأحزاب: ۳۶)

(۲) **ترجمۂ سوال**: "کیا حکم ہے اس اندازے اور عدد کا جو خاندانی منصوبہ بندی والوں کی طرف سے مقرر ہے کہ زیادہ اولاد پیدا نہ کرو اور تین یا اس سے کم (اولاد) پیدا کرنے کو اپناؤ، کیا اس طرح (اولاد کے عدد کو) مقرر کرنا دین کے اعتبار سے جائز ہے؟"

جواب: اولاد کے پیدا ہونے میں تین یا اس سے کم کے عدد کو مقرر کرلینا اور اس کی پابندی کرنا، بیٹے کے بارے میں شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ اس (تحدید) کے خلاف دلیل موجود ہے، وہ دلیل یہ کہ "حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "تم ایسی عورت سے نکاح کرو، جو خاوند سے محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو، کیونکہ دوسری امتوں کے مقابلے میں، میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا"۔ اور اللہ رب العزت کا ارشاد ہے کہ ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾

بحالت مجبوری پوری ناگواری کے ساتھ اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے، انتہائی جدوجہد کے ساتھ تلاش کرکے دوسری صورت ملنے پر اس کو ترک کردیا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۸/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: محمد جمیل الرحمن، نائب مفتی۔

آپریشن سے جنس تبدیل کرنے کا حکم

سوال [۱۲۴۹]: سیکس تبدیل کرنا (اپنی ہیئت مخلوق تبدیل کرنا، مرد سے عورت بننا اور عورت سے مرد بننا) شریعت مطہرہ کی رو سے جنس تبدیل کرنے کے لئے آپریشن کرانا جائز ہے یا ناجائز؟ کیا اس حرکت شنیع سے تغییر خلق لازم نہیں آتی؟ جواز وعدم جواز کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا مفصل ومدلل جواب دیں۔

نوٹ: اس واقعہ کا وقوع ہوچکا ہے، اس لئے آپ کو زحمت دی جارہی ہے کہ اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ ملاحظہ فرمائیں:

دلی کی کہانی منیجر کی زبانی "ہندی (دلی) کے ایک شراب خانہ کے منیجر کو اس لئے نوکری سے الگ کردیا گیا، کیونکہ اس کے بارے میں پتہ چل گیا ہے کہ یہ دراصل وہی لڑکی ہے، جو اس بار میں بار میٹر کا کام کرچکی ہے، جب کہ اس کا کہنا ہے کہ اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے، اس نے بتایا کہ چھ سال سے پہلے سیکس تبدیل کرنے کے لئے جو آپریشن کردیا تھا، وہ کامیاب رہا اور اب وہ نہ صرف یہ کہ مرد دکھائی دیتی ہے، بلکہ مردوں کی طرح محسوس بھی کرتی ہے اب وہ ایک شادی شدہ مرد ہے، جس کے دو بچے ہیں، منیجر نے یہ تسلیم کیا کہ چند سال پہلے وہ ایک عورت تھی اور اس کے ایک بیٹا بھی تھا، لیکن اب وہ ایک مرد ہے اور ایک کامیاب ازدواجی زندگی گزار رہا ہے"۔

"فيلتحق بذلك ما في معناه من التداوي بالقطع أصلاً" (فتح الباري، كتاب النكاح، باب ما يكره من التبتل والخصاء: ۹/۹۷، دار المعرفة بيروت)

"كل ما يؤدي إلى ما لا يجوز، لا يجوز" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۶۰، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مرد زنانہ ہیئت اختیار کرے یا زنانہ لباس پہنے اس پر حدیث پاک میں لعنت آئی ہے، اسی طرح جو عورت مردانہ ہیئت اختیار کرے یا مردانہ لباس پہنے اس پر بھی حدیث پاک میں لعنت آئی ہے(۱)۔ یہاں تک کہ جوعورت مردوں کی طرح گھوڑے پرسوار ہو، اس پر بھی لعنت آئی ہے:

"لعن اللّٰه الفروج على السروج"(۲) كذا في فتح القدير.

نیز "لعن اللّٰه المتشبهين من الرجال بالنساء"

اور "لعن اللّٰه المتشبهات من النساء بالرجال"(۳)

پھر مستقل صنفِ ذکورۃ و انوثت میں تبدیلی کرنا اور جنس کہاں درست ہوگا کہ اس میں ہر مرد کی تخلیق

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: لعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء: ۸۷۴/۲، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وكذا في الجامع الصغير مع فيض القدير، رقم الحديث: ۷۲۱۵ [illegible]، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۲۵۲/۳، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب إيقاع الطلاق: ۳۵۹/۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الطلاق، باب الصريح: ۱۵۲/۲، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، فصل وأما شرائط الركن فأنواع: ۲۲۵/۳، رشيديه)

(۳) (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: لعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء: ۸۷۴/۲، قديمي)

(وكذا في الجامع الصغير مع فيض القدير، رقم الحديث: ۷۲۱۵ [illegible]، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة)

کی مخصوص غایت ہی فوت ہوجاتی ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۲/۹۹ھ۔

حاملہ کا پیٹ چاک کرکے بچہ نکالنا

سوال[۱۱۲۵۰]: اگر حاملہ عورت کا انتقال ہوجائے تو بچہ کو عورت کا پیٹ چاک کرکے نکالنا جائز ہے، اس شبہ پر کہ بچہ پیٹ میں زندہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حاملہ مرجائے اور بچہ پیٹ میں زندہ ہو تو پیٹ چاک کرکے بچہ نکال لیا جائے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۲ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليبتكن آذان الأنعام، ولآمرنهم فليغيرن خلق الله﴾ (النساء: ١١٩)

"قوله تعالى: ﴿خلق الله﴾ عن نهجه صورة أو صفة، ويندرج فيه ... وخصاء العبد والوشم والوشر واللواطة والسحاق ونحو ذلك ... وتغيير فطرة الله تعالى التي هي الإسلام، واستعمال الجوارح والقوى فيما لا يعود على النفس كمالا، ولا يوجب لها من الله سبحانه زلفى" (روح المعاني، النساء: ١١٩: ٥/١٩٣، ١٥٠، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ١١٩: ٥/٢٦٩، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٢) "امرأة حامل ماتت، وعلم أن ما في بطنها حي فإنه يشق بطنها من الشق الأيسر، وكذلك إذا كان أكبر رأيهم أنه حي يشق بطنها، كذا في المحيط. وحكي أنه فعل ذلك بإذن أبي حنيفة فعاش الولد" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون: ٥/٣٢٠، رشيديه)

"امرأة ماتت والولد يضطرب في بطنها، قال محمد: يشق بطنها ويخرج الولد، لا يسع إلا ذلك" (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، باب غسل الميت: ١/١٨٨، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنائز: ١/٣٩٨، إمداديه)

الفصل الثاني في التداوي بالمحرم وغيره

(حرام وحلال سے دوا کرنے کا بیان)

’’بولِ فیل‘‘ برائے علاج

سوال [۱۱۲۵۰]: ایک حکیم صاحب مسلمان ہیں، نماز کے پابند ہیں، لیکن داڑھی نہیں رکھتے ہیں، ایک عورت کا علاج پانچ مہینے سے کر رہے ہیں، عورت کو دس سال سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے، بہت علاج کرایا ہے، ان حکیم صاحب کی دوائی سے حیض میں تھوڑا فائدہ ہے، اب پانچ ماہ علاج کے بعد حکیم صاحب نے اس مرتبہ جو دوائی دی، اس میں بولِ فیل ’’ہاتھی نر کا پیشاب‘‘ ہمبستری کے وقت پینے کے لئے دیا تھا، یہ سوچتے ہوئے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ مریضوں کو جو استسقاء کے مرض میں مبتلا تھے، اونٹ کا دودھ اور پیشاب بتلایا تھا اور ٹھیک ہوگئے تھے تو میں یہ سوچتے ہوئے بولِ فیل دو مرتبہ استعمال کر چکا ہوں، لیکن طبیعت میں کچھ پریشانی ہے، براہِ کرم آپ بتلائیں کہ مرض کی صورت میں اس کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو کتنی مقدار میں اور اگر ناجائز اور حرام ہے تو جو استعمال کیا جا چکا ہے، اس کی تلافی کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

محض اولاد کا نہ ہونا، ایسی بیماری نہیں، جس کے لئے بولِ فیل پینے کی اجازت دی جاسکے، جو کچھ اب تک ہو چکا، اس سے توبہ واستغفار کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ’’اختلف في التداوي بالمحرم، وظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر، لكن نقل المصنف ثمة وهنا عن الحاوي: وقيل: يرخص إذا علم فيه الشفاء ولم يعلم دواء آخر كما رخص الخمر للعطشان، وعليه الفتوى‘‘. (الدر المختار مع رد المحتار، باب المياه، مطلب في التداوي بالمحرم: ۱/۲۱۰، سعيد)

’’(للتداوي) أي من مرض أو هزال مؤد إليه، لا لنفع ظاهر كالتقوي على الجماع كما قدمناه۔‘‘

خراطین وخاکستہ دوائی کا استعمال

سوال[۱۱۲۵۲]: امعاء الارض یعنی خراطین ونیز خاکستہ یعنی عروسک کا داخلی استعمال کیسا ہے، نیز خارجی استعمال کے بعد نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کھانا درست نہیں، جس چیز میں خون نہ ہو اس سے خارجی استعمال کے بعد بغیر دھوئے بھی نماز درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۱۸ھ۔

= ولا للسمن كما في العناية" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۳۸۹، سعيد)

وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/ ۱۹۵، دار المعرفة بيروت)

"فالحاصل أن التداوي بالمحرم يجوز مع مراعاة الشرائط، والقيود لدفع المضرة لا لجلب المنفعة، وحصول الولد إنما هو جلب المنفعة فحسب، فإنه لا يجوز له شرب بول الفيل" (من المحرّج)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا وقع الذباب في إناء أحدكم فليغمسه كله، ثم ليطرحه، فإن في إحدى جناحيه شفاء وفي الآخر داء" رواه البخاري (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد والذبائح، باب ما يحل أكله: ۲/ ۹۱، دار الكتب العلمية بيروت)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا وقع الذباب في الطعام فامقلوه" رواه أبو داود (مشكاة المصابيح، كتاب الصيد، باب ما يحل أكله: ۲/ ۸۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"وجه الاستدلال به أن الطعام قد يكون حاراً فيموت بالغمس فيه، فلو كان يفسده لما أمر النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بغمسه ليكون شفاء لنا إذا أكلناه، وإذا ثبت الحكم في الذباب ثبت في غيره مما هو بمعناه كالبق والزنبور والعقرب ... إما بدلالة النص وإما بالإجماع ... كل ما لا يفسد الماء لا يفسد غير الماء وهو الأصح، كذا في المحيط والتحفة" (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/ ۱۶۰ [illegible]، رشيديه)

"ويجوز رفع الحدث بما ذكر وإن مات فيه أي الماء ولو قليلاً غير دموي كزنبور وعقرب وبق" (الدر المختار) "(قوله: غير دموي) المراد ما لا دم له سائل كما في القهستاني، أن المعتبر عدم

ڈاکٹری دوائی میں شراب کی آمیزش

سوال [۱۱۲۵۳]: ایک مسلمان ڈاکٹر سے سنا ہے کہ انگریزی جتنی بھی پینے کی دوائیں ہیں سب میں شراب کی آمیزش ضرور ہے، تو ایسی صورت میں مسلمانوں کو ڈاکٹری علاج اور انگریزی دوا کا استعمال شریعت پاک کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شرعی ثبوت سے تحقیق ہو جائے کہ حلال دوا میں شراب ہے تو اس کا پینا درست نہیں، بلا تحقیق حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن غفرلہ، ۷/۳/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین عفی عنہ، ۷/۳/۹۲ھ۔

خنزیر کی چربی والا تیل دوا کے طور پر استعمال کرنا

سوال [۱۱۲۵۴]: ایک تیل تیار کرتا ہے، جو بہت سی بیماریوں کا کام دے گا، جس میں پندرہ قسم کی یونانی دوائیاں شامل ہیں، جس میں ہر ایک کلو سرسوں کے تیل میں ڈھائی گرام خنزیر کی چربی ملانا ہے، کیا شرعی حکم سے چربی ملائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بغیر ملائے تیل میں کمزوری باقی رہتی ہے۔

---

(۱) "الاستیلاد لا عدم أصله حتى لو وجد حیوان له دم جامد لاینجس ... فکل ما لایفسد الماء لایفسد غیر الماء". (ردالمحتار، کتاب الطهارة، باب المیاه: ۱/۱۸۳، ۱۸۵، سعید)

"الیقین لا یزول بالشک، الیقین عند الفقهاء هو جزم القلب بوقوع الشيء، أو عدم وقوعه، یعني أن الأمر المتیقن ثبوته لا یرتفع إلا بدلیل قاطع، ولا یحکم بزواله بمجرد الشک، کذلک المتیقن عدم ثبوته لا یحکم بثبوته بمجرد الشک، لأن الشک أضعف من الیقین فلا یعارضه ثبوتاً وعدماً" (شرح المجلة للأتاسي، المادة: ۴: ۱/۱۸، رشیدیه)

"ما ثبت بیقین لا یرتفع إلا بیقین". (قواعد الفقه، ص: ۱۱۴، الصدف)

وکذا في الأشباه والنظائر مع شرح الحموي، القاعدة الثالثة: ۱/۱۹۳، إدارة القرآن کراچي

الجواب حامداً ومصلياً:

خنزیر نجس العین ہے(۱)، اس کی چربی کا استعمال کرنا بھی حرام ہے(۲)، ایسا تیل بھی نجس ہوگا، اگر کوئی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ تجربہ کار دیندار طبیب کی تشخیص سے علاج اس کے سوا کوئی دوا نہ ہو بلکہ اس میں شفاء منحصر ہو، تو ایسی مجبوری کی حالت میں استعمال کی گنجائش ہوگی(۳)، مگر اس کا حکم نجاست کا ہی باقی رہے گا(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، [illegible]

☆ ☆ ☆

---

(۱) "بخلاف الخنزير لأنه نجس العين، إذ الهاء في قوله تعالى: ﴿فإنه رجس﴾ منصرف إليه لقربه". (الهداية، كتاب الطهارات، باب الماء الذي يجوز به الوضوء، ومالا يجوز به: ۱/۴۱، شركت علمية ملتان)

"وشعر الخنزير لنجاسة عينه أي: عين الخنزير بجميع اجزائه". (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۷۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع، باب البيع الفاسد: ۶/۱۳۲، رشيديه)

(۲) "وأما الخنزير، فشعره وعظمه وجميع اجزائه نجسة". (البحر الرائق، كتاب الطهارة: [illegible]، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۳، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب البيوع، مطلب في التداوي بلبن البنت: ۵/۷۲، سعيد)

(۳) "وجوزه في النهاية بمحرم إذا أخبره طبيب مسلم أن فيه شفاء، ولم يجد مباحاً يقوم مقامه". (الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن عشر في التداوي والمعالجات: ۵/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل التاسع عشر في التداوي والمعالجات: ۶/۱۱۶، مكتبه غفاريه كوئته)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۱، ۲

باب المال الحرام ومصرفه

(مالِ حرام اوراس کے مصرف کا بیان)

مشتبہ مال سے بچنا

سوال[۱۱۲۵۵]: عاجز کو اپنی خوراک کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں بہت تشویش ہے، میرا کھانا پینا ایک ایسے شخص کے پاس ہے، جس کا مال حرام اور مشتبہ ہے، ایک ایسے شخص کے پاس خوراکی دے کر کھانا میرے لئے شرعاً جائز اور حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کا مال بالکل حرام ہے، یا غالب مال حرام ہے، تو اس کا کھانا آپ کے لئے جائز نہیں، اپنا انتظام کہیں اور کریں، اگر اس کا غالب یعنی اکثر وبیشتر مال حلال ہے اور کم مقدار میں حرام بھی ہے اور وہ سب مخلوط ہے تو آپ کے لئے اس کے کھانے کی گنجائش ہے(۱)، اگر محض مشتبہ ہے تو پھر پریشان ہو کر تشویش میں نہ پڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، ۱۳/۱/۹۲ھ۔

---

(۱) "أهدى إلى رجل شيئاً، أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس، إلا أن يعلم بأنه حرام، فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لايقبل الهدية، ولا يأكل الطعام إلا أن يخبره بأنه حلال ورثته أو استقرضته من رجل كذا في الينابيع، ولا يجوز قبول هدية أمراء الجور، لأن الغالب في مالهم الحرمة، إلا إذا علم أن أكثر ماله حلال ... فالمعتبر الغالب، وكذا أكل طعامهم" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا: ۵/۳۴۲، رشيديه) =

استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

معلوم ہونے پر کہ یہ چوری کی چیز ہے اس کا خریدنا درست نہیں، اس سے اس کی ملک ثابت نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

جو کپڑا درزی بچالے اس کا حکم

سوال [۱۱۲۵۹]: مسئلہ یہ ہے کہ ایک درزی میرا دوست ہے، اس کا لڑکا بھی میرے پاس پڑھتا ہے، وہ درزی یہ کہتا ہے کہ میں آپ کو ایک جواہر کٹ دوں گا، میرے پاس دس سال کا ایک کپڑا کسی کی شیروانی میں کا بچا ہوا ہے، درزی مسلمان ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے، مگر چونکہ درزی کپڑا جو بچاتے ہیں، وہ چوری کا ہی بچاتے ہیں، مجھے یہی شبہ ہے کہ وہ شاید چوری کا ہے۔ درزی سے یہ معلوم کیا تو یہ بتایا کہ بہت دنوں کی بات ہے، معلوم نہیں کہ کس کا کپڑا تھا، اس سے کہہ کر رکھا تھا یا چوری سے بچایا تھا۔

اب مسئلہ کے بارے میں فرمادیں کہ اس درزی سے میں وہ جواہر کٹ انعام میں لے سکتا ہوں یا نہیں؟ اس کو پہن کر نماز پڑھائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اگر اجازت ہو تو میں وہ جواہر کٹ اس درزی سے لڑکے کی پڑھائی میں انعام کے طور پر لے سکتا ہوں یا نہیں؟

---

(۱) "(قوله الحرمة تتعدد) نقل الحموي عن سيدي عبد الوهاب الشعراني أنه قال في كتاب المنن: وما نقل عن بعض الحنفية من أن الحرام لايتعدى ذمتين، سألت عنه الشهاب ابن الشلبي، فقال: هو محمول على ما إذا لم يعلم بذلك، أما لو رأى المكاس مثلاً، يأخذ من أحد شيئا من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام" (ردالمحتار، باب البيع الفاسد، مطلب الحرمة تتعدد ۹۸/۵، سعيد)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ۶/۳۸۵، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني الفوائد، الحظر والإباحة، ص ۳۴۴، دار الفكر بيروت)

روپیہ دے رہا ہے اور کھلا رہا ہے، ایسا روپیہ واجب التصدق ہے یا اس کا مالک کا واپس کرنا ضروری ہے، اگر مالک اور اس کے ورثاء کا علم نہ ہو، تو غریبوں پر صدقہ کردیا جائے (۱)۔

غریب محتاج طلباء بھی اس کے مستحق ہیں، لیکن مدرسین کی تنخواہ یا مدرسہ کی تعمیر وغیرہ میں اس کو خرچ نہیں کیا جاسکتا ہے (۲)، اگر کسی کا عمل خلاف شرع ہو، تو حسن ظن کی بناء پر اس کی تاویل کی جائے گی، یا اس کو رد کردیا جائے گا، اس کی وجہ سے مسئلہ شرعیہ نہیں بدلا جائے گا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۷ھ۔

آتش بازی کا سامان رکھنے والے کے لئے بکس بنانے کی کمائی کا حکم

سوال [۱۱۲۶۰]: انعام الحق اور ان کے بڑے بھائی ایک کارڈ بکس کے کارخانے کے مالک ہیں،

= البيع: ۳۸۵/۶، سعيد)

"الحرمة تتعدى في الأموال مع العلم بها" (الأشباه والنظائر، الفن الثاني الفوائد، الحظر والإباحة، ص: ۳۴۴، دار الفكر)

(۱) "(وهو حرام مطلقاً على الورثة) أي سواء علموا أربابه أولا، فإن علموا أربابه ردوه عليهم، وإلا تصدقوا به". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۶/۶، سعيد)

"ويردونه على أربابه إن عرفوهم وإلا يتصدقوا به، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۶۹/۸، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/۱۹۳، دار المعرفة بيروت)

(۲) اس لئے کہ مال حرام کے تصدق میں بھی فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے، اس مسئلہ کی مفصل وضاحت وہاں ملاحظہ فرمائیں (امداد المفتیین، کتاب الزکوۃ، ص: ۳۸۳، دار الاشاعت)

(۳) چونکہ کسی شخص کا عمل کوئی حجت شرعیہ نہیں، لہذا مسئلہ شرعیہ میں اس کی وجہ سے تبدیلی بھی نہیں ہوسکتی۔

"اعلم أن أصول الشرع ثلثة ... والأصل الرابع هو القياس" (نور الأنوار، ص: ۳۰۵، سعيد)

(وكذا في نسمات الأسحار، ص: ۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في أصول الشاشي، ص: ۱۲، المكتبة الغفورية العاصمية)

[illegible]

[illegible]

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ کی آمدنی حرام نہیں، بلکہ حلال ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۵/۹۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "لا يكره بيع الجارية المغنية والكبش النطوح والديك المقاتل والحمامة الطيارة، لأنه ليس عينها منكراً". (ردالمحتار، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۴/۲۶۸، سعيد)

"وكره بيع السلاح من أهل الفتنة لأنه إعانة على المعصية وعرف بهذا أنه لا يكره بيع ما تقوم المعصية به كبيع الجارية المغنية، والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب الذي يتخذ منه المعازف". (النهر الفائق، كتاب الجهاد، باب البغاة: ۳/۲۶۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب البغاة: ۵/۲۳۰، رشيديه)

باب الرشوة

(رشوت کا بیان)

رشوت اور شراب کی رقم کا حکم

سوال[۱۱۲۶۱]: رشوت دے کر روپیہ کمایا ہو یا شراب فروخت کرکے روپیہ کمایا جائے، کیا دونوں برابر ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر رشوت دے کر، مثلاً: پرمٹ حاصل کیا اور پھر حلال مال کی جائز طریقہ پر تجارت کی، تو وہ روپیہ حرام نہیں، البتہ رشوت دینے کا گناہ ہوگا(۱)، مجبوری کی حالت میں اپنا حق وصول کرنے کے لئے رشوت دینا بھی گناہ نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۰/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱۰/۸۸ھ۔

---

(۱) "والإسلام يحرم الرشوة في أيّ صورة كانت، وبأي اسم سميت، فتسميتها باسم الهدية لا يخرجها عن دائرة الحرام إلى الحلال" (الحلال والحرام، ص: ۲۷۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"أخذ الأمير الهدية سحت، وقبول القاضي الرشوة كفر" (كنز العمال، كتاب الإمارة والقضاء، الباب الثاني في القضاء، الفصل الثالث في الهدية والرشوة، رقم الحديث: ۵۰۲۹ ۱۱۲/۲، مكتبة التراث الإسلامي بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة: ۵/۳۶۲، سعيد)

(۲) "ومن كان له حق مضيع لم يجد طريقة للوصول إليه إلا بالرشوة، أو وقع عليه ظلمٌ، فلم يستطع دفعه عنه إلا بالرشوة فإن سلك سبيل الرشوة من أجل ذلك، فالإثم على الآخذ المرتشي، وليس عليه --

سیمنٹ کی تجارت اور پرمٹ حاصل کرنے کے لئے رشوت دینا

سوال[۱۱۲۶۲]: زمانہ موجودہ میں سیمنٹ کی خریداری وفروخت کی عام اجازت نہیں ہے، بلکہ صرف ان لوگوں کو سیمنٹ فروخت کرنے کی اجازت ہے، جن کے پاس لائسنس اور کوٹہ ہو اور انہیں حکومت معین مقدار میں سیمنٹ دیتی ہے اور اس کے خریدار اور قیمت بھی خود حکومت متعین کرتی ہے، چنانچہ اگر دکاندار متعین خریداروں کے علاوہ کچھ سیمنٹ دوسروں کو دینا چاہے، یا مقررہ قیمت میں اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا چاہے، تو قانوناً اس کی اجازت نہیں اور اگر تمام سیمنٹ مقررہ قیمت پر فروخت کردے تو بجائے نفع کے اسے نقصان ہوگا، اس خسارہ سے بچنے کے لئے دکاندار اپنے یا کسی دوسرے شخص کے نام کچھ سیمنٹ کی پرمٹ (اجازت) حاصل کرلیتے ہیں اور اسے حکومت سے چوری، بازاری نرخ کے مطابق فروخت کرتے ہیں اور چونکہ پرمٹ حاصل کرنے میں بہت دشواری ہوتی ہے کہ عام لوگوں کو رشوت دیئے بغیر پرمٹ نہیں ملتی، لہٰذا اس پریشانی سے بچنے کے لئے لوگ چوری والے سیمنٹ خرید لیتے ہیں۔

۱ اب سوال یہ ہے کہ کیا حکومت کو اس قسم کے قوانین کے نفاذ اور دکانداروں کے اختیاروں کو سلب کرنے کا حق حاصل ہے؟

۲ اور اگر حکومت ایسے جبری قوانین نافذ کرے، تو مسلمانوں پر اس کی پابندی کس حد تک لازم ہے؟ اور قانون کی رعایت نہ کرنے کی صورت میں کیا شرعاً مواخذہ کے مستحق نہ ہوں گے؟

۳ اور اگر پابندی لازم ہے تو کیا دکاندار کو اپنے نام کی پرمٹ لے کر اسے عام نرخ کے مطابق فروخت کرنا درست ہے؟

= إثم الراشي في هذه الحالة مادام قد جرب كل الوسائل الأخرى، فلم تأت بجدوى" (الحلال والحرام في الإسلام، في العلاقات الاجتماعية، الرشوة لرفع الظلم، ص: ۲۷۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۷/ ۲۴۸، رشيديه)

(وكذا في أحكام القرآن، البقرة: ۱۸۸ : ۲/۳۳۳، دار الكتب العربي بيروت)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب القضاء، باب الرشوة، تحقيق معنى الرشوة لغةً وشرعاً: ۱۵/ ۶۱، إدارة القرآن كراچی)

۴ اور پرمٹ حاصل کرنے کے لئے رشوت دینی پڑے تو کیا یہ رشوت دینا جائز ہے؟ اور اگر بغیر رشوت دیئے جائز نہ ملے تو حکومت کی چوری سے پرمٹ لینا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر نہیں تو کیوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ یہ حکومت نے جب اعلان کیا ہے کہ وہ قانون اسلام کی پابندی کرے گی اور اس کے مطابق قانون بنائے گی، اگر ایسا ہوتا تو آپ کو دریافت کرنے کا بھی حق ہوتا۔

۲ جو شخص جس کی حکومت میں رہتا ہے، وہ اس کے قوانین کی پابندی کرتا ہے، ورنہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالتا ہے، جب تک حکم خدا کی بغاوت نہ ہو قانون حکومت تسلیم کرنا چاہئے(۱)۔

۳ ایسا کرنے سے قانونی چور ہو جائے گا، یا اس پر بھی چور ہوگی، حفاظت عزت لازم ہے، عزت کو خطرے میں ڈالنا دانشمندی نہیں(۲)۔

۴ چوری بہر حال چوری ہے، اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اگر مجبوراً رشوت دینے کی نوبت آئے تو امید ہے کہ پکڑ نہیں ہوگی(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲/۳۲۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وصحيح البخاري، كتاب أخبار الآحاد، رقم الحديث: ۷۲۵۷، ص: ۱۲۴۹، دار السلام)

وكذا في رد المحتار، باب البغاة، مطلب تجب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية: ۲/۱۷۲، سعيد)

(۲) قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه"، قالوا: وكيف يذل نفسه؟ قال: "يتعرض من البلاء لما لا يطيق". (جامع الترمذي، أبواب الفتن عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، باب ما جاء في النهي عن سب الرياح: ۲/۵۱، سعيد)

(وسنن ابن ماجه، أبواب الفتن، باب قوله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا عليكم أنفسكم﴾، ص: ۵۷۹، دار السلام)

وكذا في شرح ابن بطال، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۰/۵۱، مكتبة الرشد)

(۳) [illegible] =

سرکاری ہسپتال سے رشوت دے کر دوائیاں لینا

سوال[۱۱۲۶۳]: سرکاری اسپتال میں مفت دوائیں ملتی ہے، لیکن رشوت نہ دی جائے تو ٹال دیتے ہیں اور غریب آدمی باہر کا علاج نہیں کرسکتا، تو رشوت دینا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور مالدار بھی ایک دوائیں استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنا حق وصول کرنے کے لئے مجبوراً رشوت دی جائے، تو گناہ نہیں(۱)، ہسپتال اگر غرباء کے لئے مخصوص نہ ہوتو مالدار بھی اس سے دوائیں لے سکتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

= "لو اضطر إلى دفع رشوة لإحياء حقه جاز له الدفع، وحرم على القابض" (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۷۲/۵، سعيد)

"من الرشوة المحرمة على الآخذ دون الدافع ما يأخذه الشاعر، وفي وصايا الحاوية قالوا: بذل المال لاستخلاص حق له على آخر رشوة" (البحر الرائق، كتاب القضاء: ۴۴۱/۶، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب القضاء: ۱۷۸/۳، دار المعرفة بيروت)

(۱) "الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر، أو جلباً للنفع، وهو حرام على الآخذ فقط" (ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة والهدية: ۳۶۲/۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۴۴۱/۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴۰۳/۴، رشيديه)

(وكذا في الحلال والحرام في الإسلام، ص: ۲۷۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) جب ہسپتال غرباء کے لئے مخصوص نہیں، تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اس نفلی صدقات کے پیسوں سے علاج کرایا جاتا ہے اور نفلی صدقات کا لینا غنی کے لئے بھی جائز ہے۔

"فأما الصدقة على وجه الصلة والتطوع، فلا بأس به، وكذلك يجوز النفل للغني" (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الزكاة، من توضع الزكاة فيه: ۲۷۵/۲، إدارة القرآن كراچی)

"وقيد بالزكاة، لأن النفل يجوز للغني كما للهاشمي .... لاتحل صدقة لغني خرج النفل منها؛ لأن الصدقة على الغني هبة" (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۴۲۷/۲، رشيديه) —

محصول کم کرنے کے لئے رشوت کا مشورہ دینا

سوال[۱۱۲۶۴]: احقر بحیثیت منشی چند کارخانوں میں حسابات کا کام کرتا ہے، حساب کی جانچ کے لئے سرکاری انسپکٹر مقرر ہوتا ہے، چنانچہ جہاں احقر کام کرتا ہے، وہاں پر انسپکٹر آیا اور اس نے بیس ہزار کا بقایا نکال دیا، جانچ کے دوران انسپکٹر نے کہا کہ تم بہت سے کارخانوں میں کام کرتے ہو، کہیں سے ہمیں رشوت نہیں دلائی، میں نے یہ ذکر مالک سے کر دیا اور کہا کہ ممکن ہے کہ رشوت لینے کے بعد کچھ رقم تخفیف کر دے (حالانکہ تخفیف کا من انسپکٹر کو نہیں ہے) اس پر مالک رشوت دینے کے لئے تیار ہو گئے، رشوت دے دی گئی اور رقم میں کافی تخفیف ہو گئی، اس گناہ میں احقر بھی ملوث رہا۔

رشوت پا کر انسپکٹر صاحب خاص طور سے احقر پر مہربان ہوئے اور اکثر کارخانوں میں احقر کی تعریف کرنے لگے، کوئی جگہ نکلی تو مجھے پہلے بتلا دیتے کہ ان سے بات کرلو، سوال یہ ہے کہ ان کی معرفت جو کام ملے، اس سے ہونے والی آمدنی میرے لئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رشوت لینا، دینا، دلانا سب حرام ہے(۱)، صدق دل سے توبہ کرلیں، انسپکٹر صاحب نے ابھی پتہ

= (وكذا في الدر المختار، كتاب الهبة: ۲۹۸/۵، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، المتصدق عليه: ۲۰۵۲/۳، رشيديه)

(۱) "لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشي والمرتشي، رواه أبوداود وابن ماجة" (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة، الفصل الأول ۱۷۰/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه. أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من شفع لأحد شفاعة فأهدى له هدية عليها، فقبلها فقد أتى باباً عظيماً من أبواب الربا" رواه أبو داود. (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة: ۱۸۰/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"الرشوة منها ماهو حرام من الجانبين، وذلك في موضعين: أحدهما: إذا تقلد القضاء بالرشوة حرم على المعطي والآخذ. الثاني: إذا دفع الرشوة إلى القاضي ليقضي له حرم من الجانبين سواء كان القضاء بحق أو بغير حق" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب القضاء: ۱۷۷/۳، دار المعرفة، بيروت)

بتانے کا معاوضہ آپ سے نہیں لیا ہے، لیکن اس نے یہ ضرور دیکھ لیا کہ آپ اس کو رشوت دلا سکتے ہیں اور اس کے بتانے کے موافق جہاں چاہیں گے، آپ اس کو رشوت دلائیں گے، تو گویا اس نے آپ کو اپنا دلال تجویز کر لیا ہے، پتہ بتانے کا معاوضہ اگر وہ آپ سے لیتا تو بہت قلیل ہوتا اور کارخانے سے وقتاً فوقتاً آپ کے ذریعہ سے بہت کثیر معاوضہ کی توقع قائم ہوگی، اس لئے انسپکٹر صاحب کی اس پتہ بتانے کی مہربانی کا پس منظر دیکھ لیں۔

ایک دفعہ ثالث بن کر رشوت دلانے پر سخت ندامت بھی ہوئی، آئندہ سخت ندامت بھی نہیں ہوگی اور تیسری دفعہ ندامت بھی نہ ہوگی، حتی کہ اس کی ندامت وقباحت بھی نہیں رہے گی، اگرچہ جہاں بھی آپ کام کریں گے، آپ کام کی اجرت لیں گے اور وہ جائز ہوگی، مگر یہ دلالی اور ثالثی آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/ ۷/ ۸۹ھ۔

کیا داخلہ فیس رشوت میں داخل ہے؟

سوال [۱۱۲۶۵]: میں اپنے لڑکے کو جس کی عمر ۳ سال ہے، اسکول میں داخل کرنا چاہتا ہوں، لیکن کوئی اسکول ایسا نہیں ملتا جہاں بغیر رقم کے داخل ہو، کم از کم ایک ہزار روپیہ دیئے بغیر داخلہ نہیں ہوتا، کیا یہ میرا دینا رشوت شمار ہوگا؟ اگر رشوت دینے میں شمار ہے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ روپیہ بچہ کے اخراجات کے لئے ہیں، مثلاً: کمرے کا کرایہ، پانی اور روشنی کا معاوضہ کھانے اور ناشتے کی قیمت کپڑوں کے مصارف خدمت گار کی تنخواہ وغیرہ وغیرہ، تو یہ رشوت نہیں، یہ مصارف آپ کے ذمہ ہوں گے اور اگر یہ روپیہ فیس اور حفاظت ونگرانی کے ذیل میں ہے، تب بھی یہ رشوت نہیں (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) اس لئے کہ یہ رقم کھانے، ناشتے یا حفاظت وغیرہ کا عوض ہے، جب کہ رشوت کا معنی اس وقت متحقق ہوگا کہ کوئی کام ذمہ پر واجب تھا اس کے کرنے پر معاوضہ لیا جائے یا جس کام کو چھوڑنا اس کے ذمہ لازم ہے، اس کے کرنے پر معاوضہ لیا جائے۔

"(لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشي والمرتشي) أي معطي الرشوة، وآخذها، وهي الوصلة إلى الحاجة بالمصانعة قيل: الرشوة ما يعطي لإبطال حق، أو لإحقاق باطل" (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم ۷/ ۳۲۲، رشيديه)

=

رشوت دے کر حاصل کی گئی ملازمت کا حکم

سوال [۱۱۲۶۶]: علیم الدین نے بہت رشوت دے کر سرکاری ملازمت حاصل کی، اب اس ملازمت سے جو روپیہ کمایا ہے، وہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ملازمت کا کام جائز ہے، تو اس ملازمت کی آمدنی، تنخواہ بھی جائز ہے (۱)، ابتداءً اگر ملازمت حاصل کرنے کے لئے رشوت دی، تو اس کی وجہ سے ملازمت کی آمدنی، جو کہ درحقیقت خدمت ومحنت کا معاوضہ ہے، ناجائز نہیں، رشوت کا گناہ اس آمدنی تک نہیں پہنچے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

— "الرشوة بالكسر ما يعطيه الشخص الحاكم وغيره ليحكم له، أو يحمله على ما يريد"

(ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة: ۵/۳۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/۴۴۰، رشيديه)

(۱) بشرطیکہ ملازمت کے شرائط اور وہ صلاحیتیں پائی جاتی ہوں جس سے وہ ملازمت کا مستحق بھی ہو۔

"ومن كان له حق مضيع لم يجد طريقة للوصول إليه إلا بالرشوة، أو أوقع عليه ظلم، فلم يستطع دفعه عنه إلا بالرشوة ... فإن سلك سبيل الرشوة من أجل ذلك، فالإثم على الآخذ المرتشي، وليس عليه إثم الراشي في هذه الحالة" الخ. (الحلال والحرام في الإسلام في العلاقات الاجتماعية، الرشوة لدفع الظلم، ص: ۲۷۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۷/۲۴۸، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب القضاء، باب الرشوة ... الخ: ۱۵/۶۱، إدارة القرآن كراچی)

باب المعاشرة والأخلاق

الفصل الأول في الكذب والنميمة والبهتان

(جھوٹ، چغلی اور بہتان کا بیان)

کسی پر جھوٹا الزام لگانا

سوال [١١٢٦٧]: ایک قاضی جو سرکاری مدرس بھی ہیں، چند آدمیوں کی موجودگی میں چند مشہور ذمہ دار حضرات پر اپنا تبادلہ کرانے کا جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگا کر قوم میں نفاق پیدا کرتا ہے، لیکن بوقت صفائی ان ہی آدمیوں کی موجودگی میں، جن سے اس نے یہ بات کہی تھی، حلف کی رو سے انکار کر دیتا ہے اور دوسری طرف وہ چار پانچ مسلمان بھی حلف اٹھا کر بیان کرتے ہیں کہ قاضی نے الگ الگ اوقات میں اور الگ الگ نشستوں میں بات ایسے ہی کہی ہے، ایسی صورت میں شرعی نقطۂ نظر سے کس کی بات بھروسہ کے قابل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی غلط خبر یا غلط گمان کی وجہ سے بلا تحقیق الزام لگانا فتنہ کا باعث ہوتا ہے(۱)، اس نے اس کی صفائی

---

(١) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا إن جاءكم فاسق بنبأ فتبينوا أن تصيبوا قوماً بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم ندمين﴾ (الحجرات: ٦)

"مقتضى الآية إيجاب التثبت في خبر الفاسق، والنهي عن الإقدام على قبوله، والعمل به إلا بعد التبين، والعلم بصحة مخبره" (أحكام القرآن للجصاص، الحجرات ٣/٥٣٠، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن الزبير رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: دب إليكم داء الأمم قبلكم الحسد والبغضاء هي الحالقة، لا أقول تحلق الشعر، ولكن تحلق الدين" (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع، الفصل الثاني، رقم الحديث ٥٠٣٩، ٣/٢٢٣، دار الكتب العلمية بيروت)

اور تحقیق لازم ہے، جس کے متعلق غلط بات کہی ہو، اس کی صفائی کرلی جائے کہ فلاں وجہ سے اس کی نوبت آئی ہے، اب معلوم ہوا کہ وہ بات غلط تھی، اس لئے معذرت خواہ ہوں۔ جھوٹ بولنا اور جھوٹا حلف اٹھانا اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کو شرک کے قریب ذکر کیا گیا ہے(۱)، اس سے پورا پرہیز لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱۰/۵ھ۔

مسجد میں فاسق کی تعریف کرنا

سوال[۱۱۲۲۸]: جو شخص عقائد فاسدہ رکھتا ہو، سلف صالحین کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتا ہو، فاسق ہے، ایسے شخص کی شان میں مسجد میں تعریفیں وعظ کے درمیان بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹی تعریف کرنا ہر ایک کی ناجائز ہے، فاسق کے فسق کی تعریف کرنے سے عرش اعظم لرزتا ہے، اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں:

"إذا مدح الفاسق غضب الرب تعالیٰ، واهتزله العرش" (مشکوة: ۲/ ٤١٤)(۲).

جو کام مسجد کے باہر منع ہے، مسجد میں اس کی قباحت اور شناعت اور شدید ہوجاتی ہے، جس شخص کو ناجائز کے منع کرنے کی قدرت ہو، اس کو منع کرنا لازم ہے(۳)۔ اچھی صحیح بات کی تعریف کرنا درست ہے، اگرچہ وہ

---

(۱) "عن النبي صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم قال: "الكبائر: الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس" (صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين الغموس، ص ١١٥٢، دارالسلام)

(وسنن النسائي، كتاب المحاربة، باب ذكر الكبائر، ص: ٥٢٠، دارالسلام)

(وسنن الترمذي، كتاب تفسير القرآن، باب من سورة النساء، رقم الحديث ٣٠٢١: ٥/ ٨٩، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة، الفصل الثالث ٢/ ٤١٤، قديمی)

(۳) "قال أبوسعيد: أما هذا فقد قضى ما عليه سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من -

فاسق ہی کیوں نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

بیع میں دھوکہ دینا

سوال[۱۱۲۲۹]: نائلون میں بیل چنٹ دار ہے، وہ ہمیں ۹/ میٹر پڑتی ہے اور ہم اس کو کھینچ کر گیارہ میٹر بڑھا دیتے ہیں اور ہم اس کو ناپ کر فروخت کرتے ہیں اور اگر گاہک کہتا ہے کہ یہ کھینچی ہوئی ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ کھینچ رکھی ہے، گاہک کی مرضی ہے کہ لے یا نہ لے، اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب آپ بتلا دیتے ہیں کہ ہاں یہ کھینچ رکھی ہے اور دھوکہ نہیں دیتے، تو خریدار کی مرضی ہے، دل چاہے، خریدے، نہ دل چاہے نہ خریدے(۲)، دھوکہ دیں تو ناجائز اور گناہ ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۹۱ھ۔

= رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان".

(صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان، ص ۴۲، دار السلام)

"والصواب: أن الواجب على كل من رأى منكراً أن ينكره إذا لم يخف على نفسه عقوبة لا قبل له بها" (شرح ابن بطال، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر ۱۰/ ۵۱، مكتبة الرشد)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ص ۵۷۸، دار السلام)

(۱) "ظاهر الحديث مطلق في التحذير عن مدح الفاسق، وقيل: هذا إذا مدح على وجه عام، ولو مدح بوجه خاص كالسخاوة والتواضع فجائز" (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۵/ ۱۹۲، رشيديه)

(وكذا في شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۴۸۸۶: ۴/ ۲۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "أما تعريفه، فمبادلة المال بالمال بالتراضي، كذا في الكافي" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول في تعريف البيع وركنه وشرطه الخ: ۳/۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع: ۵/ ۴۳۰، ۴۳۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب البيوع ۳/ ۲، دار المعرفة بيروت)

(۳) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "مر على صبرة من =

بڑے گوشت کو بکرے کا گوشت بتا کر فروخت کرنا

سوال[۱۱۲۰۰]: ۱- ایک شخص یا دو چار لوگ یہ کام کرتے ہیں کہ بکرے کا گوشت فروخت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ بڑے، یعنی بیل بھینس وغیرہ کا قیمہ بکرے کا کہہ کر فروخت کرتے ہیں اور ایسا کرنے کے باوجود وہ لوگ مال زکوٰۃ یا قربانی یا حج وغیرہ ادا کرتے ہیں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟

۲- دو چار لوگ وہ قیمہ تیار کر کے اپنی دکان پر رکھتے ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ لوگ اس کو بکرے کا کہہ کر فروخت کریں گے، مندرجہ بالا لوگوں کو منع کرنے کے باوجود بھی کہ آپ ایسا کرتے ہیں، تو ایسا ہوتا ہے، ان لوگوں کے بارے میں تحریر فرمائیے کہ ان کا حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ ادا ہو گا یا نہیں؟ اور کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- جھوٹ بولنا اور دھوکہ دینا حرام ہے(۱)، اس روپے سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور حج کرتے ہیں، تو

= طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللاً، فقال: "يا صاحب الطعام! ما هذا؟" قال: أصابته السماء يا رسول الله، فقال: "أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس"، ثم قال: "من غش فليس منا". (جامع الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع: ۲۴۵/۱، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ومن غشنا فليس منا". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من غشنا فليس منا: ۷۰/۱، قديمي)

(وكذا في الترغيب والترهيب، كتاب البيوع، الترهيب من الغش والترغيب في النصيحة في البيع وغيره: ۳۵۰/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "آية المنافق ثلاث". وزاد مسلم: "وإن صام، وصلى، وزعم أنه مسلم" ثم اتفقا: "إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب علامات المنافق، الفصل الأول: ۱۷/۱، قديمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم مر على صبرة من طعام ... ثم قال: "من غش فليس منا". (جامع الترمذي، كتاب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع: ۲۴۵/۱، قديمي)

=

فریضہ ادا ہو جاتا ہے، جھوٹ اور دھوکہ دینے سے توبہ لازم ہے(۱)۔

۲ اگر وہ خود دھوکہ نہیں دیتے، تو ان سے خرید کر دھوکہ دینے والوں کی ذمہ داری ان پر نہیں؛ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ یہ دھوکہ دیں گے(۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۲/۴/۹۲ھ۔

چنگی کو بچالینا

سوال[۱۱۲۷۱]: اپنے شہر کی چنگی سے مال بلا محصول لے آنا کیسا ہے؟ گویا یہ چنگی کی چوری ہے جب کہ مال اسی طرح بحفاظت آسکتا ہے، یہ ٹیکس کی چوری کرنا کیسا ہے؟

= "عن أبي هريرة (رضي الله تعالى عنه)، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ومن غشنا فليس منا" (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من غشنا فليس منا: ۱/۷۰، قديمي)

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، ولا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة" (روح المعاني، التحريم: ۸، ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

"قال الفقيه أبو الليث السمرقندي رحمه الله تعالى: فينبغي للعاقل أن يتوب إلى الله في كل وقت، ولا يكون مصراً على الذنب، فإن الراجع من ذنبه لايكون مصراً، وإن عاد في اليوم سبعين مرة. وروى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: والله إني لأتوب إلى الله تعالى في اليوم مائة مرة" (تنبيه الغافلين، باب التوبة، ص: ۵۳، حقانيه پشاور)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ (فاطر: ۱۸)

"قوله تعالى: ﴿ولا تزر وازرة﴾ أي: لا تحمل نفس آثمة ﴿وزر أخرى﴾ أي: إثم نفس أخرى، بل تحمل كل نفس وزرها" (روح المعاني، فاطر: ۱۸، ۲۲/۱۸۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، فاطر: ۱۸، ۱۴/۲۱۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جہاں مال کی حفاظت کی فکر ہے، وہاں عزت کی حفاظت کا بھی خیال ضروری ہے، قانونی چوری بھی کچھ کم جرم نہیں (۱)، اگر غلط کوئی ٹیکس لیا جائے اور اس کو ادا کر کے عزت محفوظ رہ سکے، تو یہ بھی غنیمت ہے، ٹیکس سے بچنے کی صورت میں عزت کو خطرہ میں ڈالنا نہیں چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۱/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۱/۲۹ھ۔

اچھے علاج کے حصول کے لئے حیلہ کرنا

سوال [۱۱۲۷۲]: ہمارے دفتر میں طبی ہدایات اس قسم کی دی جاتی ہیں کہ چند نامزد ڈاکٹروں سے بغیر کسی اور ڈاکٹر کا علاج نہیں کرواسکتے ہیں اور صرف چند مخصوص دوائیں دی جاتی ہیں جو کہ ہم پر سراسر ظلم ہے، مگر جب کبھی ہم یا ہمارے گھر کے افراد بیمار پڑتے ہیں، تو کسی بڑے ڈاکٹر کو ۲۰ روپیہ فیس دے کر علاج کروانا پڑتا ہے اور وہ بہت سے قسم کی دوائیں تجویز کرتے ہیں، تو ان نامزد ڈاکٹروں کو دس روپیہ دے کر رسیدات جو کہ اپنی دکان سے دیتے ہیں، ان سے ہی تصدیق کرا کے دفتر میں داخل کرنے پڑتے ہیں، وہ ایسی دوائیں ان رسیدوں پر لکھ دیتے ہیں جس کا پیسہ ہمیں دفتر سے ملتا ہے، چاہے وہ دوائی ہم نے کھائی ہو یا نہیں۔ ہم یہ صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں خرچ کیا ہوا پیسہ اس طریقہ سے واپس ملتا ہے۔

---

(۱) اگر حکومت کا حکم حکم شرعی کے خلاف نہ ہو اور نہ اس میں کوئی دینی یا دنیوی مفسدہ ہو، تو حکومت کا حکم ماننا واجب ہے۔

"(قوله أمر السلطان إنما ينفذ) أي: يتبع ولا تجوز مخالفته ... عن الحموي أن صاحب البحر ذكر ناقلاً عن أئمتنا أن طاعة الإمام في غير معصية واجبة" (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب طاعة الإمام واجبة: ۴۲۲/۵، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه، القاعدة الخامسة، تصرف الإمام منوط بالمصلحة: ۱/۳۳۲، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في القواعد الفقهية، الفن الأول، القواعد الكلية، ص: ۱۰۹، مير محمد كتب خانه)

دوسری بات یہ کہ بڑے ڈاکٹر جس کا ہم علاج کرتے ہیں، وہ رسید اور بل پر دستخط کرنے کو اپنی شان کے خلاف تصور کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم ایسا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، یہ جو مذکورہ بالا طبی سہولیات کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ہمیں اپنی ذات اور خاندان کے لئے ملتا ہے، جس میں خاندان کے لئے صرف سال بھر کے لئے سو روپیہ ملتا ہے، جب کہ اپنی ذات کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے، خاندان بڑا بھی ہوتا ہے کہ سال بھر میں سو روپیہ سے زائد رقم خرچ ہوتی ہے، پھر ہم کو مجبوراً وہ بھی خود اپنے نام پر ہی نکالنی پڑتی ہے۔

اب اگر ایسا نہیں کریں گے تو اپنا گزارہ کرنا آج کل کے مہنگائی کے وقت میں ناگزیر ہو جائے گا، جب کہ ہمارا کافی پیسہ دوائیوں پر صرف ہوتا ہے، شریعت کے لحاظ سے یہ طریقہ درست ہے تو ٹھیک، اگر نہیں تو اس کا کیا حل ہو سکتا ہے اور نہیں تو دوائیوں پر صرف کیا ہوا پیسہ کیسے واپس ملے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قانونی طور پر آپ کا حق ہے اور ضابطہ وہ حق دبایا جاتا ہے اور اس کے وصول کرنے کی اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں، تو آپ کو اپنا حق وصول کرنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۵/۱۴۰۰ھ۔

ٹیکس سے بچنے کے لئے دوحساب رکھنا

سوال[۱۱۲۷۳]: ہماری دکان کے دوحساب رہتے ہیں، ایک صحیح، ایک غلط، پہلا اپنے پاس رکھا جاتا ہے اور دوسرا سرکار کو دیا جاتا ہے، تو کیا جائز ہے؟ کہ جب یہ سب غیر شرعی ٹیکسوں سے بچنے کے لئے کیا جاتا ہے، جو سرکار کی طرف سے عائد ہوتے ہیں، عام طور پر دکاندار اس طرح حساب رکھتے ہیں، اس میں کچھ گناہ تو نہیں؟

---

(۱) "الثالث: أخذ المال ليسوي أمره عند السلطان دفعاً للضرر، أو جلباً لنفع، وهو حرام على الآخذ فقط" (رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب في الكلام على الرشوة الخ: ۵/۳۶۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب القضاء: ۶/۴۴۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الحادي عشر في المتفرقات: ۴/۴۰۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھوٹ حرام ہے(۱)، ظلم سے تحفظ کے لئے جو تدبیر کرنا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۹۵ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "عن أنس بن مالک رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالی علیه وسلم قال: أکبر الکبائر الإشراک بالله، وقتل النفس، وعقوق الوالدین، وقول الزور، أو قال: وشهادة الزور". (صحیح البخاري، کتاب الدیات، باب قول الله، ومن أحیاها: ۲/ ۱۰۱۵، قدیمی)

"عن أنس بن مالک رضي الله تعالی عنه قال: ذکر رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم الکبائر، أو سئل عن الکبائر، فقال: الشرک بالله، وقتل النفس، وعقوق الوالدین، وقال: ألا أنبئکم بأکبر الکبائر، قال: قول الزور، أو قال: شهادة الزور. قال شعبة وأکبر ظني أنه شهادة الزور". (صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الکبائر وأکبرها: ۱/ ۶۴، قدیمی)

ومشکاة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الکبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، ص: ۱۷، قدیمی)

(۲) "الحیل جمع حیلة وهي ما یتوصل به إلی مقصود بطریق خفي. وهي عند العلماء علی أقسام بحسب الحامل علیها ... وإن توصل بها بطریق مباح إلی سلامة من وقوع في مکروه فهي مستحبة أو مباحة". (فتح الباري، کتاب الحیل: ۱۲/ ۴۰۳، قدیمی)

"قال العلامة الحصکفي رحمه الله تعالی: الکذب مباح لإحیاء حقه، ودفع الظلم عن نفسه، والمراد التعریض؛ لأن عین الکذب حرام". (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: ۶/ ۴۲۷، سعید)

"﴿فقال إني سقیم﴾ (الصافات: ۸۹) وقال الضحاک: معنی "سقیم" سأسقم سقم الموت؛ لأن من کتب علیه الموت یسقم في الغالب ثم یموت، وهذا توریة وتعریض؛ کما قال للملک لما سأله عن سارة: هي أختي". (أحکام القرآن للجصاص، الجزء الخامس عشر: ۹/ ۶۲، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في روح المعاني، الأنبیاء: ۶۳: ۱۷/ ۶۵، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: ۶/ ۴۲۷، سعید)

الفصل الثاني في الغيبة والحسد

(غیبت اور حسد کا بیان)

غیبت کی چند صورتوں کا حکم

سوال [۴-۱۱۲]: غیبت کی چند صورتیں یہ ہیں: مظلوم اپنے ظالم کے ظلم کو بیان کرے، لوگوں کو نقصان سے بچانے کے لئے اس قسم کی باتیں کہنا کہ مثلاً فلاں مرد کے پیغامِ نکاح کو منظور نہ کرنا، کیونکہ شرابی ہے یا جواری ہے۔ فلاں تاجر سے سودا مت خریدنا، کیونکہ فریبی ہے کم تولتا ہے۔ یا فلاں کو قرض مت دینا، کیونکہ نادہندہ ہے۔ یا فلاں طبیب سے علاج مت کرانا، کیونکہ نیم حکیم ہے، سند یافتہ نہیں ہے۔ یا فلاں کاریگر سے کام مت کرانا کیونکہ اناڑی ہے۔ فلاں پیر سے مرید مت ہونا کیونکہ بدعتی ہے۔ احقر سمجھتا ہے کہ یہ سب صورتیں جائز بلکہ دوسروں کو نقصان سے بچانے والی ہیں۔

الف..... خیال میرا درست ہے یا نہیں؟

ب کھلم کھلا گناہ کرنے والے اور بدعتی کے گناہ اور بدعت کو بلا ضرورت بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ج اس کے کھلے گناہ یا بدعت کے علاوہ اس کے دوسرے عیوب کا ذکر کرنا منع ہے یا نہیں؟

د گناہ بدعت اور عیوب کے علاوہ اس کے دیگر اذکار میں اس کی آبرو کا لحاظ نہ کرنا، مثلاً بجائے اس کے کہ وہ گھڑی سازی کرتے ہیں، یوں کہنا کہ گھڑی ساز ہے اور آئے تھے کے بجائے "آیا تھا" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

آپ کا خیال صحیح ہے، مگر قدرِ ضرورت سے تجاوز نہ کیا جائے، اگر کہیں بغیر بیانِ عیب نقصان ومضرت سے تحفظ ہو سکے مثلاً اتنی بات کافی ہو جائے کہ فلاں پیغام نکاح کو منظور کرنا اچھا نہیں، تو پھر اس کے شرابی جواری وغیرہ ہونے کی صراحت بھی نہ کی جائے، ضرورت پیش آئے تو کم سے کم بیان پر کفایت کی جائے، یہی

حال دیگر امور کا ہے(۱)۔

ب…… بدعتوں اور گناہوں کی قباحت ومذمت تو صاف صاف بیان کی جائے، مگر جہاں ضرورت ہو، بضرورت بجائے ان کے سنتوں اور طاعتوں کے فضائل ومناقب بیان کئے جائیں، جہاں تک ہو سکے گناہ گار اور بدعت کے مرتکب کا نام نہ لیا جائے(۲)۔

ج…… اس کی وجہ سے جن عیوب میں دوسروں کے مبتلا ہوجانے کا اندیشہ ہو، ان عیوب کی مذمت کی جائے، مگر یہ کہہ کر نہیں کہ فلاں شخص میں یہ عیوب ہیں(۳)۔

د…… محض آبروریزی کے لئے ایسا ہرگز نہ کیا جائے(۴)۔

"آپ کی نصیحت سے آنکھوں پر بھی خوش ہوا، ایسے آدمی کم ہیں جو اس طرح خیر خواہی سے نصیحت کریں، ضوابط کام کی سہولت کے لئے ہی بنائے جاتے ہیں، یہ بھی صحیح ہے کہ بعض سوال کا جواب بہت مختصر "ہاں" یا "نہیں" میں چلتا ہے، بعض کا جواب تفصیل طلب ہوتا ہے، جس میں دیر لگتی ہے، اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لئے دفتر اہتمام سے مراجعت فرمائیں"(۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۹ھ۔

(۱-۴) "اعلم أن المرخص في ذكر مساوي الغير هو غرض صحيح في الشرع لا يمكن التوصل إليه إلا به، فيدفع ذلك إثم الغيبة…… الأول: التظلم…… الثاني: الاستعانة على تغيير المنكر ورد العاصي إلى منهج الصلاح…… وإنما إباحة هذا بالقصد الصحيح، فإن لم يكن ذلك هو المقصود كان حراما…… الرابع: تحذير المسلم من الشر، فإذا رأيت فقيها يتردد إلى مبتدع، أو فاسق، وخفت أن تتعدى إليه بدعته وفسقه، فلك أن تكشف له بدعته، وفسقه مهما كان الباعث لك الخوف عليه من سراية البدعة والفسق لا غيره، وذلك موضع الغرور إذ قد يكون الحسد هو الباعث…… فإن علم أنه يترك التزويج بمجرد قوله: لا تصلح لك فهو الواجب، وفيه الكفاية، وإن علم أنه لا ينزجر إلا بالتصريح بعيبه، فله أن يصرح به". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۵/۱۸۰، رشيديه)

(وكذا في إحياء العلوم، كتاب آفات اللسان: ۳/۱۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۵) جواب کے اس حصے کا تعلق بظاہر مستفتی کے کسی ایسے شکوے سے معلوم ہوتا ہے جو مذکورہ سوال میں مذکور نہیں، ممکن ہے کہ کسی الگ رقعہ پر لکھ کر یا زبانی عرض کیا ہو۔ (از مرتب)۔

جب کوئی عالم خلاف سنت میں مبتلا ہو، تو کیا کیا جائے؟

سوال [۱۱۲۷۵]: اگر کوئی شخص دیکھنے میں بہت ہی نیک ہو، ان کے اخلاق اچھے ہوں، ان کی علمی صلاحیت بھی اچھی ہو، اچھے عالم میں شمار ہوتے ہوں، مگر ان کا فعل سنت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہو، ایسے شخص کو تنبیہاً سنت کی طرف توجہ دلانا درست ہے یا نہیں؟ خلاف سنت پر ان کو ٹوکنا کہ یہ خلاف اسلام کام ہے، جائز ہے یا نہیں؟ حالانکہ ان کو اچھی طرح ان باتوں کا علم ہے، شریعت کا کیا حکم ہے؟

ایسے شخص کے بارے میں کسی دوسرے کے سامنے یہ کہنا کہ فلاں شخص کو ہم نے سنت کے خلاف کام کرتے دیکھا، ایسا ان کو نہ کرنا چاہیے کیونکہ عوام الناس پر برا اثر پڑے گا کہ جب ایسے مولوی حضرات کا یہ فعل ہے، تو ہم جاہلوں کا کیا ہوگا؟ یہ گفتگو کرنا درست ہوگا یا نہیں؟ کیونکہ اس کے بارے میں دو آدمی کے ساتھ حجت ہوگئی ہے، ایک آدمی کا کہنا ہے کہ یہ کہنا درست نہیں، دوسرے کا کہنا ہے کہ اگر کوئی شخص حدیث نبوی، سنت کے خلاف کام کرتا ہے، تو اس کے بارے میں کہنا درست ہے، شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس شخص سے خلاف سنت کام ہوتے ہوں اور وہ عالم صالح ہو، اس سے خلاف سنت کاموں کے متعلق دریافت کر لیا جائے کہ فلاں کام سنت کے موافق ہے یا خلاف ہے، ان شاء اللہ اپنے علم اور اصلاح کی وجہ سے جلد ہی خلاف سنت چیز ترک کر دیں گے، لیکن اپنی مجلس کا مشغلہ بنایا جائے کہ فلاں شخص سنت کے خلاف کام کرتا ہے، یہ طریقہ غلط ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا يغتب بعضكم بعضاً أيحب أحدكم أن يأكل لحم أخيه ميتاً فكرهتموه﴾ (الحجرات: ۱۲)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: أتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: ذكرك أخاك بما يكره، قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: إن كان فيه ماتقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه فقد بهته" (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم الغيبة: ۲/۳۲۲، سعيد)

(ومشكاة المصابيح، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم، ص: ۴۱۵، قديمي)

کسی کو ضرر سے بچانے کے لئے دوسرے کے عیب کو ظاہر کرنا

سوال[۱۱۲۷۶]: ایک پرچہ جس کا عنوان تھا "ہر مسلمان کو رات دن اس طرح رہنا چاہیے" اور جس کو منجانب حضرت حکیم الامت تھانوی شائع کیا گیا تھا، اس میں ص ۳۰ پر یہ لکھا ہے کہ "کسی کا کوئی عیب معلوم ہو جائے تو اس کو چھپا ڈالو، البتہ اگر کوئی کسی کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے اور تم کو معلوم ہو جائے تو اس شخص سے کہہ دو"۔ اس عبارت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبارت کا مطلب بالکل صاف اور واضح ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو ضرر پہنچانا چاہتا ہے تو ضرر رساں کے ضرر سے دوسرے شخص کو مطلع کر دیا جائے، تا کہ وہ اس کے ضرر سے محفوظ رہے(۱) اور محض ذلیل کرنے کے لئے کسی کے عیب کو کھولنا جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۹/۶ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۹/۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "اعلم أن المرخص في ذكر مساوي الغير هو غرض صحيح في الشرع لا يمكن التوصل إليه إلا به، فيدفع ذلك إثم الغيبة، وهي ستة أمور ... الرابع: تحذير المسلم من الشر" (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة: ۵/۱۷۹، ۱۸۰، رشيديه)

(وكذا في إحياء العلوم، كتاب آفات اللسان، بيان الأعذار المرخصة للغيبة: ۳/۱۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث في نقض الوعد

(وعدہ خلافی کا بیان)

زمین دوسرے کو دینے کا وعدہ کرکے انکار کرنا

سوال[۱۱۲۷۷]: ایک سرکاری زمین پر دو آدمی جھونپڑیوں میں رہتے تھے، سرکار نے یہ جگہ لے کر دوسری جگہ دی، جس پر پیسہ بھی لیا، ان دونوں آدمیوں میں سے ایک نے لینے سے انکار کردیا، کہ مجھ سے پیسہ نہیں دیا جائے گا۔ تو دوسرے نے کہا، میں لے لیتا ہوں تجھے کوئی اعتراض نہ ہو تو ورنہ میں ہی پیسہ ادا کروں گا۔ دوسرے نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں، تو لے لے۔ اس پر دوسرے شخص نے پھر کہا کہ چونکہ زمین تیری بھی ہوگی، اس لئے کہیں ایسا نہ ہو، بعد میں اپنی بات سے پھر جائے، اس نے کہا نہیں، ایسا نہ ہوگا، یہ ایمانداری ہے، اس پر اس شخص نے اس کے نام سے لکھوا کر زمین لے لی اور خود اسی کے پاس چھوڑ دی، جس پر ایک طرف اس کی جھونپڑی ہے، دوسری طرف مالک کے بھانجے کی جھونپڑی ہے۔

اب جب یہ پلاٹ فروخت ہونے لگا، تو اس شخص کے دل میں بے ایمانی آگئی اور وہ اپنے اقرار سے پھر گیا اور اس پلاٹ کو دینے سے انکار کرتا ہے، اس صورت میں کیا اپنے حق کے لئے اس سے لڑ جائے یا اس کے عوض آخرت میں نیکی ملنے کا خیال رہے؟

عبدالکریم بہشتی مردہگان تھانہ بھون مظفرنگر

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ اس نے پہلے اقرار کرلیا تھا کہ ''یہ ایمان داری ہے میں نہیں لوں گا'' اور روپیہ کا بھی ذمہ دار ہونے سے انکار کرکے دوسرے آدمی سے کہہ دیا تھا کہ تو ہی خرید لے اور یہ معاملہ طے ہونے کے بعد اس کے نام سے وہ پلاٹ خریدا گیا، تو وہ یقیناً اسی شخص کا ہے، جس نے قیمت کی ذمہ داری لی ہے(۱)، پھر اس نے احسان کیا کہ جس کے نام سے خریدا ہے، اسے رہنے دیا، پھر اب اس کا لالچ میں آکر اپنے اقرار سے انکار کرنا اور اس

(۱) "وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري، وفي الثمن للبائع إذا كان البيع باتاً" (حاشية =

الفصل الرابع في ترک الموالات

(قطعِ تعلق کا بیان)

جو شخص غلط فتویٰ دے اس سے تعلق رکھنا

سوال[۱۱۲۹۱]: احقر ۸۰ء میں دار الافتاء کا طالب علم تھا، اس زمانے میں سب حضرات کو معلوم ہے کہ حضرت مفتی مہدی حسن صاحب اور نائب مفتی ہندوستان میں ربوا سے متعلق گنجائش بتلاتے تھے اور بینک وغیرہ کی شکلیں جس سے مسلمانوں کو فائدہ ہو، جائز بتلاتے تھے، اس سلسلے میں ایک مفصل فتویٰ حضرت مفتی صاحب نے لکھا تھا، ۸۰ء کے رجسٹر میں درج ہے۔

اسی زمانے میں ایک استفتاء ربوا سے متعلق آیا تھا، میں نے حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق جواب لکھا تھا، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھیک کیا تھا، اس بناء پر جو لوگ مسئلہ پوچھتے تھے، میں مفتی صاحب والی بات نقل کردیا کرتا تھا کہ گنجائش بتلاتے ہیں، اس بناء پر بعض لوگ اس قسم کا معاملہ رکھتے تھے، کاروباری موقع پر جب ضرورت ہوتی تو بعض روپیہ لے لیتے تھے، کچھ لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے قطع تعلق کیوں نہیں کر لیتے ہیں تو میں نے ان سے اکابر کے فتویٰ مختلف ہونے کے بارے میں کہا اور کہا کہ جب یہ عمل بعض اکابر کے فتویٰ کی بناء پر ہے تو ان کی تفسیق نہ کی جائے گی، ایسی صورت میں شدت بھی نہ برتوں گا کہ ان سے قطع تعلق کروں، اس پر انہوں نے کہا کہ یہ تاویل نہ تاویل ہے، تو ایسی صورت میں قطع تعلق کرنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل مقصد اصلاح ہے، اگر تعلق ومحبت سے اصلاح متوقع ہے تو ترکِ تعلق نہ کیا جائے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ترکِ تعلق سے طبیعت میں ضد پیدا ہوجاتی ہے اور اس کا نتیجہ شر وفساد ہوتا ہے، کبھی ترکِ تعلق مفید ہوتا

ہے اس سے معاملہ سہل ہے(۱)۔ مگر صرف تعلق پر اکتفا نہ کیا جائے، بلکہ آہستہ آہستہ اصلاح بھی لازم ہے، ورنہ یہ تعلق مداہنت بن کر رہ جائے گا، جو لوگ مسائل حل کرنے میں اپنے معتقد سے دیانت داری سے فتوی لیتے ہیں وہ تو انشاء اللہ نفع میں رہیں گے۔

جو اہل علم ایک فتوی کو دلائل کی روشنی میں صحیح نہیں سمجھتے ان کو اس فتوی پر عمل کرنا درست نہیں، اس لئے کہ وہ خود اہل علم ہے اور جب کوئی اس سے پوچھے کہ یہ فتوی صحیح ہے تو کہہ دے کہ صحیح نہیں، دوسروں کے لئے اختلافی مسائل میں تشدد کا پہلو اختیار کرنا بھی مناسب نہیں، اپنے لئے احوط کو اختیار کرنا اورع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۵/۹/۸۹ھ۔

غیر حاضری کی بناء پر برادری سے خارج کرنا

سوال [۱۱۲۰۹]: گاؤں کی ایک برادری پنچایت میں جھگڑے کے اندیشہ سے منصرف حاضر نہیں ہوا، تو گاؤں کے لوگوں نے اس کو غیر حاضری کی بناء پر برادری سے خارج کر دیا۔ کیا اس کا یہ اخراج شریعت کی رو سے درست ہے؟ منصرف کسی خطا اور جرم کی بناء پر مطلوب بھی نہ تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا جرم کے برادری سے خارج کرنے کا حق نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۷/۱۳۹۹ھ۔

---

(۱) "أراد بهذه الترجمة بيان الهجران الجائز، لأن عموم النهي مخصوص بمن لم يكن لهجره سبب مشروع، فتبين هنا السبب المشروع للهجر، وهو لمن صدرت منه معصية، فيسوغ لمن اطلع عليها منه هجره عليها ليكف عنها". (فتح الباري، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الهجران لمن عصى: ۶۰۹/۱۰، قديمي)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب الأدب، باب مايجوز من الهجران: ۲۷۲/۹، مكتبة الرشد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر: ۷۵۸/۸، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الرحم شجنة من الرحمن، فقال الله: من وصلك وصلته، ومن قطعك قطعته"". (رواه البخاري، كتاب الأدب، باب من

چھوٹی بڑی باتوں کی وجہ سے قطع تعلق کرنا

سوال[۱۱۲۸۰]: آپس میں چھوٹی باتوں کو پکڑ کر برادری سے بائیکاٹ کر دیتے ہیں، ایسا کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹی باتیں تو زیادہ گرفت کے قابل نہیں ہوتی (۱)، لیکن کس بات کے متعلق یہ تجویز کرنا کہ یہ شریعت کی نظر میں بڑی ہے یا چھوٹی ہے؟ یہ آپ کے بس میں نہیں، اس کو ماہرین اور حدود شریعت سے واقف حضرات ہی سمجھتے ہیں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۱۸/۲/۸۶ھ۔

= وصل وصله الله، ص: ١٠٢٨، دارالسلام)

"(قوله: وصلة الرحم واجبة) نقل القرطبي في تفسيره اتفاق الأمة على وجوب صلتها وحرمة قطعها". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ٦/ ٤١١، سعيد)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، رقم الحديث: ٤٩٢٠، ٣/ ٢٠٣، دارالكتب العلمية بيروت)

(١) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث، ولا تجسسوا، ولا تحسسوا، ولا تناجشوا، ولا تحاسدوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخواناً". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى عن التحاسد: ٢/ ٨٩٦، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن: ٢/ ٣١٦، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الظن: ٢/ ٣٣١، رحمانيه)

(٢) قال الله تعالى: ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون﴾ (النحل: ٤٣)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "قتلوه، قتلهم الله ألا سألوا إذا لم يعلموا، فإنما شفاء العي السؤال"". (سنن أبي داود، كتاب الطهارة، باب في المجروح يتيمم: ١/ ٥٠، رحمانيه)

مسلمان کا بائیکاٹ کرنا

سوال[۱۱۲۹۱]: مسلمانوں میں آپس میں ایک دوسرے سے بغیر کسی عذر شرعی کے بائیکاٹ کردینا کیسا ہے؟ اور بائیکاٹ کرنے والوں پر کفارہ آتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمانوں میں آپس میں اتفاق اور میل ملاپ پیدا کرنے کی ضرورت ہے، بلاوجہ شرعی بائیکاٹ کرنا تعلیمات اسلام کے خلاف ہے، اس سے حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کبائر میں مبتلا رشتہ داروں کے ساتھ تعلق

سوال[۱۱۲۹۲]: اگر اعزہ واقرباء میں، دوست احباب کبائر میں مبتلا ہوں، تو ان لوگوں سے ترک تعلق ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ اعزہ غیر محرم ہوں تو کیا حکم ہے؟ کیونکہ وہ تو غیر کے حکم میں ہیں ورنہ ساتھ

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا يحل لمسلم أن يهجر أخاه فوق ثلاث، فمن هجر فوق ثلاث فمات دخل النار". رواه أحمد وأبو داود. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر والتقاطع، رقم الحديث: ۵۰۳۵، ۲/۲۲۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث، ولا تحسسوا، ولا تجسسوا، ولا تناجشوا، ولا تحاسدوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله إخواناً". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر، رقم الحديث: ۵۰۲۸، ۲/۲۲۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"والمعنى: أنتم مستوون في كونكم عبيد الله، وملتكم واحدة، والتحاسد والتباغض والتقاطع منافية لحالكم، فالواجب أن تعاملوا معاملة الإخوة، والمعاشرة في المودة، والمعاونة على البر والنصيحة بكل حسنة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر: ۹/۲۲۳، رشيدية)

ساتھ وہی جیسے متعدد کبائر ہوں، اہلِ دین کا مذاق اڑاتے ہوں، یا بے وقوف وذلیل سمجھتے ہوں، یا وہ خود اہلِ دین سے اجتناب رکھتے ہوں، محض دین دار ہونے کی وجہ سے تو اہلِ دین کو کیا کرنا چاہیے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حسنِ اخلاق ومروت سے متاثر ہوکر کبائر کو ترک کردیں، یا ان کو فہمائش کا موقع ہے، جس سے نفع کی امید ہو تو ان سے تعلق باقی رکھ کر اصلاح کی کوشش کی جائے، اگر ترکِ تعلق سے صلاح کی توقع ہو یا تعلق کی وجہ سے خود مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو تعلق ترک کردیا جائے، دعا بہر حال کرتے رہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۴/۹۴ھ۔

اہلِ محلّہ کا کسی مسلمان کی تجہیز وتکفین سے بائیکاٹ کرنا

سوال [۱۱۲۸۳]: کسی زید کے باپ کا چند معمولی باتوں پر بائیکاٹ کردیا تھا، جب باپ کا انتقال ہوگیا، تو جماعت نے فیصلہ سنادیا کہ جو شخص جنازہ میں شریک ہوگا اسے مناسب سزا دی جائے گی، مردہ نہلانے کا تختہ اور چارپائی، سب منع کردی گئی حتی کہ امام مسجد کو نماز پڑھانے سے روکا گیا، درزی کو کفن سینے سے منع کرایا گیا، مسلمان دکان دار کو کفن بیچنے سے منع کردیا گیا، مجبوراً گھر کے کواڑ پر تختہ بنا کر نہلایا اور دوسرے گاؤں کے لوگوں نے جنازہ پڑھا اور اٹھایا۔ سوال یہ ہے کہ اس جماعت کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جماعت کی یہ کارروائی سخت ترین ظلم اور ناانصافی ہے، میت ہوجانے پر پرائے دشمن بھی آکر ہمدردی کرتے ہیں اور اس وقت بغض وعداوت کا اثر نہیں لیتے (۲)، امام، درزی، پارچہ فروش وغیرہ کسی کے ذمہ اس

---

(۱) "وأجمع العلماء على أن من خاف من مكالمة أحد، وصلته ما يفسد عليه دينه، أو يدخل مضرة في دنياه يجوز له مجانبته. وبعده "ورب صرم جميل خير من مخالطة تؤذيه" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر، الفصل الأول: ۹/۲۳۰، رشيديه)

(۲) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لايحل لرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال، فيلتقيان، فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الهجرة: ۲/۸۸۷، قديمى) .... =

[illegible] (۱)۔ [illegible] اپنے فیصلہ پر نادم ہوکر توبہ کرے اور معافی مانگے، ورنہ خدائے قہار کی پکڑ کا منتظر رہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

= "قوله: "ولا يحل لمسلم" فيه التصريح بحرمة الهجران فوق ثلاثة أيام، وهذا فيمن لم يجن على الدين جناية". (عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد الخ: ۲۲/ ۱۳۷، مكتبه مصريه، بيروت)

ومشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى من التهاجر والتقاطع الخ، ص: ۴۲۸، قديمي

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر الخ: ۸/ ۷۵۸، رشيديه)

(۱) عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف". (الصحيح لمسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۲/ ۱۲۵، قديمي)

"فقام عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه، فلقيه بين الناس فقال: تذكر يوم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق في معصية الله"". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۰۱۳۰، ۲۰/ ۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۹۹۰۳: ۱۲/ ۶۳۸۲، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحاً﴾ (التحريم: ۸)

قال الفقيه أبو الليث السمرقندي رحمه الله تعالى: فينبغي للعاقل أن يتوب إلى الله في كل وقت، ولا يكون مصراً على الذنب. وروي عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: والله إني لأتوب إلى الله تعالى في اليوم مائة مرة". (تنبية الغافلين، باب التوبة، ص: ۵۳، حقانيه پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور. سواء كانت المعصية صغيرة أو كبيرة". (روح المعاني: ۲۸/ ۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الخامس في إيذاء المسلم

(مسلمان کواذیت پہنچانے کا بیان)

اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا

سوال[۱۱۲۸۳]: اپنے کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو ذلیل سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اپنے کو بڑا سمجھنا تکبر ہے جو کہ حرام ہے(۱)، جس کو اپنا امام یا امیر بنا یا ہے، جائز کاموں میں اس کی مخالفت کرنا نہیں چاہیے(۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۸۵/۶/۲۳ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تصعر خدك للناس ولا تمش في الأرض مرحا إن الله لايحب كل مختال فخور﴾ (لقمان: ۱۸)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى: "﴿ولا تصعر خدك للناس﴾ أي لا تمله عنهم، ولا تولهم صفحة وجهك كما يفعله المتكبرون ﴿مرحاً﴾ أي فرحا وبطرا ﴿إن الله لايحب كل مختال فخور﴾ والمختال من الخيلاء، وهو التبختر في المشي كبراً. قال الراغب: الكبر عن تخيل فضيلة تراءت للإنسان من نفسه" (روح المعاني، لقمان: ۱۹/۲۱، ۹۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عبدالله رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا يدخل النار أحد في قلبه مثقال حبة خردل من إيمان، ولا يدخل الجنة أحد في قلبه مثقال حبة خردل من كبرياء". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه: ۱/۶۵، قديمي)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم﴾ (النساء: ۵۹)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من أطاعني فقد أطاع الله، ومن يعصني فقد عصى الله، ومن يطع الأمير فقد أطاعني، ومن يعص الأمير فقد عصاني" =

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کا وبال دنیا میں بھی پڑے گا اور آخرت میں بھی سخت [illegible] (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

اپنی نالی سے دوسرے کو اذیت دینا

سوال[۱۱۲۸۰]: زید کی دکان میں سے عمرو کی ایک نالی [illegible] سال سے گزرتی تھی اور اس نالی سے زید کو اس وقت تکلیف ہے، یہ نالی اس وقت دوسری طرف [illegible] جاسکتی ہے، جس سے زید کی موجودہ تکلیف دور ہوجائے گی اور عمرو کا کوئی نقصان نہ ہوگا، تو کیا [illegible] یہ حق ہے کہ وہ اپنی نالی کو دوسری طرف کو نکال لے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر وہ نالی مجبوراً اس طرف رکھی گئی تھی اور اب [illegible] تکلیف اور اذیت ہے، تو اب [illegible] دوسری طرف منتقل کرائی جاسکے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً﴾ (النساء: ۱۰)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "اجتنبوا السبع الموبقات [illegible] وأكل مال اليتيم [illegible]" [illegible]: ۳ [illegible] دارالكتب العلمية بيروت)

"روي أنها نزلت في رجل من غطفان، يقال له: مرثد بن زيد، ولي مال ابن أخيه، وهو يتيم صغير، فأكله فأنزل الله فيه هذه الآية [illegible] حدثنا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عن ليلة أسري به، قال: "رأيت قوماً لهم مشافر كمشافر الإبل، وقد وكل بهم من يأخذ بمشافرهم ثم يجعل في أفواههم صخراً من نار يخرج من أسافلهم فقلت: يا جبرئيل من هؤلاء؟" قال: هم الذين يأكلون أموال اليتامى ظلماً [illegible] فدل الكتاب والسنة على أن أكل مال اليتيم من الكبائر". (أحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۱۰، ۵/۳۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد) —

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: بندہ نظام الدین عفی عنہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۲/۸۶ھ۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۲۴/۲/۸۶ھ۔

مدرسہ کے مدرس کو نوکر کہنا

سوال[۱۱۲۸۸]: کیا کسی دینی کتب ومدرسہ کے مدرس کو مزدور یا نوکر یا ملازم کہہ سکتے ہیں؟ اور اگر کوئی کہتا ہے تو وہ کیسا ہے؟ اور کیا یہ مثال دے سکتے ہیں؟ ''مزدور خوش کن کند کار بیش'' وہ مثال دینے والا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دینی معلم ومدرس کا منصب بہت باعزت اور اعلیٰ منصب ہے، ایسے شخص کو مزدور یا نوکر کہنا اس کی توہین وتحقیر ہے(۱)، معلم ومدرس کو بھی لازم ہے کہ وہ اپنے منصب کے لحاظ سے باوقار اور مستغنی ہو کر رہے کہ اس کا مقصد خدمت دین ہے، نہ کہ تحصیل زر اور نوکری۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

= "ترک الإیذاء واجب". (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الحج: ۲/۴۹۴، سعید)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الإحرام: ۲/۲۶۲، عباس أحمد البار مکة)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تنابزوا بالألقاب بئس الاسم الفسوق بعد الإیمان﴾ (الحجرات: ۱۱)

"قال الإمام القرطبي: أن کل ما یکرهه الإنسان إذا نودي به فلا یجوز لأجل الأذیة". (الجامع لأحکام القرآن، الحجرات: ۱۱: ۲۱۱/۸، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

"قال النووي: اتفق العلماء علی تحریم تلقیب الإنسان بما یکره". (تفسیر روح المعاني ۱۵۴/۲۶، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

"من أبغض عالماً من غیر سبب ظاهر خیف علیه الکفر". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب السیر، ومنها ما یتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۰، رشیدیه)

باب المعاصي والتوبة

(گناہ اور توبہ کا بیان)

کسی کا راستہ اور پانی بند کرنا

سوال [۲۱۹]: جو شخص پانی بند کردے اور راستہ بند کردے، تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی مستحق کا پانی اور راستہ بند کردینا ظلم ہے، جس کا وبال سخت ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ۔

گالی کے بدلے گالی

سوال [۱۱۲۵۰]: برائی کا بدلہ برائی ہے، تو گالی کے بدلہ گالی جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "الظلم ظلمات يوم القيامة" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۲۳۵، دارالكتب العلمية بيروت)

"عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن الله ليملي للظالم حتى إذا أخذه لم يفلته" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول: ۲/۲۳۵، دارالكتب العلمية بيروت)

"للمضطر أخذه قهراً وقتاله، فإن قتل رب الماء فهدر" (الدر المختار) "الأولى أن يقاتله بغير سلاح، لأنه ارتكب معصية (حيث منع الماء) فكان كالتعزير" (رد المحتار، باب الشرب: ۶/۴۳۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لفظ پر حد لازم نہیں ہوتی ہو، بدلے میں ایسے لفظ کی گنجائش ہے، لیکن معاف کردینا اعلیٰ مقام ہے(۱)۔

﴿وأن تعفوا أقرب للتقوی﴾(۲).

بدی را بدی سهل باشد جزاء	اگر مردی احسن الی من اساء

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۳/۹۴ھ۔

نکاح کی عملی صورت سمجھانے پر ایک استاذ کا دوسرے کو گالی دینا

سوال[۱۱۲۹۱]: ایک لڑکے نے (استاد سے) سوال کیا نکاح کے متعلق، آپ ہم لوگوں کو سمجھ دیجئے، تب استاذ نے اس کو سمجھا دیا، لڑکے نے کہا کہ ہم سمجھے نہیں، آدمی جس طرح نکاح کرتا ہے، اس طرح ہم کو سمجھا دیجئے، تب استاذ صاحب نے مثال کے طور پر ایک لڑکے کو دولہا اور دوسرے کو دلہن بنایا، ایک لڑکے کو وکیل اور دو گواہ بنا کر جس طرح آدمی شادی کرتا ہے، اسی طرح لڑکوں کو سمجھا رہا تھا، تب دوسرا ایک استاذ اس کی یہ حرکت دیکھ کر کے بکا گالی گلوچ بھی دیا، یعنی اس طرح جو اس نے اس طرح شادی کر کے مسئلہ بتایا ہے، کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ دوسرے آدمی نے جو اس کو گالی دی اس کو گالی دینا جائز ہے؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وجزاء سیئة سیئة مثلها﴾ (البقرہ: ۴۰)

"قال ابن أبي نجيح: إنه محمول على المقابلة في الجراح، وإذا قال: أخزاه الله، أو لعنه الله أن يقول مثله، ولا يقابل القذف بقذف، ولا الكذب بكذب" (أحكام القرآن للقرطبي، الشورى: ١٦/٢٩، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"ولو قال: يا ولد الزنا، أو قال: يا ابن الزنا وأمه محصنة، حد، لأنه قذفها بالزنا" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب السابع في حد القذف: ١٦٢/٢، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الحدود: ٢٢/٧، سعيد)

(٢) (البقرہ: ٢٣٨)

الجواب حامداً ومصلیاً:

استاذ کو اس کا تجزیہ کرا کر سمجھانے کی ضرورت نہیں، بلکہ جواب میں کہہ دینا چاہیے کہ بڑے ہو کر جب نکاح کا وقت آئے گا یہ سب سمجھ لوگے، گالی دینا منع ہے۔

"سباب المسلم فسوق" (الحدیث)(۱). فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۶/۸۵ھ۔

فتنہ وفساد پیدا کرنے والے کا حکم

سوال [۱۱۲۹۲]: جو مسلمان حق وانصاف کا دامن چھوڑ دے، فتنہ وفساد پیدا کرے، دیکھنے میں پرہیزگار وشرعی نظر آوے، وہ کیسا شخص ہے، کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتنہ وفساد پیدا کرنے اور حق وانصاف کے خلاف کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

زنا حق العبد ہے یا حق اللہ؟

سوال [۱۱۲۹۳]: ایک عالم زنا کو حق العبد بتاتے ہیں، دوسرے نہیں بتاتے، کس کا قول درست ہے؟

---

(۱) (صحیح البخاري، کتاب الأدب، باب ماینهی عن السباب واللعن: ۸۹۳/۲، قدیمی)

(وصحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان قول النبي صلی الله تعالی علیه وسلم سباب المسلم فسوق: ۵۸/۱، قدیمی)

(ومشکاة المصابیح، کتاب الاداب، باب حفظ اللسان، والغیبة، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قدیمی)

(۲) "عن أوس بن شرحبیل، أنه سمع رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم یقول: من مشی مع ظالم لیقویه وهو یعلم أنه ظالم، فقد خرج من الإسلام" (مشکاة المصابیح، کتاب الاداب، باب الظلم ۲۳۶/۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وسنن ابن ماجة، کتاب الأحکام، من ادعی مالیس له وخاصم فیه، ص: ۱۶۷، قدیمی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

فتح المبین (۱) میں لکھا ہے: جس عورت کا شوہر موجود ہو، اس سے زنا کرنا حق العبد بھی ہے، حق اللہ ہونا تو ظاہر ہے، لہٰذا دونوں عالموں کا قول صحیح ہے، ایسا شخص حق اللہ اور حق العبد ہر دو کا ضائع کرنے والا ہے (۲)۔

گالی دینے والے کی نماز روزہ کا حکم

سوال [۱۱۲۹۴]: زید صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، لیکن گالی ہر وقت منہ سے جاری رہتی ہے، کیا اس قبیح خصلت والے کی نماز روزہ میں قباحت آئے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس خصلت قبیحہ کے باوجود نماز روزہ جو کچھ بھی شرعی طریقہ پر ادا کیا جائے، وہ ادا ہو جائے گا (۳)،

---

(۱) لم أجده هذا الكتاب

(۲) "قال عبد الله: قال رجل: يا رسول الله أي الذنب أكبر عند الله؟ ... ثم أي؟ قال: أن تزاني حليلة جارك ......"

"قال النووي: ومعنى تزاني أي: تزني بها برضاها، وذلك يتضمن الزنا، وإفسادها على زوجها، واستمالة قلبها إلى الزاني، وذلك أفحش" (صحيح مسلم مع شرحه للنووي، كتاب الإيمان، باب بيان كون الشرك أقبح الذنوب وبيان أعظمها بعده: ۱/۶۳، قديمی)

"ومسلم: (حرمة نساء المجاهدين على القاعدين كحرمة أمهاتهم، ما من رجل من القاعدين يخلف رجلاً من المجاهدين في أهله فيخونه فيهم إلا وقف له يوم القيامة فيأخذ من حسناته ما شاء حتى يرضى، ثم التفت إلينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: فما ظنكم؟" ورواه أبو داود إلا أنه قال فيه: (إلا نصب له يوم القيامة، فقيل هذا خلفك في أهلك فخذ من حسناته ما شئت)" وعلم من ذلك أيضاً أن الزنا له مراتب: فهو بأجنبية لا زوج لها عظيم، وأعظم منه بأجنبية لها زوج، وأعظم منه بمحرم" (الزواجر عن اقتراف الكبائر، الكبيرة الثامنة والخمسون بعد الثلاثمائة: الزنا أعاذنا الله منه ومن غيره بمنه وكرمه: ۲/۲۲۴، ۲۲۶، دارالفكر)

(۳) "اتفق جمهور العلماء على أن الصائم لا يفطره السب، والشتم، والغيبة، وإن مأموراً أن ينزه صيامه عن اللفظ القبيح" (شرح ابن بطال، كتاب الصوم، باب هل يقول إني صائم إذا شتم: ۴/۲۴، مكتبة الرشد) =

اس خصلت کی قباحت حدیث شریف میں ہے:

"سباب المسلم فسوق" (متفق علیه مشکوة: ۲/۴۱۱)(۱).

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیو بند، ۴/۱۱/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیو بند، ۴/۱۱/۸۷ھ۔

شراب وجوا

سوال[۱۰۲۹۵]: ہمارے محلہ کے چندلوگوں نے ایک کمیٹی بنائی کہ شراب وجوا ودیگر خرافات سے سب کو روکیں گے، مگر کمیٹی کے بعض ممبران حضرات خود ان قبیح برائیوں میں مبتلا ہیں، امام محلہ اس کمیٹی کے صدر ہیں، اس سلسلہ میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب اہل محلہ نے اس مقصد کے لئے یہ ممبران مقرر کئے ہیں کہ بگڑے ہوئے حالات کی صلاح کی جائے تو شراب پینا بھی تو خرابیٔ حالات سے ہے، اس کی بھی ان شاء اللہ اصلاح کی جائے گی اور شراب وجوا سے ان حضرات کو بھی روکا جائے گا۔

جب یہ ممبر دوسروں کو ناجائز باتوں سے روکیں گے تو کیا ان کو خود احساس نہیں ہوگا؟ یا ان کے سامنے

= "الأداء تسليم عين الثابت بالأمر والمراد بالثابت بالأمر ما علم ثبوته بالأمر" (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۶۳، سعید)

"الأداء المحض إن كان مستجمعاً لجميع الأوصاف المشروعة فأداء كامل" (نسمات الأسحار شرح شرح المنار، مبحث الأداء أنواع، ص ۳۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في منحة الخالق على البحر الرائق، باب قضاء الفوائت ۲/۱۳۸، رشیدیه)

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والشتم ۲/۴۱۱، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله ۱/۱۲، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم سباب المسلم فسوق ۱/۵۸، قديمي)

خود ان کا معاملہ پیش نہیں کیا جائے گا کہ ان کی بھی اصلاح ضروری ہے، اس مقصد کے پیش نظر اگر امام صاحب و صدر تجویز کردیا گیا ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ خیر کی امید ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۲۵ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند۔

خدااوررسول کے حکم کے خلاف کرنے والے کا حکم

سوال [۱۱۲۹۲]: جوکوئی شریعت کے خلاف کوئی حکم کرے اور خدااوررسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرے، وہ شریعت کے نزدیک کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ نافرمان ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولتكن منكم أمة يدعون إلى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

وقال الله تعالى: ﴿كنتم خير أمة أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

"عن حذيفة رضي الله تعالى عنه، أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "والذي نفسي بيده لتأمرون بالمعروف، ولتنهون عن المنكر، أو ليوشكن الله أن يبعث عليكم عذاباً من عنده، ثم لتدعنه ولايستجاب لكم". رواه الترمذي". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الثاني: ۲/۲۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾ (الأحزاب: ۳۶)

"فيه الدلالة على أن أوامر الله تعالى وأوامر رسوله على الوجوب ... "ومن يعص الله ورسوله" في نسق ذكر الأوامر يدل على ذلك أيضاً، وأن تارك الأمر عاص لله تعالى ولرسوله". (أحكام القرآن للجصاص، الأحزاب: ۳/۴۷۱، دار الكتب العلمية بيروت) .... =

خدااور رسول کے حکم کے خلاف حکم کرنے کا کسی کو حق نہیں

سوال[۱۱۲۹۷]: کسی شخص کو یہ حق ہے کہ اپنی رائے سے دین میں کچھ بھی اور حکم لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حکم شرعی کے خلاف اپنی رائے سے دین میں حکم لگانے کا کسی کو حق نہیں اور اس کا ایسا حکم بالکل قابل قبول نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

خدااور رسول کے خلاف کہنے کا کسی کو حق نہیں

سوال[۱۱۲۹۸]: کسی بھی شخص کو خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف کسی بات کا حکم کرنے کا حق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہرگز حق نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبى" قيل: ومن أبى؟ قال: "من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى". رواه البخاري". (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ۱/۴۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: "خدااور رسول کے حکم کے خلاف کرنے والے کا حکم"۔

(۲) قال الله تعالى: ﴿وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمراً أن يكون لهم الخيرة من أمرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالاً مبيناً﴾ (الأحزاب: ۳۶)

"فيه الدلالة على أن أوامر الله تعالى وأوامر رسوله على الوجوب ..... ومن يعص الله ورسوله" في نسق ذكر الأوامر يدل على ذلك أيضاً، وأن تارك الأمر عاص لله تعالى ولرسوله". (أحكام القرآن للجصاص، الأحزاب: ۳/۴۷۱، دارالكتب العلمية بيروت) ...... =

زبردستی زنا

سوال[۱۲۹۹۱]: تقریباً ایک سال ماہ جولائی میں میرے شوہر کے ایک دور کے رشتہ دار بھائی میرے گھر اچانک رات کے وقت آئے کہ میری بس چھوٹ گئی، لہذا میں ایک رات یہاں بسر کرنا چاہتا ہوں، اس رات میرے شوہر باہر کسی کام سے گئے ہوئے تھے، اسی رات میرے شوہر کے رشتہ دار نے میرے ساتھ جبراً زنا کیا، میری مزاحمت کے باوجود انہوں نے چاقو دکھا کر مجھ پر حملہ کردیا، اس کے بعد مجھ کو مسلسل دھمکیاں بھی دیتا رہا کہ میں یہ کسی پر ظاہر نہ کروں اور اکثر میرے شوہر کی موجودگی اور غیر موجودگی میں آتا رہا۔

ابھی حال میں ۱۹ جون کو وہ میرے شوہر کی عدم موجودگی میں آیا اور میرے ہاتھ پکڑ لئے، دن کا وقت تھا، اتفاق سے میرے شوہر دفتر سے جلد آگئے، انہوں نے یہ سب دیکھ لیا اور مجھ سے پوچھ تاچھ کی، مجھے یہ سب کچھ بتانا پڑا، میں نے گڑگڑا کر معافی مانگی انہوں نے یہ کہہ کر معاف کردیا کہ ''میں نے معاف کیا، میرے اللہ نے معاف کیا''، مگر ان کے دل میں خلش باقی ہے اور مجھ سے کٹے کٹے رہتے ہیں، میرا بھی دل مذمت کرتا ہے کہ یہ کام میری مرضی کے خلاف ہوا ہے اور میں اس کو سارے سال ڈر اور خوف کی وجہ سے نہیں کہتی تھی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ پہلی دفعہ جبر وتشدد کیا گیا، لیکن جب اس کے بعد بار بار یہ نوبت آئی تو اس میں جبر وتشدد نہیں ہوا اور شوہر کو اطلاع بھی نہیں کی گئی، علاوہ ازیں جب کہ وہ نامحرم ہے تو شوہر کی عدم موجودگی میں اس کا مکان میں داخل کرنا اور شب باشی کی اجازت دینا بھی غلط ہے اور موجب فتنہ ہے۔

اب تازہ غسل کر کے دو رکعت نماز توبہ پڑھ کر استغفار میں دیر تک مشغول رہیں، اس تصور کے تحت جیسے کسی نجس کپڑے کو دھونے کے لئے پانی کی دھار ڈالی جائے، صابن لگا کر اس کو ملا جائے، آہستہ آہستہ اس کی نجاست دور ہوتی ہے اور میل چھوٹتا ہے، اسی طرح اللہ کے سامنے سچی دل ندامت کے ساتھ استغفار کی برکت

= عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "كل امتي يدخلون الجنة إلا من أبى" قيل: ومن أبى؟ قال: "من أطاعني دخل الجنة ومن عصاني فقد أبى". رواه البخاري. (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول: ١/ ٤٩، دارالكتب العلمية بيروت)

سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس کا پکا عہد کیا جائے کہ اگر مجھے آگ میں بھی ڈال دیا جائے، تب بھی اس کام کی نوبت نہیں آئے گی، آگ میں گرنا پسند ہوگا، اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے (۱)۔ شوہر نے معاف کردیا، یہ حوصلہ کا کام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

قوم میں تفرقہ ڈلوانا

سوال [۱۱۳۰۰]: قوم میں تفرقہ ڈلوانا، جھوٹ ڈلوانا، ورنئی شرع قائم کرنا اورنوایجاد باتیں اور جھوٹ بہتان واتہام لگانا کیسا ہے؟ اور ایسا کام کرنے والا شخص کون ہوسکتا ہے؟ جواب عنایت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسانی اغراض (مال واقتدار کی خاطر) پھوٹ ڈلوانا کبیرہ گناہ ہے (۲)، حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کے مقابلے میں نئی شریعت ایجاد کرنا رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغاوت کرنا ہے (۳)، جھوٹ (۴)، بہتان (۵) حرام ہے۔ مسلمان کو ایسے کاموں کے پاس بھی نہیں جانا

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنما التوبة على الله للذين يعملون السوء بجهالة ثم يتوبون من قريب فأولئك يتوب الله عليهم وكان الله عليما حكيماً﴾ (النساء: ۱۷)

"وفي الشريعة: هي الندم على المعصية مع عزم أن لا يعود إليها إذا قدر عليها... قد نصوا على أن أركان التوبة ثلاثة: الندامة على الماضي، والإقلاع في الحال، والعزم على عدم العود في الاستقبال... فتوبته أن يندم على تفريطه أولاً، ثم يعزم على أن لا يعود أبداً" (شرح الفقه الأكبر، التوبة وشرائطها، ص: ۱۵۸، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، التحريم: ۲۸/ ۲۹۰، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

"هو أمر بالاجتماع، ونهي عن الفرقة، وأكده بقوله: ولا تفرقوا معناه التفرق عن دين الله الذي أمروا جميعاً بلزومه والاجتماع عليه" (أحكام القرآن للجصاص، آل عمران: ۲/ ۳۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للقرطبي: ۴/ ۱۰۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد" متفق عليه. =

چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/۹/۸۸ھ۔

ایک امیر کے حالات

سوال[۱۱۳۰۱]: ایک شخص دینی جماعت کا امیر ہو کر مندرجہ ذیل امور کا مرتکب ہے:

۱- حکام کو رشوت پہنچانے میں اپنے لڑکے کے ذریعہ سے معاون ہے اور رشوت کی رقم کو اپنے پاس رکھا اور سب کچھ ان کے علم وایماء سے ہوا۔

= (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة: ۱/۴۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وصحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة، ص: ۲۲ ، دارالسلام)

(وسنن ابن ماجة، كتاب السنة، باب تعظيم رسول الله، ص: ۲، دارالسلام)

(۴) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والكذب وإن الكذب يهدي إلى الفجور، وإن الفجور يهدي إلى النار" ..." متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان ۲/۴۱۲، قديمي)

"والكذب حرام" (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۲/۵۵۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۶/۴۲۷، سعيد)

(۵) "أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أتدرون ما الغيبة؟" قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: "ذكرك أخاك بما يكره". قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: "إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه ما تقول فقد بهته" (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة، ص: ۱۱۳۲، دارالسلام)

"إن قلت ما لم يكن في أخيك فهو بهتان لا غيبة، والبهتان كذب عظيم" (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان: ۵/۱۷۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۶/۴۱۰، سعيد)

۲- ایک شخص کی رقم ان کی وجہ سے ان کے بڑے کو دیوانی عدالت نے کسی قانونی نکتہ کی وجہ سے ان کو بری کر دیا اور لڑکے پر رقم کی ڈگری ہو گئی، اب اس کا پروانہ قرقی جاری ہے، تو اس نے عدالت سے دو دن یہ کہہ کر وہ رقم چونکہ ہمارا وہ مستحق رہتے ہیں اور اس رقم سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ہنوز وہ رقم ان کے ذمہ ہے اور دینے کی کوئی نیت نہیں ہے۔

۳- راشن کارڈ میں بعض یونٹ بڑھوالے ہیں، جس کی وجہ سے حکومت سے دھوکہ سے زائد طریقہ سے غلہ حاصل کیا گیا۔

۴- جماعت کے احباب میں اگر اختلاف ہو تو بجائے اس کو رفع کرانے کے اس کو خوب ہوا دیتے ہیں اور دو گروہ بناتے ہیں، جس سے وہ ذاتی مالی نفع حاصل کرتے ہیں ان کی عزت کرتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کی تذلیل وتحقیر کرتے ہیں اور مجمعوں میں ذلیل کرتے ہیں۔

۵- غیبت بھی کرتے ہیں اور بعض مرتبہ جھوٹ بولنا بھی ان سے ثابت ہو چکا ہے، جس کی وجہ سے نوبت فساد تک پہنچ جاتی ہے، جو لوگ فساد دور فع کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔

۶- مدرسوں اور خانقاہوں کی عام تقریروں میں مذمت کرتے اور کہتے ہیں کہ مولویوں اور جھوٹوں والوں میں کیا فرق ہے، مسند تصنیف کا بڑا حریم الزامات دکھایا گیا ہے، ایک عالم دین کو جب اپنی خواہشات کا ساتھ دیتے نہ دیکھا تو ان کو بھی غلط قرار دیا اور اس کا خوب پروپیگنڈہ کیا، خانقاہوں اور مدارس دینیہ کے خلاف ان کی تقریریں اور صوفیائے طریقہ ذکر کے اختلاف کے بارے بڑے عادی شاہد ہیں اور ابھی تک اس عمل فسق پر توبہ کا کوئی اعلان نہیں ہے۔

۷- اور ہم تین بھائی کاروبار کرنا چاہتے تھے، ایک ان میں سے کہتے تھے کہ میں اتنے ہزار روپیہ کا دوں گا اور اس پر چھ فیصدی نفع لوں گا، نقصان کا ہرگز ذمہ دار نہیں، جناب امیر صاحب نے اس کی اجازت دے دی اور فرمایا کوئی حرج نہیں، جب کہ آپ علم دین سے بالکل نابلد ہیں، ویسے دنیوی تعلیم کے اعتبار سے بی اے ہیں، کیا اس قسم کی امیر کی امارت جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ امیر کو جب کر کے لئے امیر وہ جو کہ عالم ہو، حرام وحلال سے واقف ہو، اس کو منتخب کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس دینی جماعت کے ان امیر صاحب کے متعلق جو سوال میں درج ہیں، ان میں کوئی امر بھی ایسا نہیں جس کا جواب اور حکم کسی کو معلوم نہیں، تھوڑے علم والا، بلکہ بے علم سادہ لوح بھی ان کی قباحت کو جانتا ہے، معصیت میں کسی کی اطاعت نہیں (۱)۔

۱- کیا اس جماعت کا کوئی دستور اساسی ہے جس میں امیر کی شرائط مذکور ہیں کہ جس میں یہ شرائط موجود ہوں گی، وہ امیر ہو سکے گا؟ اور یا امارت کے لئے انتخاب عام ہوتا ہے یا کچھ خصوصی اہل الرائے حضرات چن لیتے ہیں؟

۲- مدت کا تعین ہے، مثلاً تین سال یا پانچ سال، نیز امیر کو معزول کرنے کے لئے دستور میں کیا شرائط ہیں؟

۳- معزول کرنے کا حق کس کو دیا گیا ہے، مجلس مشاورت کو یا عوام کو؟ الحاصل دستور اساسی میں دفعات مذکورہ بالا کا جواب دیکھ کر مسئلہ بہت سہولت سے حل ہو سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۱۳۸۹ھ۔

زنا بالجبر کو منع نہ کرنے کی صورت میں کون لوگ گنہ گار ہیں؟

سوال[۱۱۳۰۰]: عبدالمتین اپنے سالے کی بیوی کو بھگا کر اپنے گھر لے گیا، مگر ان کے خسر وغیرہ کوئی اعتراض نہیں کرتے، برابر ان کی خاطر تواضع داماد جیسی ہی کیا کرتے ہیں۔ عبدالمتین کے خسر کے گھر والے بھی صحبت میں بیٹھتے ہیں، ایسی صورت میں زنا بالجبر کے کتنے لوگ گنہ گار ہیں؟ صاف تحریر فرمائیں۔

---

(۱) عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة في معصية، إنما الطاعة في المعروف". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲/۳، ۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وصحيح البخاري، كتاب أخبار الآحاد، رقم الحديث: ۷۲۵۷، ص: ۱۲۴۹، دار السلام)

وكذا في رد المحتار، باب البغاة، مطلب تجب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية: ۴/۲۶۴، سعيد)

الجواب حامداً ومصلياً:

زنا کرنے کا گنہگار تو زانی ہی ہے، اگر اس کی کسی نے اس میں مدد کی ہے، تو مدد کا گنہگار وہ بھی ہے(۱)، جو شخص اس کے فعل سے ناخوش ہے، خوش ہونے کا گنہگار وہ بھی ہے(۲)، جو شخص اس سے روک سکتا ہے، مگر روکتا نہیں ہے، تو نہ روکنے کا گنہگار وہ بھی ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۴/۸/۱۲ھ۔

ظالم سے انتقام

سوال[۱۱۲۰۳]: بستی میں ایک صاحب گاؤں کے امیر اور سردار ہیں، عوام اس کے ظلم سے از حد

---

(۱) قال الله تعالى ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "من أعان على خصومة بظلم، أو يعين على ظلم لم يزل في سخط الله حتى ينزع" (سنن ابن ماجة، كتاب الأحكام، من ادعى ماليس له وخاصم فيه، ص ۱۶۷، قديمى)

"من أعان على معصية الله تعالى فهو شريك في إثمها بقدر سعيه وعمله" (شرح ابن بطال، كتاب البيوع، باب آكل الربا وشاهده وكاتبه: ۶/۲۱۷، مكتبة الرشد)

(۲) "عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال "إنه يستعمل عليكم أمراء، فتعرفون، وتنكرون فمن كره، فقد برئ، ومن أنكر فقد سلم، ولكن من رضي، وتابع" (صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء: ۲/۱۲۸، قديمى)

"وفيه دليل على أن من عجز عن إزالة المنكر لا يأثم بمجرد السكوت، بل إنما يأثم بالرضا به".

(شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء: ۲/۱۲۸، قديمى)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۳/۲۲، قديمى)

(۳) "يجب إنكار المنكر، لكن شرطه أن لا يلحق المنكر بلاء لاقبل له به من قتل ونحوه" (فتح الباري، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۳/۲۲، قديمى)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب الفتن، باب الفتنة التي تموج كموج البحر: ۱۰/۵۰، مكتبة الرشد)

(وكذا في شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب وجوب الإنكار على الأمراء: ۲/۱۲۸، قديمى)

الجواب حامداً ومصلياً:

گالی دینا غلط طریقہ ہے(۱)، اگر کسی نے غصہ میں آکر گالی دے دی، پھر نادم ہو کر معافی مانگتا ہے، تو معاف کردینا چاہیے(۲)۔

از خود قوم کا سردار بننے کی خواہش وکوشش کرنا غلط ہے(۳)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۲/۹۵ھ۔

سخت گناہوں کی وجہ سے کافر کہنا

سوال[۱۱۳۰۵]: جو شخص شراب پیتا ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی شان میں گستاخانہ لفظ استعمال کرتا ہے اور دینی معلومات سے ناآشنا ہے، مذہبی باتوں کو مذاق اور کھیل سمجھتا ہے، نماز کی

---

(۱) قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "سباب المسلم فسوق، وقتاله كفر" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۳/۹۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب خوف المؤمن من أن يحبط عمله، ص: ۱۲، دار السلام)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: سباب المسلم فسوق، ص: ۴۸، دار السلام)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وان تعفوا اقرب للتقوى﴾ (البقرہ: ۲۳۷)

وعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من اعتذر إلى أخيه فلم يعذره، أو لم يقبل عذره كان عليه مثل خطيئة صاحب مكس". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الثالث: ۲/۲۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من ابتغى القضاء، وسأل فيه شفعاء، وكل إلى نفسه، ومن أكره عليه أنزل الله عليه ملكاً يسدده" (مشكاة المصابيح، كتاب الإمارة، باب العمل في القضاء، الفصل الثاني: ۲/۱۴، دار الكتب العلمية بيروت)

"إن النفس مائلة إلى حب الرياسة، وطلب الترفع على الناس، فمن منعها سلم من هذه الآفات، ومن اتبع هواها، وسأل القضاء هلك، فلا سبيل إلى الشروع فيه إلا بالإكراه". (التعليق الصبيح، كتاب الإمارة والقضاء، باب العمل في القضاء: ۴/۲۷۸، رشيديه)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأحكام، باب ذكر القضاء، ص: ۳۳۰، دار السلام)

آدمی کو بے ایمان خیال کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ پریشان حال رکھتے ہیں، گھریلو اختلافات اور روپیہ کی لالچ کی وجہ سے اپنی بیوی کو ایک سال سے نہیں بلاتا ہے اور باپ کو چاقو دکھلا کر قتل کی دھمکی دیتا ہے، اس شخص کے بارے میں کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا شخص بھی سخت گنہگار ہے اور سوئے خاتمہ کا قوی اندیشہ ہے، اللہ پاک رحم فرماوے کافر اس کو بھی نہ کہا جائے گا کہ کفر کا حکم آخری حکم ہے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

کسی بزرگ سے سوءظن

سوال[۱۱۳۰۶]: اگر کسی بزرگ سے عقیدہ نہ ہو بلکہ سوءظن ہو، تو کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوچے کہ میں بھی اللہ سے رحمت اور مغفرت کا طالب ہوں، بغیر اس کے بیڑا پار نہیں ہوسکتا۔ ان بزرگ پر رحمت ہوجائے تو کون روک سکتا ہے، وہ نجات پاجائیں گے، لیکن ان کے ساتھ سوءظن کا جرم مجھ پر باقی رہے گا، جب تک وہ معاف نہیں کریں گے، میری بخشش نہیں ہوگی، اس لئے اس سوءظن کو ختم کردینا چاہیے، اگر یہ سوءظن بے محل اور خلافِ واقعہ ہے تو بہت بڑا وبال ہے، سوءظن میں عامۂ زبان پر قابو نہیں رہتا اور ان کے فیض سے محرومی تو یقینی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۳ھ۔

---

(۱) "والكبيرة لاتخرج العبد المؤمن من الإيمان، ولا تدخله الكفر" (شرح العقائد النسفية، مبحث الكبيرة، ص: ۱۰۸، ۱۰۹، قديمي)

(وكذا في شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، الكبيرة لاتخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۷۱، ۷۲، قديمي)

(وكذا في شرح العقيدة الطحاوية للميداني، مبحث الكبيرة، ص: ۱۰۲، زمزم)

(۲) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الذين امنوا اجتنبوا كثيراً من الظن وإن بعض الظن إثم﴾ (الحجرات: ۱۲) –

خنزیر کھالیا تو کیا حکم ہے؟

سوال[۱۱۳۰۷]: محترم مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ موانہ کے قریب ایک گاؤں ہے، ایک شخص نے خنزیر کھا لیا ہے، نہ معلوم کہ اس نے یہ جان بوجھ کر کھایا ہے یا بھول سے کھایا ہے، اس آدمی کے بارے میں مذہب اسلام کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید مجدہ!

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خنزیر نجس العین اور بالکل حرام ہے، جس نے کھایا، حرام کیا (۱)، اگر جان کر کھایا تو بہت سخت گناہ کیا، توبہ واستغفار لازم ہے، مگر اسلام سے خارج نہ ہوا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۱/۲۰ھ۔

= عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث" (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ﴿يا أيها الذين آمنوا اجتنبوا كثيراً من الظن......﴾ الخ، رقم الحديث: ۶۰۶۶، ص: ۱۰۵۹، دارالسلام)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في الظن، رقم الحديث: ۴۹۱۷، ۴/۴۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إنما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما أهل به لغير الله﴾ (البقرة: ۱۷۳)

وقال الله تعالى: ﴿قل لا أجد فيما أوحي إليّ محرما على طاعم يطعمه إلا أن يكون ميتة أو دما مسفوحا أو لحم خنزير فإنه رجس﴾ (الأنعام: ۱۴۵)

"وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة" (البحر الرائق، كتاب الطهارة: ۱/۱۹۱، رشيديه)

"(ولحم الخنزير وسائر أجزائه) هذه الأشياء نجاستها معلومة في الدين بالضرورة لا خلاف فيها". (الحلبي الكبير، فصل في الأنجاس، ص: ۱۵۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۲) قال الله تعالى: ﴿إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء﴾ (النساء: ۴۸) =

یتیموں کے مال میں بے جا تصرف کرنے والے کی سزا

سوال[۱۱۳۰۸]: یتیموں کا مال کھانے والے پر یتیموں کو اجاڑنے والے پر اوران یتیموں کو اپنا حق حاصل کرنے میں دقتیں پیدا کرنے والے پر خدا اوراس کے پیارے نبی کا کیا حکم ہے؟ جب کہ یتیموں کو لاوطن کردیا گیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کو خدا کے قہر سے ڈرنا چاہیے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

یتیموں کا مال غصب کرنے والے کا حکم

سوال[۱۱۳۰۹]: جو لوگ یتیموں کا مال غصب کرنے والے کی مدد کریں، یا خود اس آڑ میں کچھ حاصل کرنا چاہیں، یا ناجائز دباؤ ان یتیموں پر ڈال کر ان کی ملکیت مسجد یا مدرسہ میں یا خود لینا چاہیں، تو وہ کیسا مسلمان ہے؟

= "مع الاتفاق على أن مرتكب الكبيرة لا يخرج من الإيمان، بل هو في مشيئة الله إن شاء عذبه، وإن شاء عفا عنه" (شرح العقيدة الطحاوية لابن أبي العز، مبحث الكبيرة، ص: ۳۲۳، قديمي)

"الكبيرة لاتخرج العبد المؤمن من الإيمان لبقاء التصديق الذي هو حقيقة الإيمان" (شرح العقائد النسفية، مبحث الكبيرة، :ص ۱۰۸، ۱۰۹، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيرا﴾ (النساء: ۱۰)

"قوله تعالى: ﴿إنما يأكلون في بطونهم ناراً﴾ روي عن السدي "أن لهب النار يخرج من فمه ومسامعه، وأنفه، وعينيه يوم القيامة، يعرفه كل من رآه أنه أكل مال اليتيم"، وقيل: إنه كالمثل لأنهم يصيرون به إلى جهنم فتمتلئ بالنار أجوافهم" (أحكام القرآن للجصاص، النساء: ۱۵، ۲/۹۳، دارالكتب العلمية بيروت)

گوشت کو کھایا، وہ استغفار کریں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[illegible]

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: من غش فليس مني". (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من غشنا فليس منا، ص: ۵۸، دار السلام)

"(سقاه سما حتى مات ... وإن دفعه له في شربة فشربه ومات) منه (فكالأول)؛ لأنه شرب منه باختياره إلا أن الدفع خدعة فلا يلزمه إلا التعزير والاستغفار" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الجنايات، مبحث شريف: ۶/۵۴۲، سعيد)

(ومشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب المنهي عنه من البيوع: ۱/۵۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

[illegible] شوہر کا یہ کہنا کہ گناہ مجھ پر ہوگا، آپ کے حق [illegible]

[illegible]

[illegible] (۲) [illegible]

[illegible] کیا تعلق ومحبت کا تقاضہ یہی ہے، ایسی باتوں میں شوہر کی اطاعت جائز [illegible]

[illegible] (۳) [illegible] (۴) [illegible]

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل به عن سبيل الله﴾ (لقمان: ۶)

"قال العلامة الآلوسي رحمه الله تعالى: ﴿لهو الحديث﴾ على ما روي عن الحسن: كل ما شغلك عن عبادة الله تعالى، وذكره من السمر، والأضاحيك، والخرافات، والغناء، ونحوها ... الخ" (روح المعاني، لقمان: ۲۱/۶۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: "ذكر شيخ الإسلام أن كل ذلك مكروه عند علمائنا، واحتج بقوله تعالى: ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث﴾ الآية، جاء في التفسير أن المراد الغناء ... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء" (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۹، سعيد)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾ (فاطر: ۱۸)

"قوله تعالى: ﴿ولا تزر وازرة﴾ أي لا تحمل نفس آثمة ﴿وزر أخرى﴾ أي إثم نفس أخرى، بل تحمل كل نفس وزرها". (روح المعاني، الفاطر: ۲۲/۱۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، فاطر: ۱۸/ ۸: ۲۱۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "عن علي رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف" (صحيح مسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية [illegible] في المعصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

(وكذا في مسند الإمام أحمد بن حنبل، رقم الحديث: ۲۰۱۳۰، ۲۰۱۳۱: ۴/۲۹، ۲۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۹۹۰۳: ۱۲/ ۶۳۱۲، مكتبه نزار مصطفى البار مكه)

(۴) [illegible]

قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

بیوی کے لئے الگ مکان

سوال [۱۱۳۲۵]: میری لڑکی کی شادی ۱۹۵۱ء میں ہوئی، جس لڑکے سے شادی ہوئی، وہ مالدار گھر ور شریف خاندان ہے، میری لڑکی کے تین بچے بھی ہیں، اس دوران میں اس لڑکے کا طوائف سے تعلق ہوگیا اور اس طوائف کے پاس دوسرے لوگ بھی آتے جاتے رہے، غرض یہ کہ اس طوائف سے لڑکے کے ناجائز تعلقات چار پانچ سال رہے، اس دوران طوائف کے دو بچے بھی پیدا ہوئے، جب طوائف کو یہ معلوم ہوگیا کہ مال دار گھر کا لڑکا ہے تو چار پانچ برس کے ناجائز تعلقات کے بعد نکاح کرلیا اور نکاح کے بعد بھی وہ عورت بے پردہ رہتی ہے۔

لڑکے نے اپنی تفریح کی وجہ سے یہ نکاح کیا، ایسی حالت میں یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ جس مکان میں میری لڑکی قصبہ چھتاری میں رہتی تھی اسی مکان میں طوائف کو مع بچوں کے لے آیا، اس پر میری لڑکی نے کہا، میں اس مکان میں نہیں رہوں گی، اگر مجھے اس مکان میں رکھنا ہے تو اس طوائف کو علی گڑھ ہی میں رکھو، لڑکے کے والدین نے میری لڑکی کو مع بچوں کے میرے گھر بھیج دیا، اس معاملہ میں میری لڑکی کا طرزِ عمل صحیح ہے یا لڑکے کے والدین کا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے کرلیا، تو نکاح منعقد ہوگیا (۱)، نکاح کرکے جو کچھ خواہش پوری کی جاوے، وہ ہزار ہا درجہ بہتر ہے، اس سے کہ بغیر نکاح کے خواہش پوری کی جاوے، البتہ جب کسی کے دو

= مع صرتها، أو مع أحمائها كأمه وغيرها، فإن كان في الدار بيوت، وفرغ لها بيتاً، وجعل لبيتها غلقاً على حدة، ليس لها أن تطلب من الزوج بيتاً آخر" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السابع في النفقات، الفصل الثاني في السكنى: ۱/۵۵۶، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۹۹-۶۰۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۸، رشيديه)

(۱) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما، وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، ۱۴۵، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، ۳۰۶، شركة علميه ملتان)

بیویاں ہوں تو دونوں میں برابری لازم ہے(۱)، اگر ایک بیوی کے پاس ایک مختصر سا کمرہ ہو، جس میں کسی اور کا دخل نہ ہو اور مکان کی دیگر ضروریات صحن وغیرہ دوسری بیوی کے ساتھ مشترک ہوں، تو پھر یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں کہ مجھے علیحدہ مستقل مکان دیا جائے، یا میکہ بھیج دیا جائے، میں اس کے ساتھ نہیں رہوں گی، اگر شوہر ایک ہی کمرہ میں رہنے پر مجبور کرے، تو اس کو یہ حق ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۲۹/۱۰/۸۷ھ۔

بیوی کے ساتھ زیادتی کی مکافات

سوال[۱۱۳۲۶]: سائل نے کچھ خانگی واقعات کا تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ بعض مرتبہ غصے میں بے قابو ہو جاتا تھا اور جب مجھے غصہ آتا، تو میں اس کو مار بھی دیتا، چنانچہ ایک روز میں نے اپنے بچے کو مارا، اس پر میری اہلیہ بولی، میں نے اس کے بھی طمانچہ رسید کیا، جس کا مجھے زندگی بھر افسوس رہے گا، کیونکہ یہ حقوق العباد ہے، اس لئے آپ حضرات سے گزارش ہے کہ آپ فرمادیں کہ میرے اس فعل کی تدفی کس طرح ممکن ہو سکتی ہے اور عذاب آخرت سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

---

(۱) "(ویجب أن یعدل فیه) أي في القسم بالتسویة في البیتوته (وفي الملبوس والمأکول) والصحبة لا في المجامعة، بل یستحب". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۲۰۱، ۲۰۲، سعید)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۳۷۹-۳۸۱، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النکاح، باب القسم: ۳/۲۲۲، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "تجب السکنی لها علیه في بیت خال عن أهله وأهلها بقدر حالهما، کطعام وکسوة، وبیت منفرد من دار له غلق، فإن کانت فیها بیوت وأعطی لها بیتاً یغلق ویفتح، لم یکن لها أن تطلب بیتاً آخر إذا لم یکن ثمة أحد من أحماء الزوج یؤذیها. وذکر الخصاف: أن لها أن تقول: لا أسکن مع والدیک وأقربائک في الدار فافردلي داراً. قال صاحب الملتقط: هذه الروایة محمولة علی المؤسرة الشریفة، وما ذکرنا قبله أن إفراد بیت في الدار کاف، إنما هو في المرأة الوسط اعتباراً بالسکنی المعروف"

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۳/۵۹۹-۶۰۱، سعید)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۸، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الطلاق، الفصل الثاني في السکنی: ۱/۵۵۶، رشیدیه)

۲ ایک واقعہ اور پیش آیا، کہ میری اہلیہ بہت زیادہ بیمار رہتی تھی، میں ان کے علاج کے لئے کوئی کمی باقی نہ چھوڑتا تھا، چنانچہ اس کی وجہ سے میں ہمیشہ مقروض رہتا تھا اور پریشان رہتا تھا، اس وجہ سے میں اپنی اہلیہ کو میکہ چھوڑ دیا کرتا تھا، دس دس ماہ تک چھوڑ دیتا تھا، جس سے یہ بات اس کو ناپسند تھی اور کہا کرتی تھی کہ تم جو مجھ کو میکہ کئی کئی ماہ تک چھوڑ دیتے ہو، میں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مواخذہ کروں گی، اب مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ اگر میں نے زیادتی کی ہے، تو کیا حشر میرا ہوگا اور کوئی صورت نجات کی نظر نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہلیہ مرحومہ کے ساتھ جو زیادتی کی ہے، اس کی تلافی اس طرح ہوسکتی ہے کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کیجئے، نوافل پڑھ کر، تلاوت کر کے، صدقہ دے کر، ان کو ثواب پہنچایا کیجئے، ان کے بچوں کو اچھی تربیت کیجئے (۱)۔ انشاء اللہ تعالیٰ کام چل جائے گا، خدائے پاک مرحوم کو آغوش رحمت میں جگہ دے اور جنت الفردوس عطا فرمائے اور آپ کو صبر وسکون دے، بچوں کی پرورش کو آسان فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۱۵ھ۔

عورت کا شوہر کے مال میں بلا اجازت تصرف کرنا

سوال [۱۱۳۲۷]: زید اور بکر چند آدمیوں نے مل کر مدرسہ کا جلسہ کرانا چاہا، باجازت مہتمم مدرسہ، گاؤں میں عورتوں وغیرہ سے بلا اجازت ان کے شوہروں کے چندہ میں غلہ لیا گیا، جو کہ عورتوں نے بخوشی دیا تو

---

(۱) "عن أبي أسيد الساعدي قال: بينا نحن عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إذ جاءه رجل من بني سلمة فقال: يا رسول الله! هل بقي من برّ أبوي شيء أبرهما به بعد موتهما؟ قال: نعم! الصلاة عليهما والاستغفار لهما وإنفاذ عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التي لا توصل إلا بهما، وإكرام صديقهما" رواه أبوداود وابن ماجة". (مشكاة المصابيح، كتاب البر والصلة، الفصل الثاني، ص ۴۲۰، قديمي)

"(وعن أبي أسيد الساعدي) (شيء) أي من البر، (أبرهما) بفتح الموحدة أي: أصلهما وأحسن إليهما (به) أي: بذلك الشيء من البر الباقي (بعد موتهما قال: نعم! الصلاة عليهما) أي: الدعاء، ومنه صلاة الجنازة، (والاستغفار) أي طلب المغفرة لهما إلى آخر الحديث". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة: ۹/۱۵۱، رشيديه)

(وسنن أبي داود، كتاب الآداب، باب في البر بالوالدين: ۲/۳۵۳، إمداديه)

اس آمدنی سے جلسہ ہوا، یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ صحیح ہے کہ عورت کو بغیر شوہر کی اجازت کے شوہر کے مال میں تصرف درست نہیں، لیکن جب شوہر اس تصرف پر رضامند ہیں تو یہ چندہ میں وصول کیا ہوا خرچ شرعاً سب درست ہے، اب اس پر اعتراض بے محل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲۰ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا أنفقت المرأة من طعام بيتها غير مفسدة كان لها أجرها بما أنفقت، ولزوجها أجره بما كسب، وللخازن مثل ذلك لاينقص بعضهم أجر بعض شيئاً.

وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إذا أنفقت المرأة من كسب زوجها من غير أمره فلها نصف أجره" (مشكاة المصابيح، كتاب الزكاة، باب صدقة المرأة من مال الزوج، ص: ۱۷۳، قديمى)

"قال محيي السنة: عامة العلماء على أنه لايجوز لها التصدق من مال الزوج بغير إذنه، وكذا الخادم، والحديث الدال على الجواز أخرج على عادة أهل الحجاز يطلقون الأمر للأهل و الخادم في التصدق والإنفاق عند حضور السائل ... (قوله من غير أمره) أي: مع علمها برضى الزوج أو محمول على النوع الذي سومحت فيه من غير إذن" (مرقاة المفاتيح، كتاب الزكاة، باب صدقة المرأة من مال الزوج، الفصل الأول، رقم الحديث: ۱۹۴۷، ۱۹۴۸: ۴/۳۷۹، رشيديه)

"قال الإمام النووي رحمه الله تعالى: اعلم أنه لابد في العامل وهو الخازن والزوجة والمملوك من إذن المالك في ذلك، فإن لم يكن إذن أصلاً فلا أجر لأحد من هؤلاء الثلاثة، بل عليهم وزر بتصرفهم في مال غيرهم بغير إذنه، والإذن ضربان: الإذن الصريح في النفقة والصدقة والثاني: الإذن المفهوم من اطراد العرف كإعطاء السائل ... وعلم بالعرف رضا الزوج والمالك به، فإذنه في ذلك حاصل وإن لم يتكلم" (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الزكاة، باب أجر الخازن الأمين والمرأة الخ: ۱/۳۲۹، قديمى)

فصل في الجماع ومتعلقاته

(ہمبستری وغیرہ کا بیان)

وطی میں بیوی کا حق شوہر پر

سوال[۱۱۳۲۸]: ایک شخص نے مسئلہ بتاتے وقت یوں فرمایا کہ شادی کرنے کے بعد بیوی سے ہمبستری کرنا صرف ایک مرتبہ ضروری ہے، باقی پوری زندگی تبرع ہے، یہ مسئلہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کا مقصد تو یہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ہمبستری کرلی تو عورت کو قاضی کی عدالت میں درخواست دے کر کہ میرا شوہر نا کارہ ہے، مجھے نکاح ثانی کی اجازت دی جاوے، نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں، ویسے دیانۃً شوہر کو لازم ہے کہ ہمبستری کر کے عورت کو مطمئن رکھے، ایسا نہ ہو کہ اس کا میلان دوسرے کی طرف ہو جاوے۔ (هكذا في درمختار)(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، ۲/۲/۸۷ھ۔

---

(۱) "ويسقط حقها بمرة، ويجب ديانة أحياناً، ولا يبلغ مدة الإيلاء إلا برضاها، ويؤمر المتعبد بصحبتها أحياناً، وقدره الطحاوي بيوم وليلة من كل أربع لحرة وسبع لأمة" (الدرالمختار) "قال في الفتح: واعلم أن ترك جماعها مطلقاً لا يحل له، صرح أصحابنا بأن جماعها أحياناً واجب ديانة، لكن لا يدخل تحت القضاء والإلزام إلا الوطأة الأولى ولم يقدروا فيه مدة. وفي البدائع: لها أن تطالبه بالوطء، لأن حله لها حقها كما أن حلها له حقه، وإذا طالبته يجب عليه، ويجبر عليه في الحكم مرة، والزيادة تجب ديانة لا في الحكم. يسقط حقها بمرة في القضاء أي لأنه لو لم يصبها مرة يؤجله القاضي سنة، ثم يفسخ العقد، أما لو أصابها مرة واحدة لم يتعرض له، لأنه علم أنه غير عنين وقت العقد، بل يأمره بالزيادة =

ہمبستری کے وقت کی دعا

سوال[۱۱۳۲۹]: صحبت کرتے وقت جو دعا پڑھنا ہے، وہ کس وقت پڑھنا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک دعا صحبت کرنے سے پہلے پڑھی جاتی ہے(۱) اور ایک انزال ہونے پر(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/۱/۸۸ھ۔

= أحياناً لوجوبها عليه (قوله: ويؤمر المتعبد) في الفتح: فأما إذا لم يكن له إلا امرأة واحدة فتشاغل عنها بالعبادة أو السراري، اختار الطحاوي رواية الحسن عن أبي حنيفة أن لها يوماً وليلة من كل أربع ليال، وباقيها له". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب القسم: ۲۰۲/۳، ۲۰۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳۸۲/۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب القسم: ۹۹/۲، دارالمعرفة بيروت)

(۱) "عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: ذكر يوماً ما يصيب الصبيان، فقال: لو أن أحدكم إذا جامع أهله، قال: "بسم الله اللهم جنبنا الشيطان، وجنب الشيطان ما رزقتنا" فكان بينهما ولد من ذلك، لم يضره الشيطان أبداً" (عمل اليوم والليلة لابن سني، باب مايقول إذا جامع أهله، ص: ۵۲۱، ۵۲۲، مكتبة الشيخ)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الدعوات في الأوقات: ۷۵۱/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في كتاب الأذكار للنووي، باب مايقوله عند الجماع، ص: ۳۵۷، دارالبيان)

(۲) انزال کے وقت کی دعا صرف دل میں پڑھنی چاہیے، دعا یہ ہے

"أن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه كان إذا غشي أهله فأنزل، قال: "اللهم لا تجعل للشيطان فيما رزقتنا نصيباً" (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب النكاح، باب مايؤمر به الرجل إذا دخل على أهله ۳۳۵/۹، المجلس العلمي)

"قد روى ابن أبي شيبة، عن ابن مسعود موقوفاً أنه إذا أنزل قال: "اللهم لاتجعل للشيطان فيما رزقتني نصيباً" ولعله يقولها في قلبه، أو عند انفصاله لكراهة ذكر الله باللسان في حال الجماع بالإجماع" (مرقاة المفاتيح، كتاب الدعوات، باب الدعوات في الأوقات: ۲۲۵/۵، رشيديه)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الوضوء، باب التسمية على كل حال وعند الوقاع: ۳۲۲/۱، قديمي)

یہ دعا کرنا کہ ”یا اللہ! صالح اولاد دے یا اس سے محروم رکھ“

سوال [۱۱۳۳۰]: اگر کوئی دعا کرتا ہے کہ ”یا اللہ! نیک اولاد دے یا اس سے محروم رکھ“، تو یہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس دعا کی گنجائش ہے (۱)۔ واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۹/۹۶ھ۔

بیوی سے ہمبستری کا طریقہ

سوال [۱۱۳۳۱]: میں گنگوہ کے مدرسہ میں تعلیم پا رہا تھا، اس وقت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب مدظلہ سے بیوی سے ہمبستری کا مسنون طریقہ معلوم کیا تھا، لیکن اب وہ تحریر گم ہوگئی، آپ تحریر فرمادیں تو نوازش ہوگی، کیونکہ احقر کی شادی ہونے والی ہے۔

حافظ عبدالسلیم مدرسہ تعلیم القرآن وجیاپوری ناتھ، ضلع نلگنڈہ، آندھرا پردیش

---

(۱) قال الله تعالى ﴿هنا لک دعا زکریا ربه قال رب هب لي من لدنک ذرية طيبة﴾ (آل عمران: ۳۸)

"باب طلب الولد ..... أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "إذا دخلت ليلاً فلا تدخل على أهلک حتى تستحد المغيبة، وتمتشط الشعثة" قال: قال رسول صلى الله تعالى عليه وسلم: "فعليک بالكيس الكيس"، أي الولد". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب طلب الولد: ۲/ ۷۸۹، قديمي)

"دلت هذه الآية على طلب الولد وهي سنة المرسلين والصديقين ..... وفي هذا رد على بعض جهال المتصوفة حيث قال: الذي يطلب الولد أحمق، وما عرف أنه هو الغبي الأخرق، قال الله تعالى عن إبراهيم الخليل ﴿واجعل لي لسان صدق﴾ وقال: ﴿والذين يقولون ربنا هب لنا من أزواجنا وذرياتنا قرة أعين﴾ ..... فإذا ثبت هذا فالواجب على الإنسان أن يتضرع إلى خالقه في هداية ولده، وزوجه بالتوفيق لهما، والهداية، والصلاح، والعفاف، والرعاية". (أحكام القرآن للقرطبي، آل عمران: ۳۸، ۴/ ۵۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وعن ابن عباس رضي الله عنه: كان من دعاء داود النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "اللهم إني أعوذ بک من مال أن يكون فتنة، ومن ولد يكون علي وبالاً ..... الخ". (مجمع الزوائد منبع الفوائد، كتاب الأدعية، باب دعاء داؤد عليه السلام، رقم الحديث: ۱۷۴۲۹، ۱۰/ ۲۹۳، دار الفكر بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہشتی زیور، تحفۃ الزوجین میں مطالعہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۵ھ۔

بیوی کو برہنہ کرکے اس کا پستان منہ میں لے کر سونا

سوال[۱۱۲۳۲]: ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ اس کو بالکل برہنہ کرکے روزانہ سوتا ہے اور بیوی کے دودھ نہ ہونے کے زمانہ میں اس کے پستان چوسنے کا عادی ہے، کیا اس کی اجازت ہے، حرام یا مکروہ ہے یا نہیں؟ دودھ نہ نکلنے پر چوس سکتا ہے، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو برہنہ کرکے اس کے ساتھ سونے اور دودھ نہ ہونے کے زمانہ میں اس کا پستان منہ میں لینے کی وجہ سے اس شخص کی امامت میں خرابی نہیں آتی، ان میں سے کوئی بات حرام یا مکروہ تحریمی نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۰/۹۴ھ۔

حیض ونفاس کی حالت میں عورت کے کس حصہ کو دیکھنا درست ہے؟

سوال[۱۱۲۳۳]: صحبت کے دو کون چار طریقے مشہور ہیں نیز اس کی دعا کیا ہے؟ اگر کسی نے غیر حیض میں ناف اور گھٹنے کے بیچ دیکھا ہے، تو گنہگار ہوگا؟ اور حیض یا نفاس کے دنوں میں تو کیا گناہ ہوگا؟

---

(۱) ''وهو تحقيق وجيه، لأنه يجوز له أن يلمس بجميع بدنه، حتى بذكره جميع بدنها، إلا ماتحت الإزار، فكذا هي لها أن تلمس بجميع بدنها، إلا ماتحت الإزار جميع بدنه'' (ردالمحتار، كتاب الطهارة، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء الخ: ۱/۲۹۳، سعيد)

''وله أن يقبلها ويضاجعها ويستمتع بجميع بدنها ما خلا ما بين السرة والركبة عند أبي حنيفة وأبي يوسف، هكذا في السراج الوهاج'' (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الفصل الرابع في أحكام الحيض الخ: ۱/۳۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۱/۳۴۳، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

دعا یہ ہے: "بسم اللّٰہ اللّٰہم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا" (عمل الیوم واللیلة)(۱)

نیز صحبت سے پہلے [illegible] من همزات الشياطين وأعوذ بك رب أن يحضرون [illegible]

[illegible] پڑھنا [illegible] ہے۔

صحبت سے پہلے [illegible] مجھے معلوم نہیں (۲) بیوی وغیرہ [illegible] نہیں (۳)، بہتر

---

(۱) (عمل اليوم والليلة لابن سني، باب مايقول إذا جامع أهله، ص: ۵۲۱، مكتبة الشيخ)

ومشكاة المصابيح، كتاب الدعوات، باب الدعوات في الأوقات [illegible] دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في كتاب الأذكار للنووي، باب مايقوله عند الجماع، ص: ۳۵۷، دارالبيان)

(۲) [illegible]

"وأما أشكاله فالمستحب أن يعلو الرجل المرأة رافعاً فخذيها بعد الملاعبة التامة، ودغدغة الثدي والخاصرة، ثم حك الفرج بالذكر، فإذا تغيرت هيئة عينيها، وعظم نفسها، وطلبت التزام الرجل، ولج الذكر، وصب المني، وذلك هو المحمود. فإذا فرغ من الجماع نام على ظهره ساعة رافعاً رجليه على مثل الحائط لتستقر بقايا المني إلى مستقره. وأردأ أشكاله أن تعلو المرأة الرجل وهو مستلق، وينبغي أن يكون فيه قدمين ورجليه وهما على جنبيها، وينبغي أن يكون قاعدين، والشكل الذي تستلذه المرأة عند المجامعة أن تستلقي على ظهرها، ويلقي الرجل نفسه عليها، ويكون رأسها منكسا إلى أسفل كثير التصويب، ويرفع أوراكها بالمخاد. فإذا أحس بالإنزال فليدخل يده تحت أوراكها، ويشيلها شيلاً عنيفا. فإن الرجل والمرأة يجدان عند ذلك لذة عظيمة لا توصف". (إتحاف السادة المتقين، كتاب آداب النكاح، الباب الثالث: ۱۷۳/۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) [illegible]

"وينظر الرجل من عرسه إلى فرجها بشهوة، وغيرها، والأولى تركه". (الدرالمختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۳۶۳/۶-۳۶۷، سعيد)

"وينظر الرجل إلى فرج أمته وزوجته) يعني عن شهوة، وغير شهوة، إلا أن الأولى أن لاينظر كل منهما إلى عورة صاحبه". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس: ۳۵۶/۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثامن: ۳۲۷/۵، رشيديه)

حیض ونفاس میں ناف اور گھٹنے کے درمیان سے احتیاط چاہیے(۱)۔ واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۹/۹۶ھ۔

حالتِ حیض میں بیوی کے عضوِ مخصوص کو دیکھنا اور چھونا

سوال[۱۱۲۳۲]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ بیوی سے حائضہ ہونے کی حالت میں ماتحت السرۃ نیز اعضاء مخصوصہ کو دیکھنا، چھونا وغیرہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

درمختار میں ہے:

"وهل النظر ومباشرتها له فيه تردد الخ".

شامی میں ہے:

"أي: بشهوة، وهكذا كالاستثناء من عموم حل ماعدا القربان، وأصل التردد لصاحب البحر حيث ذكر: أن بعضهم عبر بالاستمتاع، فيشمل النظر، وبعضهم بالمباشرة، فلا يشمله، ومال إلى الثاني، ومال أخوه في النهر إلى الأول، انتصر العلامة للأول، وأقول: فيه نظراً".

إلى أن قال بعد بحث ونقل العبارات:

"ولايخفى أن الأول صريح في عدم حل النظر إلى ماتحت الإزار، والثاني قريب منه".

وقال بعد السطر:

"واستظهر في النهر الثاني، لكن فيما إذا كانت مباشرتها له بما بين

---

(۱) (ويمنع حل) قربان ما تحت إزار يعني ما بين سرة وركبة، ولو بلا شهوة، وحل ماعداه مطلقاً (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب الحيض: ۲۹۲/۱، سعيد)

(وكذا في درر الحكام في شرح غرر الأحكام، باب دماء تختص بالنساء: [illegible]، مير محمد كتب خانه كراچی)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ۳۴۲/۱، رشيديه)

سرتها وركبتيه كما إذا وضعت يدها على فرجها كما اقتضاه كلام البحر، لا إذا كانت بما بين سرتها وركبتها كما إذا وضعت فرجها على يده" الخ. ردالمحتار نعمانيه: ١/١٩٤، ١٩٥، باب الحيض(١).

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بیوی کے ماتحت السرہ کے اعضاءِ مخصوصہ کو حالتِ حیض میں دیکھنے اور چھونے کی اجازت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۹ھ۔

کیا لونڈیوں کے ساتھ صحبت بلا نکاح درست ہے؟

سوال[۱۰۰۳۵]: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں لونڈیاں اور غلام فروخت ہوتے تھے، کیا ان لونڈیوں کو خرید کر بغیر عقد ان کے ساتھ صحبت کرنا جائز تھا یا نہیں؟ یہاں ایک صاحب فرماتے ہیں کہ زرخرید لونڈی کے ساتھ بغیر عقد کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی صحبت کرنا جائز نہیں تھا، کتاب وحدیث سے حوالہ عنایت فرما کر جواب دیں، مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی لونڈی جو جہاد میں گرفتار کرکے لائی جائے، وہ جس کے حصہ میں آجائے اس سے صحبت کرنا جائز تھا، اس کے ساتھ عقدِ نکاح کی ضرورت نہیں تھی (۲)۔ ایسی باندی کو مالک بھی فروخت کر سکتا تھا، لیکن اگر کسی سے

---

(١) (ردالمحتار، باب الحيض: ١/٢٩٢، ٢٩٣، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطهارة، باب الحيض: ١/٣٣٤، ٣٣٥، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطهارة، الباب السادس: ١/٣٩، رشيديه)

(٢) "وحرم نكاح المولى أمته والعبد سيدته، لأن المملوكية تنافي المالكية" (الدرالمختار) "عدة للمسألتين، قال في الفتح: لأن النكاح ما شرع إلا مثمرا ثمرات مشتركة في الملك بين المتناكحين" (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب مهم في وطء السراري: ٣/٤٣، سعيد)

... حل أن يتزوج بجاريته ... لقوله تعالى: ﴿والذين هم لفروجهم حافظون، إلا على =

باب حقوق الوالدین وغیرھا

(والدین کے حقوق کا بیان)

والدین کے حقوق

سوال[۱۱۲۳۲]: ۱- والدین کے حقوق کوئی اولاد پر بھی ہیں کہ نہیں؟

۲......اولاد کے یہ حقوق وجوبی ہیں یا صرف احسان کے درجہ میں ہیں؟

۳......بعض لوگ والدین پر تین حقوق بتاتے ہیں

الف- پیدا کرنا، ب- پال پوس کر بڑا کرنا، ج- شادی کرنا۔

اس میں کسی قسم کے جزئیات کو نہیں معتبر مانتے یا صرف یہ تینوں حقوق ہیں اور بغیر جزئیات کے تسلیم کئے یہ کافی ہوں گے؟

۴......اگر والدین اولاد کے حقوق ادا نہ کرے، تو ان سے باز پرس ہوگی یا نہیں؟

۵......اس صورت میں بھی اولاد کے حقوق لازم ہوں گے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳ والدین اپنی اولاد کی تربیت جسمانی تو طبعی محبت کی بنا پر کرتے ہی ہیں، اپنے اپنے طرز پر جانور بھی اپنے بچوں کو پالتے ہیں، مگر انسانی بچوں کا حق اس سے زیادہ ہے، جب بچہ پیدا ہو، اس کو نہلا کر داہنے کان میں اذان، بائیں کان میں اقامت کہی جاتی ہے(۱)، جب بولنا سیکھے، تو کلمہ شہادت اور آیت

---

(۱) "قلت: قد جاء في مسند أبي يعلى الموصلي، عن الحسين رضي الله تعالى عنه مرفوعاً: "من ولد له ولد، فأذن في أذنه اليمنى وأقام في أذنه اليسرى، لم تضره أم الصبيان". كذا في الجامع الصغير للسيوطي" (مرقاة المفاتيح، كتاب الصيد والذبائح، باب العقيقة: ۷/ ۵۷، رشيديه)

"وقال الرافعي رحمه الله تعالى: قال السندي رحمه الله تعالى: فيرفع المولود عند ولادة على =

تو حیوان کو سکھ میں نماز سکھائیں (۱)، سات برس کا ہو جاوے تو نماز کی تاکید کرائیں (۲)، دس برس کی عمر میں تنبیہ

سکھائیں، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت کی تلقین کریں (۳)۔ جب سے بچہ بچہ سے پہنچے تو ...

- سنده مستقبل القبلة، ويؤذن في أذنه اليمنى، ويقيم في اليسرى ... تقدم ... (رد المحتار،

كتاب الصلاة، باب الأذان ... سعيد)

(وكذا في العرف الشذي على جامع الترمذي، باب الأذان في أذن المولود. ۲۷۸/۱، سعيد)

(۱) "المقصود بالتربية الإيمانية ربط الولد منذ تعقله بأصول الإيمان ... كل ما ثبت عن طريق الخبر الصادق والحقائق الإيمانية، والأمور الغيبية كالإيمان بالله سبحانه، والإيمان بالملائكة، والإيمان بالكتب السماوية، والإيمان بالرسل جميعاً ... ونعني بأركان الإسلام كل العبادات البدنية وهي الصلاة والصوم والزكاة، والحج من استطاع إليه سبيلاً. ونعني بمبادي الشريعة، كل ما يتصل بالمنهج الرباني، وتعاليم الإسلام من عقيدة، وعبادة، وأخلاق، وتشريع، وأنظمة، وأحكام" (تربية الأولاد في الإسلام، الفصل الأول، مسئولية الإيمانية: ۱۵۷/۱، ۱۵۸، دارالسلام)

"عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أدبوا أولادكم على خصال ثلاث: على حب نبيكم، وحب أهل بيته، وعلى قراءة القرآن ... إلى آخر الحديث" (إتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة، رقم الحديث ... باب فيمن يظل في ظل الله الخ: ۳۸۲/۱۰، مكتبة الرشد)

"عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: افتحوا على صبيانكم أول كلمة لا إله إلا الله، ولقنوهم عند الموت لا إله إلا الله ... إلى آخر الحديث" (كنز العمال، كتاب النكاح، الفصل الرابع في حقوق وآداب متفرقة، رقم الحديث: ۴۵۳۲۴، ۱۸۳/۱۶، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر، وفرقوا بينهم في المضاجع" (سنن أبي داود، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة. ۸۲/۱، رحمانيه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، الفصل الثاني، ص: ۵۸، قديمي)

(وكذا في كنز العمال، كتاب النكاح، الفصل الرابع في حقوق وآداب متفرقة، رقم الحديث ۴۵۳۱۲، ۱۸۲/۱۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن جابر بن سمرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لأن يؤدب –

۵ اور دیگر بھی حقوق لازم ہیں، والدین اگر اپنا واجب ادا نہ کریں تو بھی اور دوسرے حقوق ساقط نہیں ہوتے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۲/۲۱ھ۔

کیا والدین کا درجہ استاذ اور پیر سے زیادہ ہے؟

سوال [۱۱۳۳۷]: استاذ اور پیر کا درجہ والدین سے کم ہے یا زیادہ؟ بہشتی زیور میں والدین کا درجہ زیادہ لکھا ہے، بحوالہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جسمانی تربیت کی بناء پر والدین کا درجہ زیادہ ہے کہ وہی بنیاد ہے جمیع کمالات کی اور روحانی تربیت علم

= شيء فهو مطالب بالعدل فيه، والقيام بمصالحه في دينه، ودنياه، ومتعلقاته" (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل الخ: ۲/۱۲۲، سعيد)

"(وهي مسئولة عنهم) عن حق زوجها وأولاده، وقال الطيبي: الضمير راجع إلى بيت زوجها وولده، وغلب العقلاء فيه على غيرهم" (مرقاة المفاتيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الأول: ۲۴۱/۷، رشيديه)

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أصبح مطيعا لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً، ومن أمسى عاصيا لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فوحداً، قال رجل: وإن ظلماه؟ قال: "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه" (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثلث، ص: ۴۲۱، قديمى)

(وكذا في كنز العمال، كتاب النكاح، قسم الأقوال، بر الأب والأم من الإكمال: ۱۶/۱۹۹، دار الكتب العلمية بيروت)

"(ومن أمسى عاصيا لله تعالى في والديه أصبح له بابان مفتوحان من النار، وإن كان واحداً فواحداً، قال رجل: وإن ظلماه) قال الطيبي: يراد بالظالم مايتعلق بالأمور الدنيوية، لا الأخروية، (قال: وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه) ثلاث مرات، للتأكيد والمبالغة" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثالث: ۱۵۹/۹، رشيديه)

حساب ہوگیا، ان پر ہمارا کوئی پیسہ نہیں ہے، لیکن جب اس سے کہا گیا کہ وہ کہہ گئے ہیں اور بتا رہے تھے اور اس کے روپے تھے بھی، تو اس نے کہا حساب دیکھ کر بتاؤں گا۔

پھر کئی ہفتہ دودھ دینے ہی نہیں آیا، اس کے بعد آیا تو انہوں نے پھر اس سے کہا، تو وہ پھر دو تین ہفتہ دودھ دینے نہیں آیا، اس کے بعد پھر آیا تو پھر انہوں نے کہا، تو پھر آج تک واپس نہیں آیا اور اس کے گاؤں اور نام کا پتہ نہیں کیا ہے، تلاش بھی کرایا، مگر کسی محلہ والے کو پتہ نہیں ہے، اب بتایئے، میں اس میں کیا کروں، اس پیسہ کو کس کو دوں؟ میں اس کا قرض دار ہوں، کل آخرت میں یہ مجھ سے مانگے گا اس لئے مجھے پریشانی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کے نزدیک اس دودھ والے کے جتنے پیسے آپ کے ذمہ ہیں، وہ پیسے ان صاحب کو دے دیں۔ جن کے پاس وہ کبھی کبھی دودھ دینے آتا ہے، کہ جب بھی آئے، اس کو وہ دے دیں، اس میں جتنی مدت بھی انتظار کرنا پڑے، جب اس کی زندگی کی ہی توقع نہ رہے اور سمجھیں کہ مرگیا ہوگا، تو اتنے پیسے کسی غریب کو صدقہ کردیں (۱) کہ یا اللہ! اس کے وبال سے مجھے بچانا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۵ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۹۲/۲/۶ھ۔

والد کی غلط رائے قابل عمل نہیں

سوال [۱۱۳۴۰]: میری عمر اس وقت گیارہ سال ہے، تین سال قبل میں چاند پور اپنے استاذ کے

(۱) "لو مات الرجل وكسب من بيع البادق، أو الظلم، أو أخذ الرشوة، يتورع الورثة، ولا يأخذون منه شيئاً، وهو أولى لهم، ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه" (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع ۶/ ۳۸۵، سعيد)

"والحاصل. أنه إن علم أرباب الأموال وجب رده عليهم، وإلا، فإن علم عين الحرام لايحل له، ويتصدق به بنية صاحبه" (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/ ۹۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب ۵/ ۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ الكاملية، كتاب الزكاة، ص: ۱۵، مكتبة القدس)

پاس آیا، میرے استاذ نے مجھ سے مندرجہ ذیل سوالات کئے، میرے پاس اس کا جواب سوائے نفی کے اور کچھ نہیں تھا، انہوں نے مجھ سے سوال کیا:

الف-کلمہ یاد ہے یا نہیں؟ ب-نماز آتی ہے یا نہیں؟ ج-تم کس مذہب پر ہو؟

مجھے یہ باتیں معلوم نہیں تھیں، کیونکہ میں صرف اتنا ہی جانتا تھا کہ میں ایک مسلم گھرانے میں پیدا ہوا ہوں، باقی اور کچھ خبر نہیں تھی، نہ یہ معلوم تھا کہ زکوۃ کیا ہے؟ صدقہ کیا ہے؟ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کون ہیں؟ چاند پورکے میرے استاذ نے مجھے نماز یاد کرائی اور سب سوالات کے جوابات بھی بتلائے، لیکن اب مجھے خدا کا شکر ہے کہ نماز چھوڑنا تو در کنار جماعت کے ترک ہونے پر بھی بہت دکھ ہوتا ہے، جس پر میرے والدین سخت ناراض ہیں اور کہتے ہیں کہ تو ملا بن گیا، بلکہ بگڑ گیا ہے، یہاں تک میرے استاذ سے سخت ناراض ہیں اور کہتے ہیں یہ تو مدرس ہو گیا۔

اب میں اس لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں، جو پردہ میں رہے، والدین پردہ دار لڑکی کے خلاف ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسی لڑکی سے شادی ہونی چاہیے کہ جو قضائے حاجت بھی جنگل جا کر کرے اور بے پردہ رہے، اب میں پریشان ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہاں سے بھاگ جاؤں، لیکن استاذ اس سے منع کرتے ہیں، والدین اپنی ضد پر قائم ہیں اور میں اپنی ضد پر قائم ہوں۔ برائے کرم شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

استاذ کا مشورہ بالکل شریعت کے مطابق ہے، وہی قابلِ عمل ہے، والد کی رائے غلط اور خلافِ شرع ہے، اس پر عمل جائز نہیں (۱)، آپ نہ کہیں بھاگیں، نہ والد کی رائے پر خلافِ شرع عمل کریں (۲)، نہ والد کی شان میں

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالى عنه، أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا طاعة في معصية الله، إنما الطاعة في المعروف" (صحيح مسلم، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية: ۲/۱۲۵، قديمي)

"فقام عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه، فتلقيه بين الناس قال: تذكر يوم قال رسول الله =

قرآن کریم میں (ہے)

﴿ولا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما﴾ (۱) ﴿و

اخفض لهما جناح الذل﴾ الآية (۲).

اس کو لازم ہے کہ والدسے معافی مانگے، ان کا حق ادا کرے، ان کی خدمت کرے، ان کو خوش

کرے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= تارک الحج". (ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب: في من حج بمال حرام ۲/۴۵۶، سعيد)

"ويجتهد في تحصيل نفقة حلال، فإنه لا يقبل الحج بالنفقة الحرام، مع أنه يسقط الفرض معها

[illegible]

الحج الخ" ۱/۲۲۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الحج: ۱/۲۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (الاسراء: ۲۳)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى: "والنهي عن ذلك يدل على المنع في سائر أنواع

الإيذاء" (روح المعاني، الإسراء: ۲۳: ۱۵/۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تفسير ابن كثير، الإسراء: ۲۳: ۳/۳۴، سهيل اكيدمى لاهور)

(۲) (الاسراء: ۲۴)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا﴾ (بني إسرائيل: ۲۳)

وقال الله تعالى: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه حسنا﴾ (العنكبوت: ۸)

وقال الله تعالى: ﴿وصاحبهما في الدنيا معروفا﴾ (لقمان: ۱۵)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! من أحق بحسن صحابتي؟

قال: "أمك" قال: ثم من؟ قال: "أمك"، قال: ثم من؟ قال: "أمك"، قال: ثم من؟ قال: "أبوك""

(مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة، ص: ۴۱۸، قديمى)

"عن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم:

"رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد" (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب

البر والصلة، ص: ۴۱۹، قديمى)

بیٹے کو بیٹا نہ ماننے والے باپ کے ساتھ کیا سلوک کرے؟

سوال[۱۱۳۴۲]: زید اپنے گھر پیدا ہوا، اس کے والد کی لاپرواہی سے اس کی والدہ اور اس کی حالت زیادہ نازک ہوگئی، تو اس کے ماموں اپنے گھر لے گئے اور اس کی والدہ کچھ دنوں کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئیں، اس کے بعد اس کے والد نے کوئی خبر نہ لی، اس کے ماموں نے لکھایا، پڑھایا، شادی کی، لیکن اس کے والد نے ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔

زید کے والد نے اپنی جائیداد بھتیجوں کے نام لکھ دی اور کہا میرا کوئی لڑکا نہیں ہے، زید نے اپنی کوشش سے کچھ حصہ پایا۔ اب وہ اپنے والد کے ساتھ نہیں رہتا ہے اور نہ اس کے ساتھ اس کے والد رہنا چاہتے ہیں، زید کیا کرے؟ زید اپنے گھر سے قریب سو میل کی دوری پر رہتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کو اگر والد اپنے ساتھ رکھتا نہیں اور وہ سو میل کے فاصلہ پر رہتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، کبھی کبھی اپنی حیثیت کے موافق ان کی خدمت کرتا رہے، والد کے اس کہنے سے کہ میرا کوئی لڑکا نہیں، پریشان نہ ہو، دعائیں کرتا رہے، کبھی کبھی موقع ملنے پر ملاقات بھی کرلیا کرے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۱/۹۵ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيراً﴾ (الإسراء: ۲۴)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالى: أي. تواضع لهما وتذلل ﴿من الرحمة﴾ أي. من فرط رحمتك عليهما" (روح المعاني، الإسراء: ۲۴، ۱۵/ ۵۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن معاذ رضي الله تعالى عنه قال: أوصاني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعشر كلمات، قال: "لاتشرك بالله شيئاً وإن قتلت أو حرقت، ولا تعقن والديك وإن أمراك أن تخرج من أهلك ومالك". (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الأنصار، حديث معاذ بن جبل رضي الله تعالى عنه، رقم الحديث: ۲۱۵۴۰: ۶/ ۳۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"وعن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أصبح مطيعا لله في والديه، أصبح له بابان مفتوحان من الجنة، وإن كان واحداً فواحداً، ومن أمسى عاصيا =

والد کے گناہ پران کی اصلاح کا طریقہ

سوال[۱۱۳۴۳]: احقر کے والد محترم زراعت کا پیشہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ بیاج (۱) پر روپیہ بھی دیتے ہیں، جب کہ بیاج لینا اور دینا سخت گناہ حرام ہے، تو میرے دل میں اس طرح سے بہت تشویش ہوتی ہے، دل میں آتا ہے کہ والد محترم سے اس کی برائی بیان کروں، لیکن والد کا مزاج اتنا سخت ہے کہ اگر ایک مرتبہ بھی میں تذکرہ کروں، تو مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے اور اب تک میرا خرچ بھی گھر سے ہی آتا رہا۔

لہٰذا دریافت طلب بات یہ ہے کہ ان مجبوریوں کے باوجود میں گھر سے روپیہ منگا کر اپنی ضروریت میں صرف کروں، تو عندالشرع کیسا ہے؟ جب کہ کسی دوسری جگہ سے خرچ کے لئے پیسہ آنے کی کوئی امید نہیں ہے، لہٰذا اگر قول کے علاوہ کوئی دوسری تدبیر ایسی ہوسکتی ہو کہ جس کے ذریعہ میرے والد محترم کے دل میں اس امر قبیح کی برائی جم جائے، تو اس سے مطلع فرمائیں۔

محمد نسیم الحق مدرسہ اشرف العلوم گنگوہ شریف

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بزرگ یا بااثر آدمی کے ذریعہ ان کو متنبہ کرادیا جائے، یا کسی ایسی مجلس میں ان کو پہونچادیا جائے، جہاں دینی مسائل کا تذکرہ رہتا ہو، یا تبلیغی جماعت میں کسی ترکیب سے ان کو بھیج دیا جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۲۰ھ۔

= لله في والديه، اصبح له بابان مفتوحان من النار، إن كان واحداً فواحداً، قال رجل. وإن ظلماه؟ قال "وإن ظلماه، وإن ظلماه، وإن ظلماه" (مشكاة المصابيح، كتاب الادب، باب البر والصلة، الفصل الثلث، ص: ۴۲۱، قديمي)

(۱) "بیاج: سود، ربوا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۶۴، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال الله تعالى. ﴿يا أيها الذين امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين﴾ (التوبة: ۱۱۹)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "مثل الجليس الصالح والسوء كحامل المسك ونافخ الكير، فحامل المسك إما أن يحذيك، وإما أن تبتاع منه، وإما أن تجد منه ريحاً طيبة، ونافخ الكير إما أن يحرق ثيابك، وإما أن تجد منه ريحاً خبيثة" (صحيح البخاري، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، ص: ۹۸۴، دارالسلام) .... =

حدیث پاک میں ہے:"أنت ومالك لأبيك"(۱) یعنی تم اور تیرا مال تیرے باپ ہی کے لئے ہے، خود اچھا کھانا پینا اور باپ کو گھٹیا چیز دینا، حیا کے بھی خلاف ہے، قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم فرمایا، تو والدین کے ساتھ احسان کا حکم بھی فرمایا،﴿وقضى ربك أن لا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا﴾(۲) بیٹے کو ہمیشہ اس کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔ باپ کو بھی چاہیے کہ وہ اس قسم کا فتوی بیٹے پر نہ لگائے، بلکہ زبان کو محتاط رکھے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۸/۱۴۰۰ھ۔

بچپن کی چوری کا گناہ کس پر ہے؟

سوال[۱۱۳۴۶]: ۱- بچپن کی چوری کا محاسبہ ہوگا یا والدین پر اس کا گناہ ہوگا؟ اور اسی طریقے سے جتنے بھی گناہ بچپن میں کئے ہوں؟

بچپن کے بدنیک کام کا عذاب وثواب

سوال[۱۱۳۴۷]: ۲- بچپن کے نیک کام کا ثواب اور بد کام کا عذاب والدین پر ہوتا ہے، تو یہ قاعدہ حقوق اللہ میں ہے یا حقوق العباد میں بھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱- بچوں پر گناہ نہیں، البتہ چوری کی مقدار کا ضمان ان کے مال میں لازم ہوگا(۳)۔

---

(۱) (سنن ابن ماجة، كتاب التجارات، باب ما للرجل من مال ولده، ص: ۳۲۸، دار السلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النفقات وحق المملوك: [illegible]، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن أبي داود، كتاب البيوع، باب الرجل يأكل من مال ولده: ۱۴۲/۲، رحمانيه)

(۲) (بني إسرائيل: ۲۳)

(۳) "عن علي رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يبلغ، وعن المعتوه حتى يعقل" رواه الترمذي وأبوداود (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: [illegible]، دار الكتب العلمية بيروت)

"(وموضوعه فعل المكلف) المراد بالمكلف البالغ العاقل، ففعل غير المكلف ليس من-

۲ بچوں نے جتنے نیک کام کئے ہیں، ثواب کے وہ خود مستحق ہیں، والدین کو تعلیم وتربیت کا اجر ملے گا(۱) گناہ کا مسئلہ نمبر ۱ میں آ گیا ہے، والدین تعلیم وتربیت کے ذمہ دار ہیں، اس میں جتنی کوتاہی کریں گے، تو ماخوذ ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲۰/ ۹۴ھ۔

بچہ کوئی چیز بازار سے خرید لایا اس میں سے ماں باپ وغیرہ کو کھانا

سوال[۱۱۳۴۸]: باپ نے اپنے بچہ کو چار آنے دیئے، بچہ بازار سے کوئی چیز کھانے پینے کی لے آیا تو ماں باپ یا بھائی وغیرہ اس چیز میں سے کچھ لے کر کھالیں، تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب نابالغ بچہ کو پیسے دے دیئے اور وہ کوئی چیز بازار سے خرید کر لے آیا، تو ماں باپ، بھائی بہن کو اس سے محض اپنی خواہش سے لے کر کھانا نہیں چاہیے(۲)، البتہ اس کی تربیت کی نیت سے کہ اس کو عادت ہو جائے کہ

= موضوعه، وضمان المتلفات، ونفقة الزوجات، إنما المخاطب بها الولي لا الصبي، والمجنون" (ردالمحتار، مقدمة: ۱/۳۸، سعيد)

"(السرقة هي أخذ مكلف) وأخرج الصبي، والمجنون، لأن القطع عقوبة، وهما ليسا من أهلها، لكنهما يضمنان المال". (ردالمحتار، كتاب السرقة: ۴/۸۳، سعيد)

(۱) "(قوله: ثواب الطفل للطفل) لقوله تعالى: وأن ليس للانسان إلا ما سعى، وهذا قول عامة مشايخنا، وقال بعضهم: ينتفع المرء بعلم ولده بعد موته. ويؤيده قوله صلى الله تعالى عليه وسلم "إذا مات ابن آدم انقطع عمله إلا من ثلاث" وتصح عبادته، واختلفوا في ثوابها، والمعتمد أنها له، وللمعلم ثواب التعليم وكذا جميع حسناته" (ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۳۰، سعيد)

"وتصح عباداته، وإن لم تجب عليه، واختلفوا في ثوابها، والمعتمد أنه له، وللمعلم ثواب التعليم وكذا جميع حسناته". (الأشباه والنظائر، الفن الثالث، الجمع والفرق، أحكام الصبيان ۳/۳۱۱، ۳۱۲، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، الحظر والإباحة: ۴/۲۱۳، دار المعرفة بيروت)

(۲) اس لئے کہ بچہ اس کا مالک ہے اور دوسرے شخص کے لئے اس کا استعمال درست نہیں۔

تکلیف ہوئی، لیکن لڑکا اپنی غلطی وگستاخی پر نادم وشرمندہ ہے، مگر استاذ یہ کہتا ہے کہ میں اب معاف نہیں کر سکتا، مگر لڑکا بار بار اپنی غلطی کی معافی چاہتا ہے، اب ایسے وقت میں استاذ کو کیا کرنا چاہیے؟ جب کہ استاذ پہلے بھی تین بار معاف کر چکا ہے اور اب چوتھی بار بھی معافی کی درخواست کرتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکارمِ اخلاق اور شاگرد پر شفقت کا تقاضہ یہی ہے کہ استاذ معاف کردے(۱)، لیکن اگر اس کے خصوصی حال کے ماتحت اس کی اصلاح کے لئے بطور سزا کچھ بے تعلقی مناسب ومفید ہو، تو اس میں بھی مضائقہ نہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

جواب صحیح ہے: سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۴/۱۲ھ۔

اپنے افلاس کی وجہ سے زمین ایک بیٹے کے نام کرنا

سوال[۱۱۳۵۲]: زید کی دو اولاد ہیں، ۱-خالد ۲-ہاشم۔ زید اب اپنی ضعیفی اور لاغری کی وجہ سے کسب پر قادر نہیں، کچھ مدت تک کھانے وغیرہ کا نظم خالد نے کیا، اس کے بعد اب ہاشم کر رہا ہے، مگر وہ سہولتیں

= (وكذا في الدرر الحكام في غرر الأحكام، كتاب الحدود: ۲/ ۷۲، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿الذين ينفقون في السراء والضراء والكظمين الغيظ والعافين عن الناس﴾ (آل عمران: ۱۳۴)

"﴿والعافين عن الناس﴾ أي: المتجاوزين عن عقوبة من استحقوا مؤاخذته، إذا لم يكن في ذلك إخلال بالدين، وقيل: عن المملوكين إذا أساءوا والعموم أولى" (روح المعاني، آل عمران: ۳۷۳/۴، رشيديه)

(وكذا في تفسير ابن كثير، آل عمران: ۵۲۹/۱، قديمي)

(۲) "رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ما ينهى عنه من التهاجر: ۷۵۸/۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد: ۱۳۷/۲۲، منيريه)

فراہم نہیں کررہا ہے، جو خالد کیا کرتا تھا، تو ہم خالد والوں کا احسان ہے، نیز خالد کہتا ہے کہ والد صاحب کے پاس جو زمین ہے، وہ سب اگر میرے نام لکھ دیں تو میں ان کو اپنے گھر رکھوں گا اور جو کھائیں گے، کھلاؤں گا۔ اور ہر طرح کی سہولت فراہم کروں گا، تو کیا زید کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنی ضعف عمری کی پریشانی دور کرنے کے لئے تمام اراضی اپنے لڑکے خالد کے نام لکھ دے اور بقیہ ورثاء کو محروم کردے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصل یہ ہے کہ ہر شخص کا نفقہ خود اس کے ذمہ اس کے مال میں لازم ہے (سوائے بیوی کے) کہ اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہے(۱)۔ دوسرے کے ذمہ نفقہ جب واجب ہوتا ہے، جب اس کے پاس خود کچھ نہ ہو(۲)، والد کا نفقہ خود والد کے ذمہ ہے، اگر والد کے پاس کچھ نہ ہو، تو ان دونوں لڑکوں کے ذمہ ہے(۳)، خالد کا یہ کہنا کہ اگر والد زمین میرے نام لکھ دیں تو میں بہتر سہولت ان کے لئے پہونچاؤں، غلط اور بے محل ہے، اس سے ہاشم کو نقصان پہونچے گا اور کسی ایک بیٹے کو نقصان پہونچانے کے لئے دوسرے کو دے دینا ظلم اور ناجائز ہے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وتجب على موسر ... النفقة لأصوله الفقراء" (الدرالمختار) "(قوله: الفقراء) قيد به لأنه لاتجب نفقة لموسر إلا الزوجة" (ردالمحتار، باب النفقة، مطلب في نفقة الأصول: ۳/۲۲۱، ۲۲۳، سعيد)

"(قوله: الفقراء) شرط الفقر، لأنهم لو كانوا ذوي مال فإيجاب النفقة في مالهم أولى من إيجابها في مال غيرهم بخلاف الزوجة" (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب النفقة: ۲/۲۷۷، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الدرر الحكام في غرر الأحكام، باب النفقة: ۱/۴۱۹، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۳) "لو كان للفقير ابنان أحدهما فائق في الغنى والآخر يملك نصاباً فهي عليهما سوية" (ردالمحتار، باب النفقة، مطلب في نفقة الأصول: ۳/۲۲۳، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب النفقة: ۲/۲۷۷، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الدرر الحكام في غرر الأحكام، باب النفقة: ۱/۴۱۹، مير محمد كتب خانه كراچي)

(۴) "لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة، لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به =

حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا

سوال [۱۱۳۵۴]: بکر کے ساتھ ظلم وستم لوٹ مار تو زید کرے، جب تک بکر معاف نہیں کرے گا، تو کیا خدا معاف کردے گا؟ شریعت خدا اور رسول کا کیا حکم ہے؟ کرنے والے یا کرانے والے کو ایک ہی گناہ ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

الجواب حامداً ومصلياً:

قانون یہی ہے کہ حقوق العباد کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۷/۱۳۹۹ھ۔

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب اللقطة: ۲۸۳/۴، سعيد)

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء، فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه" (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول، ص: ۴۳۵، قديمي)

"(وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: ...) (فليتحلله) أي فليطلب الظالم حل ما ذكر (منه) أي من المظلوم. في النهاية يقال: تحللته واستحللته إذا سألته أن يجعلك في حل ... وفي التعبير به تنبيه على أنه يجب عليه أن يتحلل منه، ولو ببذل الدينار والدرهم في بذل مظلمته" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الظلم، الفصل الأول: ۳۱۲/۹، ۳۱۳، رشيديه)

"قوله: (ناداه فقال: نعم إلا الدين) مستثنى مما تقرر، نعم وهو قوله: يكفر الله عني خطاياي، أي نعم يكفر الله خطاياك إلا الدين ... أي لكن الدين لم يكفر، لأنه من حقوق الآدميين، فإذا أدى، أو أرضى الخصم خرج عن العهدة" (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار: ۱۱۱/۶، رشيديه)

"قال العلامة النووي رحمه الله تعالى: "أن لها ثلاثة أركان: الإقلاع، والندم على فعل تلك المعصية، والعزم أن لا يعود إليها أبداً، فإن كانت المعصية لحق آدمي، فلها ركن رابع، وهو التحلل من صاحب ذلك الحق" (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، التحريم: ۸: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

حقہ پینا اور قرض لے کر دوسروں کی خدمت کرنا

سوال[۱۱۳۵۵]: زید مفلس ہوگیا، لیکن غیر مسلم فاسق سادھو(۱) اور دین دار کی خدمت قرضہ سے کرتا رہتا ہے، لیکن ادھار ادا کرنے کا نام نہیں لیتا اور حقہ نوشی کا اس قدر زور ہے کہ منہ سے بدبو نکلتی ہے، کسی کا نام لے کر جھوٹی تاویلات پیش کر کے بچاؤ کرتا ہے، تو ایسے شخص کے بارے میں شرعی ضمان کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرض حقوق العباد میں سے ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک جنازہ لایا گیا، نماز کے لئے، دریافت فرمایا کہ: اس نے کوئی قرض چھوڑا ہے، عرض کیا گیا کہ جی ہاں! پھر دریافت فرمایا کہ ادا کرنے کے لئے بھی چھوڑا ہے، تو معلوم ہوا کہ نہیں چھوڑا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھانے سے انکار فرمادیا تھا(۲)۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دو پیسے (قلیل مقدار) کے عوض سات سو مقبول فرض نمازیں قیامت کو دلائی جائیں گی (۳)، بدبو سے ملائکہ اور انسانوں کو اذیت ہوتی ہے، جس کے منہ سے پیاز وغیرہ کی بدبو آتی

---

(۱) ''سادھو جوگی، درویش، پارسا''۔ (فیروز اللغات، ص:۸۰۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''عن سلمة بن الأكوع رضي الله تعالى عنه، قال: كنا جلوساً عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم إذ أتي بجنازة ... ثم أتي بالثالثة، فقال: "هل عليه دين؟"، قالوا: ثلاثة دنانير، قال: "هل ترك شيئاً؟" قالوا: لا، قال: "صلوا على صاحبكم" ... رواه البخاري (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول: ۱/۵۳۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وسنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في حسن القضاء، رقم الحديث: ۳۳۴۳: ۳/۳۳۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وسنن النسائي، كتاب الجنائز، باب الصلاة على من عليه دين، رقم الحديث: ۱۹۵۹: ۳/۳۶۷، دار المعرفة بيروت)

(۳) ''جاء أنه يؤخذ لدانق ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة'' (الدر المختار) ''لعل المراد بها الكتب السماوية، أو يكون ذلك حديثاً نقله العلماء في كتبهم ... (قوله: ثواب سبعمائة صلاة بالجماعة) أي من الفرائض لأن الجماعة فيها والذي في المواهب عن القشيري سبعمائة صلاة مقبولة، ولم يقيد =

ہے، اس کو بغیر منہ صاف کئے، مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا تھا (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۱/۸۷ھ۔

یتیموں کی مدد کرنا

سوال [۱۱۳۵۶]: یتیموں کی مدد کرنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟

= بالجماعة". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، فروع في النية: ۱/۴۳۹، سعيد)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثانية، ص: ۳۶، دارالفكر بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب شروط الصلاة: ۱/۲۰۰، دارالفكر بيروت)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، نوع فيما يكره: ۴/۲۸، رشيديه)

مذکورہ بالا تمام کتب میں "جاء في بعض الكتب" کے عنوان سے اس بات کا ذکر ہے، کتاب کی تعیین نہیں کی گئی، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے یا تو کتب مذہب مراد ہیں یا یہ علماء کرام میں سے کسی کا قول ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث نہیں اور نہ ہی ذخیرۂ احادیث میں کوئی ایسی حدیث مل سکی، البتہ حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے کہ جو شخص کسی صاحبِ حق کا حق ادا کئے بغیر دنیا سے رخصت ہو جائے تو آخرت میں صاحبِ حق کو اس کا حق دوسرے شخص کی حسنات سے دلایا جائے گا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شيء فليتحلله منه اليوم قبل أن لايكون دينار أو درهم، إن كان له عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته، وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه، فحمل عليه". (مشكاة المصابيح، كتاب الظلم، ص: ۴۳۵، قديمي)

(۱) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أكل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا، فإن الملائكة تتأذى مما يتأذى منه الإنس" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب المساجد ومواضع الصلاة، الفصل الأول، ص: ۶۸، قديمي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الغرس في المسجد: ۱/۶۶۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، كتاب الصلاة، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۰، سهيل اكيدمي لاهور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہت بڑے اجر وثواب کے مستحق ہیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

کیا یتیم کو اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے؟

سوال [۱۱۳۵۷]: کیا ایسا بھی حکم ہے کہ یتیم اپنا حق حاصل کرنے کے لئے حق کی لڑائی نہ لڑے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنا حق وصول کرنے کا حق ہے، اس کے لئے مناسب تدبیر اختیار کی جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۳/۷/۹۶ھ۔

ایک لڑکی کو دینا دوسری کو نہ دینا

سوال [۱۱۳۵۸]: ۱ ہمارے خسر صاحب کی دو لڑکیاں موجود ہیں، دونوں شادی شدہ ہیں، ہمارے خسر صاحب اور خوشدامن دونوں ان کے ساتھ رہتے ہیں۔ عبدالستار صاحب پوری جائیداد پر قابض ہیں، پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں، چھوٹی لڑکی میری نکاح میں ہے، اخیر میں خسر صاحب کی رائے سے خوشدامن نے اپنے نام کی پانچ بیگھہ زمین اپنی بڑی لڑکی کے نام سے لکھ دیا ہے، اس طرح سے اپنی چھوٹی لڑکی کو حق سے محروم کردیا، تقریباً ۸/ ہزار روپیہ کا نقصان ہم سمجھتے ہیں، ایسی حالت میں شرعاً کیا حل ہے؟

۲ چونکہ ہم پہلے فیصلہ میں تقریباً ۱۵ ہزار کا نقصان اٹھا چکے ہیں، دوسرے فیصلہ میں بھی نقصان اٹھا

---

(۱) "أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: أنا وكافل اليتيم له، أو لغيره في الجنة كهاتين" (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في من ضم يتيماً: ۳/۳۶۰، رحمانيه)

"(كافل اليتيم) القائم بأموره من نفقة، وكسوة، وتأديب، وتربية، وغير ذلك" (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب الإحسان إلى الأرملة: ۲/۴۱۱، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الزهد والرقائق، باب فضل الإحسان إلى الأرملة: ۲/۴۱۱، قديمي)

(۲) "عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه أخذ سناً، فجاء صاحبه يتقاضاه، فقالوا له، فقال: "إن لصاحب الحق مقالاً" (صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب من أهدى له هدية، ص: ۴۲۲، دار السلام)

چکے ہیں، ایسی حالت میں ان کی خوشی اور غمی میں اگر ہم شامل نہ ہوں تو کیا حکم ہے؟ اتنا نقصان اٹھانے کے بعد بھی ہم کو ان کی خوشی میں شامل ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱ ... خان صاحب اور خورشید امین صاحب نے جو حصہ اپنی ایک لڑکی کو دے دیا اور دوسری لڑکی کو نہیں دیا، اگر اس سے مقصود اس کو کسی وجہ سے نقصان پہونچانا ہے تو وہ گنہگار ہیں (۱)۔ مگر اس پر دوسری لڑکی کو دعویٰ کرنے اور مطالبہ کرنے کا حق نہیں، حق وراثت انتقالِ مورث کے بعد ہوتا ہے، زندگی میں نہیں (۲)۔

۲ ... اگر شادی غمی میں شرکت نہ کی تو کیا نقصان کا عوض مل جائے گا؟ یا جو کچھ تکلیف پہونچی وہ ختم ہو جائے گی؟ مناسب تو یہی ہے جہاں اتنا صبر کیا، شرکت بھی کریں، خاص کر کسی کی میت ہو تو جنازہ کی نماز اور تدفین میں شرکت کر لیں اور تعزیت بھی کریں، اس میں بہت بڑا اجر ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/شعبان/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "لا بأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة، لأنها عمل القلب، وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار، وإن قصده فسوى بينهم" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۶، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، فصل في هبة الوالد لولده: ۳/۲۷۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الهبة: ۳/۳۹۹، دار المعرفة بيروت)

(۲) "وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقة، أو حكماً كمفقود، أو تقديراً كجنين فيه غرة" (رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۲، رشيديه)

(وكذا في هامش السراجي في كتاب الميراث، ص: ۴، مكتبة البشرى)

(۳) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: إن أخاكم قد مات فقوموا فصلوا عليه" (سنن النسائي، كتاب الجنائز، رقم الحديث: ۱۹۷۵، ۳/۵۱، دار المعرفة بيروت)

(وصحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب في التكبير على الجنازة، رقم الحديث: ۲۲۰۰، ص: ۳۸۲، دار السلام)

چور ڈاکو پڑوسی پر احسان کرنا

سوال[۱۱۳۵۹]: اگر پڑوسی چور یا ڈاکو ہوں، تو ان پر احسان کرنا چاہیے یا نہیں؟ جب کہ وہ چور ڈاکو اکثر ایذاء پہونچاتے رہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان پر بھی احسان کرنا چاہیے، امید ہے کہ وہ اس احسان سے متاثر ہو کر نیک عمل اختیار کریں گے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۵/۲۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۵/۲۱ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه" (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب الوصاءة بالجار: ۸۸۹/۲، قديمى)

"واسم الجار يشتمل المسلم، والكافر، والعابد، والفاسق، والصديق، والعدو، والغريب، والبلدي، والنافع، والضار، والقريب، والأجنبي" (فتح الباري، كتاب الأدب، باب الوصاة بالجار ۵۴۱/۱۰، قديمى)

(وسنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب في حق الجوار: ۱۶/۲، قديمى)

(وكذا في عمدة القارئ، كتاب الأدب: ۱۰۸/۱۶، الطباعة المنيرية)

باب السلام والقیام والمصافحة

الفصل الأول في السلام وإجابته

(سلام اوراس کے جواب کا بیان)

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے خارج ہوتے وقت سلام

سوال[۱۱۳۶۰]: اندرونِ مسجد جب کہ نمازی سنت بھی پڑھ رہے ہوں، سلام کرنا مسنون ہے یا نہیں؟ دروازہ پر سلام کر کے داخل ہونا اور سلام کر کے نکلنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب اندرونِ مسجد نماز میں مشغول ہوں، تو سلام نہ کیا جائے (۱)۔ بیرونِ مسجد اگر دروازہ کے قریب لوگ فارغ ہوں، تو ان کو سلام کرلیا جائے، مسجد سے باہر نکل کر جب اپنے راستہ پر جائیں، تب بھی سلام کرلیا کریں، تو اچھا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح. بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "كما يكره على عاجز عن الرد حقيقة كاكل، أو شرعاً كمصلٍ، وقارئ، ولو سلم لا يستحق الجواب" (الدرالمختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في البيع ۶/ ۴۱۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام ۵/ ۳۲۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، نوع في السلام ۳۵۴/۲، رشيديه)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أفشوا السلام، وأطعموا الطعام، واضربوا الهام، تورثوا =

استنجا خشک کرتے ہوئے سلام وکلام

سوال [۱۱۳۶۱]: استنجا خشک کرنے کے متعلق احقر کے خیالات ایسے تھے کہ اس میں اگرچہ خاص استنجا اور غسل کی طرح برہنگی نہیں ہوتی، مگر کامل ستر پوشی بھی نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے شرم آتی ہے، لوگوں کے سامنے استنجا خشک کرنے میں حیاداری چاہیے کہ جہاں تک ہوسکے، لوگوں کی نظروں سے بچ کر استنجا خشک کیا جائے بالخصوص عورتوں کے سامنے تو ہرگز نہ کرے، وہ محرم ہوں یا نامحرم، لیکن باوجود اس احتیاط کے استنجا خشک کرنے میں بیت الخلاء کی طرح بالکل تنہائی بھی اکثر نہیں ہوتی، جس میں کسی وقت کسی کی بات کا جواب دینا بھی پڑتا ہے، جس کے جواز پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ظاہر ہے کہ استنجا سکھانے کی حالت پیشاب کرنے کی حالت نہیں ہے۔

چنانچہ اس حال میں سلام وکلام کرنا یا جواب سلام دینا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ سلام وکلام کی ممانعت حالت بول میں ہے، کیونکہ وہی ستر کے کھلنے کا وقت ہے اور بول سے فارغ ہوکر استنجا سکھانا جب کلام کے لئے مانع نہیں ہے، تو ذکر اللہ اور سلام کے لئے کس طرح مانع ہوجائے گا۔

اب احقر عرض کرتا ہے کہ کلام کی تعریف میں گفت وشنید دونوں آتے ہیں، بلکہ نوشت وخواند بھی گفت وشنید کے قائم مقام ہیں، پھر بھی نوشت وخواند کے متعلق احقر معلوم کرنا چاہتا ہے، کیونکہ استنجا سکھانے میں کبھی اپنا تجارتی مکان یا کمرہ ہوتا ہے، جس میں پڑھنے کی چیزیں موجود ہوتی ہیں، اس کے بارے میں استفتاء ارسال کیا تھا، سوال یہ تھا کہ استنجا خشک کرنے کی حالت میں کتاب، خط یا اشتہار وغیرہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب ار[illegible] نہیں آرہا ہے تو پڑھ سکتا ہے۔ اس پر مزید عرض ہے کہ سوال میں پڑھنے سے مراد اردو محاورہ کے مطابق ہر طرح کا پڑھنا ہے، یعنی پڑھنے کی چیز دینی ہو یا دنیوی، داہنے ہاتھ میں لے کر بغیر ہاتھ لگائے کی

الحسان". (سنن الترمذي، أبواب الأطعمة، باب ماجاء في فضل إطعام الطعام: ۲/ ، قديمي)

"بين النبي عليه الصلاة والسلام فائدة السلام، وسبب مشروعيته فإن التحابب في لباس حصة يرخصها الله تعالى، وإفشاء السلام آلة صالحة لإنشاء المحبة، وكذلك المصافحة، وتقبيل اليد، ونحو ذلك ... فقوله صلى الله تعالى عليه وسلم: يسلم الصغير على الكبير، والمار على القاعد، والقليل على الكثير". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب السلام: ۵/ ۱۰۰، ۱۰۱، رشيديه)

سرایا جیسا زبان سے پڑھنا یا دل ہی میں پڑھنا، اب اس کے ساتھ ساتھ ایک سوال اور پیدا ہوگیا ہے، جس کا ذکر اوپر ہو چکا۔

حضرت والا نے جو جواب تحریر فرمایا ہے، اس میں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ شرطیہ مذکورہ پڑھنے کا جواز کا تعلق وقت کے کون سے حصے سے ہے، کیونکہ قطرہ جب آتا ہے اور مسلسل ہو جو کہ مرض ہے، یا وقفے کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہو، جس کے عام حالات ہیں، تب بھی استنجا خشک کرنے کا شغل جاری رہتا ہے اور سوال مذکورہ سب ختم ہو جاتے ہیں، اگر کہا جائے کہ جواز کا تعلق درمیانی وقفوں سے ہے، جس میں قطرہ کی آمد رکی ہوئی ہو، تو ان وقفوں کو کون دیکھتا ہے اور اگر دیکھے بھی تو ان میں گنجائش کب ہے؟ کہ کچھ پڑھ لکھ سکے، استنجے کی حالت میں کھانے کے بارے میں بھی آپ مہربانی فرما کر جواب عنایت فرما دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہاں پر دو حالتیں قابل لحاظ ہیں: ایک برہنگی، دوسری خروجِ بول۔ استنجا خشک کرنے کے وقت عامۃً برہنگی حالت نہیں ہوتی جو امور برہنگی کی وجہ سے ممنوع ہیں(۱)، وہ اس حالت میں ممنوع نہیں، یہی محمل ہے، فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت منقولہ کا لکھنا پڑھنا، کھانا، پینا، کلام وسلام کرنا، جواب دینا، سب کا حکم اس سے معلوم ہوگیا۔ خروجِ بول کی حالت بھی سلام وکلام وغیرہ سے مانع ہے، اس میں وہ تفصیل ہے، جو حضرت نے پہلے تحریر کی تھی، کبھی استنجا خشک کرنا محض رفعِ وہم اور تحصیلِ اطمینان کے لئے ہوتا ہے، کہ قطرہ تو نہیں آتا ہے، صرف مخرج میں کچھ تری سی ہے، تو اس کو خشک کرنا مقصود ہے۔

ایسی حالت میں سلام وکلام وغیرہ کی ممانعت نہیں، کبھی قطرہ آتا ہے، خواہ مرض کی وجہ سے مسلسل آئے اور کچھ دیر بعد ختم ہو جائے یا وقفہ سے ٹھہر کر آئے، اس کا احساس ہوتا ہے، ایسی حالت میں امور مذکورہ

---

(۱) برہنگی کی حالت میں سلام وکلام مکروہ ہے۔

"ذکر کثیرا بعض ومکشوف عورة" (الدرالمختار) "(ومكشوف عورة) ظاهره ولو الكشف لضرورة" (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، مطلب المواضع التي يكره فيها السلام: ۱/۶۱۷، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، نوع في السلام: ۶/۳۵۵، رشيديه)

ممنوع ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۸۹ھ۔

نامحرم کو سلام کرنا

سوال [۱۱۳۲۲]: اپنے خاندان کی نامحرم عورتوں یا مردوں میں سے ایک دوسرے کو سلام کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً کہلایا جا سکتا ہے، اگر فتنہ نہ ہو (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۴/۸۹ھ۔

چھینک پر الحمد للہ رب العالمین کہنا

سوال [۱۱۳۲۳]: چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کے بجائے الحمد للہ رب العالمین کہتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

---

(۱) "وأما السلام على من يستنجي من البول بالحجر، أو المدر قاعداً أو قائماً –كما تعورف اليوم في بلادنا– فلم يثبت فيه من القدماء شيء، وكان الشيخ رشيد أحمد الكنكوهي رحمه الله تعالى يقول برد السلام عند ذلك، وكان الشيخ محمد مظهر النانوتوي –مؤسس المعهد العربي "مظاهر علوم" بسهارنفور– يقول بترك الرد" (معارف السنن، باب في كراهية رد السلام غير متوضئ ۱/۳۱۷، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاوى، كتاب الحظر والإباحة، أحكام سلام وتعظيم أكابر ۴/۹، دارالعلوم)

(۲) "الرجل مع المرأة إذا التقيا سلم الرجل أولاً" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام: ۵/۳۲۵، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، الحظر والإباحة، فصل في التسبيح والتسليم ۳/۴۲۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في النظر واللمس: ۶/۳۶۹، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

الحمد للہ کہنا ہی ثابت ہے(۱)، اس پر اپنی طرف سے اضافہ کرنا، اگرچہ دوسری جگہ موجود بھی ہو بدعت ہے، لہٰذا چھینک پر صرف الحمد للہ ہی کہا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۱۲/ ۹۴ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) واضح رہے کہ "الحمدللہ رب العالمین" کہنا بھی ثابت ہے۔

"عن هلال بن يساف قال: كنا مع سالم بن عبيد، فعطس رجل من القوم، فقال: السلام عليكم، فقال له سالم: وعليك وعلى أمك، فكأن الرجل وجد في نفسه، فقال: أما إني لم أقل إلا ما قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، إذ عطس رجل عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: السلام عليكم، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "عليك وعلى أمك، إذا عطس أحدكم فليقل: الحمد لله رب العالمين، وليقل له من يرد عليه: يرحمك الله، وليقل: يغفر الله لي ولكم". (جامع الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء كيف تشميت العاطس: ۵۰۹/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب العطاس والتثاؤب، الفصل الثاني: ۱۷۸/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

الفصل الثاني في المصافحة والمعانقة

(مصافحہ اور معانقہ کا بیان)

ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا

سوال[۱۱۳۶۴]: ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا جائز ہے یا حرام؟ کیا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کا طریقہ مردود ہے، یا ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے والا مردود ہے، اس طریقہ کو اس طریقہ کو اپنانے والے کو مردود سمجھنے والا کیسا ہے؟ مصافحہ کا طریقہ کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مصافحہ دونوں ہاتھ سے مسنون ہے(۱)، یہ کہنا کہ دو ہاتھوں سے ثابت نہیں، ایک ہی ہاتھ سے کرنا چاہیے، غلط ہے(۲)، گاہے گاہے ایک ہاتھ سے بھی منقول ہے(۳)، ان دونوں میں سے کسی ایک طریقہ کو حرام

---

(۱) "باب المصافحة" قال ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: علمني النبي صلى الله تعالى عليه وسلم التشهد، وكفي بين كفيه" (صحيح البخاري، كتاب الاستيذان، باب المصافحة: ۲/۹۲۶، قديمى)

"والسنة أن تكون بكلتا يديه، وبغير حائل من ثوب أو غيره، وعند اللقاء بعد السلام، وأن يأخذ الإبهام، فإن فيه عرقاً ينبت المحبة، كذا جاء في الحديث، ذكره القهستاني وغيره" (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره: ۶/۳۸۱، ۳۸۲، سعيد)

(وكذا في تحفة الأحوذي شرح الترمذي: ۷/۵۱۸، مكتبه سلفيه مدينه منوره)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۳) "اعلم أن السنة أن تكون المصافحة باليد الواحدة، أعني اليمنى من الجانبين" (تحفة الأحوذي، أبواب الاستيذان والأدب، باب ماجاء في المصافحة، فائدة في بيان أن السنة في المصافحة أن تكون باليد الواحدة، رقم الحديث: ۲۸۷۵: ۷/۵۱۸، ۵۱۹، مكتبه سلفيه مدينه منوره)

"وفي رواية أبي ذر عن الحموي والمستملي "الأخذ باليد، بالإفراد" (عمدة القاري، كتاب=

کہنا صحیح نہیں، البتہ جو طبقہ دین سے تعلق نہیں رکھتا، ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ پر اصرار کرتا ہے، اس کے ساتھ تشبہ سے بچنے کے لئے اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کو ترک کیا جائے، تو بہتر ہے۔ "عمدۃ القاری" شرح بخاری شریف میں دو ہاتھ سے مصافحہ کا ثبوت موجود ہے(۱) اور الکوکب الدری میں بھی مذکور ہے کہ ایک ہاتھ سے بھی منقول ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۶/۱۴۰۱ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= الاستئذان، باب الأخذ باليدين: ۲۲/۳۹۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الاستيذان: ۱۱/۶۶، قديمي)

(۱) "رأيت حماد بن زيد، وجاءه ابن مبارك بمكة، فصافحه بكلتا يديه ... قوله "وكفي بين كفيه" وهو الأخذ باليدين" (عمدة القاري، كتاب الاستئذان، باب الأخذ باليدين: ۲۲/۳۹۳، ۳۹۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "قوله "الأخذ باليد" اللام فيه للجنس فلا تثبت الوحدة، والحق فيه أن مصافحة صلى الله تعالى عليه وسلم ثابتة باليد وباليدين، إلا أن المصافحة بيد واحدة لما كانت شعار أهل الإفرنج وجب تركه لذلك" (الكوكب الدري، أبواب الاستئذان والآداب، باب المصافحة: ۲/۱۴۱، ۱۴۲، المكتبة اليحيوية، سهارنپور)

الفصل الثالث في القيام والتقبيل

(قیام اور تقبیل کا بیان)

پیر کی قدم بوسی کرنا

سوال[۱۱۳۶۵]: پیر کی قدم بوسی کرنا کہ جس سے نقل سجدہ کی ہو اور اسی حالت میں زور زور سے چلانا کہ دوسرے آدمی کو خوف کے مارے لرزہ آجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

منع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۸/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۹/۱ھ۔

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه أينحني له؟ قال: لا" (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني ۲/۴۰۱، قديمي)

"أينحني له" من الانحناء، وهو إمالة الرأس والظهر تواضعاً وخدمةً قال "لا" أي: فإنه في معنى الركوع وهو كالسجود من عبادة الله" (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني: ۸/۴۶۱، رشيديه)

"تقبيل الأرض بين يدي العلماء والعظماء فحرام، والفاعل والراضي به آثمان؛ لأنه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر؟ إن على وجه العبادة والتعظيم كفر، وإن على وجه التحية لا، وصار آثما مرتكب للكبيرة" (ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في الاستبراء: ۶/۳۸۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الكراهية، الباب الثامن والعشرون: ۵/۳۶۹، رشيديه)

جھک کر سلام کرنا اور پیروں پر سر رکھنا

سوال[۱۱۳۶۶]: پیر صاحب کو مرید کا جھک کر سلام کرنا اور پیروں پر سر رکھنا کیا یہ عمل جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جھک کر سلام کرنا منع ہے، پیروں پر سر رکھنا بھی منع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۴/۹۱ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رجل: يا رسول الله! الرجل منا يلقى أخاه أو صديقه، أينحني له؟ قال: لا" (جامع الترمذي، كتاب الاستئذان، باب المصافحة: ۲/۱۰۲، قديمي)

"الانحناء إمالة الرأس والظهر، وهو المشهور. أن المراد هنا انحناء الظهر. كما قال محي السنة: إن انحناء الظهر مكروه، وإن كان يفعله كثير ممن ينسب إلى علم وصلاح. ونقل عن الشيخ أبي منصور أن تقبيل الأرض، وانحناء الظهر، وإمالة الرأس لايكون كفراً؛ بل إثما ومعصية وكبيرة؛ لأن المقصود التعظيم دون العبادة انتهى. وبعض المشايخ قد شددوا في المنع عن ذلك وقالوا: كاد الانحناء أن يكون كفراً" (التعليق الصبيح، كتاب الأداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثاني: ۵/۱۱۹، رشيديه)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الاداب، باب المصافحة والمعانقة: ۸/۴۶۲، رشيديه)

باب الترضي والترحم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علیہ السلام کہنے کا بیان)

حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ علیہما الصلوٰۃ والسلام کہنا

سوال[۱۱۳۶۷]: بعض حضرات اس چیز کے قائل ہیں کہ امام حسن اور حسین علیہما الصلوٰۃ والسلام کہنا ضروری ہے، کیا یہ ان کا کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر یہ کہا جائے تو اس کہنے پر کیا غلطی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علیہ الصلوٰۃ والسلام عامۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے کہنا رائج ہو گیا، بعض لوگ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معصوم مان کر ان کے لئے یہ لفظ استعمال کرتے ہیں، سو یہ عقیدہ اور عمل

---

(۱) "(قوله: ولا يصلي على غير الأنبياء)، لأن في الصلاة من التعظيم ما ليس في غيرها من الدعوات، وهي زيادة الرحمة، والقرب من الله تعالى. ولا يليق ذلك بمن يتصور منه الخطايا والذنوب إلا تبعاً. والظاهر أن العلة في منع السلام ما قاله النووي في علة منع الصلاة: أن ذلك شعار أهل البدع، ولأن ذلك مخصوص في لسان السلف بالأنبياء عليهم الصلاة والسلام كما أن قولنا: عزوجل مخصوص بالله تعالى. فلا يقال: محمد عزوجل وإن كان عزيزاً جليلاً، ثم قال اللقاني: وقال القاضي عياض: الذي ذهب إليه المحققون، وأميل إليه ما قاله مالك وسفيان، واختاره غير واحد من الفقهاء والمتكلمين أنه يجب تخصيص النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وسائر الأنبياء بالصلاة والتسليم، كما يختص الله سبحانه عند ذكره بالتقديس والتنزيه ... وأيضاً فهو أمر لم يكن معروفاً في الصدر الأول. وإنما أحدثه الرافضة في بعض الأئمة. والتشبه بأهل البدع منهي عنه، فتجب مخالفتهم" (ردالمحتار، مسائل شتي ۷۵۳/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی: ۳۶۱/۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع في الصلاة: ۳۱۵/۵، رشيديه)

غلط ہے، اس سے بچنا چاہیے (۱)۔ فقط۔

غیر مسلم کا درود شریف پڑھنا

سوال [۱۱۳۶۹]: کیا غیر مسلم کو درود شریف پڑھنے سے دنیوی فائدہ ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امید ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۵/۴/۸۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "﴿نوف إليهم أعمالهم﴾ فيها وجهان: أحدهما أن يصل الكافر رحماً، أو يعطي سائلاً، أو يرحم مضطراً، أو نحو ذلك من أعمال البر، فيجعل الله له جزاء عمله في الدنيا بتوسعة الرزق، وقرة العين فيما خوّل، ودفع مكاره الدنيا، روي ذلك عن مجاهد والضحاك" (أحكام القرآن للجصاص، هود ۳/۲۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للقرطبي: ۱۰/۱۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ۱۱/۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

باب الحجاب

الفصل الأول في ثبوت الستر ووجوبه

(پردہ کے ثبوت اور وجوب کا بیان)

نامحرم عورتوں کی جگہ پر جانا

سوال [۱۱۳۲۹]: اگر نامحرم عورت سے تنہائی میں بھی نہ ملے اور نہ اس کے چہرہ کی طرف نظر ڈالے، تب ایسی جگہ جانا جائز ہے؟ جہاں نامحرم عورتیں ہوں، عام ہے کہ معمر ہوں یا غیر معمر؟ جو عورتیں بے پردہ رہتی ہیں، لیکن دین داروں سے پردہ کرتی ہیں اور ان کے سامنے سر وغیرہ ڈھک کر آتی ہیں، ان کے یہاں جانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح عورت کو نامحرم مرد سے پردہ کرنا لازم ہے، مرد کو بھی نامحرم عورت سے بچنے کی کوشش لازم ہے، لہٰذا ایسی جگہ ہرگز نہ جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۹۴ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم﴾ (النور: ۳۰)

"عن عقبة بن عامر رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء"، فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ قال: "الحمو الموت" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الأول: ۱/ ۵۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

"الخلوة بالأجنبية مكروهة، وإن كانت معها أخرى كراهة تحريم" (رد المحتار، الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/ ۳۶۸، سعيد)

پرانی وضع کا برقعہ

سوال[۱۱۳۷۰]: جو برقعہ پرانے زمانہ کا ہے، اس میں بھی بے احتیاطی سے ستر کھل جاتا ہے، ایسے برقعہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پرانی وضع کے برقعہ میں اگر ستر ناتمام ہو اور اس کے مقابلہ میں چادر سے ستر تام حاصل ہوتا ہو، تو چادر ہی کو استعمال کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

فیشنی مروجہ برقعہ

سوال[۱۱۳۷۱]: آج کل فیشنی مروجہ برقعہ جو ریشمی ہوتا ہے اور بدن سے چمٹا کر سیا جاتا ہے، ایسے برقعہ کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

---

(۱) مقصد ستر کا چھپانا ہے، چاہے وہ برقعہ سے حاصل ہو جائے یا چادر سے، لہذا اگر کوئی برقعہ ایسا ہے، جس سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا تو اس کو ترک کر دیا جائے۔

قال الله تعالى ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (الأحزاب: ٥٩)

"روي عن عبدالله قال "الجلباب الرداء" وقال ابن عباس ومجاهد "تغطي الحرة إذا خرجت جبينها ورأسها خلاف حال الإماء" لما نزلت هذه الآية ﴿يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ خرج نساء من الأنصار كأن على رؤوسهن الغربان من أكسية سود يلبسنها. قال أبوبكر: في هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج" (أحكام القرآن للجصاص، الأحزاب، باب حجاب النساء: ٣/ ٤٨٦، دار الكتب العلمية بيروت)

"(ستر عورته ووجوبه عام) أي في الصلاة وخارجها (ولو في الخلوة) أي: إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً" (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في ستر العورة: ١/ ٤٠٤، سعيد)

فصل في مايتعلق بصوت المرأة

(عورت کی آواز کا بیان)

مردوں کا ٹیپ عورتوں کے لئے عورتوں کا مردوں کے لئے

سوال [۱۱۳۷۳]: جو عورتیں مرد سے پردہ کرتی ہیں، ان کو غیر مرد کا ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ میں نعت، حمد بھر کر سننا جائز ہے یا نہیں؟ عورتیں گنہگار ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ریڈیو پر تقریر آئے، جو ضروری امور پر مشتمل ہو، اس کا سننا عورتوں کو درست ہے(۱)۔ مردوں کی آواز عورتوں کے حق میں منع نہیں (۲)، عورتوں کا ٹیپ ریکارڈ مردوں کو نہیں سننا چاہیے(۳) اور گانا کسی کا کسی کو

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ذات يوم أو ليلة، فإذا هو بأبي بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما فقال: ما أخرجكما من بيوتكما هذه الساعة .... فلما رأته المرأة، قالت: مرحباً وأهلاً، فقال لها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أين فلان" قالت: ذهب يستعذب لنا من الماء"

قال النووي رحمه الله تعالى: "فيه جواز سماع كلام الأجنبية ومراجعتها الكلام للحاجة"

(شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره إلى دار من يثق برضاه بذلك: ۲/۱۷۷، قديمي)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب الأشربة: ۴/۳۳، دارالعلوم كراچی)

(وجامع الترمذي، كتاب الزهد، باب ماجاء في معشية الخ: ۲/۶۲، سعيد)

(۲) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۳) "فظهر الكف عورة على المذهب، والقدمين على المعتمد، وصوتها على الراجح" (الدرالمختار) "(قوله: على الراجح) عبارة البحر عن الحلية: أنه الأشبه .... قال عليه السلام: –

نہیں سننا چاہیے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۹۹ھ۔

ریڈیو پر عورت کی اناؤنسری

سوال[۱۱۳۷۴]: ریڈیو پر عورت کا اناؤنسری کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورتوں کو اپنی آواز بلا ضرورت شرعیہ نامحرموں کو پہنچانا اگرچہ ریڈیو کے ذریعہ ہو، موجب فتنہ ہے(۲)،

= "التسبیح للرجال، والتصفیق للنساء"، فلا یحسن أن یسمعها الرجل. وفي الکافي: ولا تلبي جهراً، لأن صوتها عورة، ومشی علیه في المحیط في باب الأذان، بحر" (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ: ۱/۴۰۶، سعید)

"ویرفع صوته بالأذان، والمرأۃ ممنوعة من ذلک، لخوف الفتنة" (المبسوط للسرخسي، کتاب الصلاۃ، باب الأذان: ۱/۲۷۷، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الأذان: ۱/۴۵۸، رشیدیه)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من یشتري لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله﴾ (لقمان: ۲)

"قال العلامة الألوسي رحمه الله تعالیٰ: ﴿لهو الحدیث﴾ علی ماروي عن الحسن "کل ما شغلک عن عبادۃ الله تعالیٰ، وذکره من السمر، والأضاحیک، والخرافات، والغناء، ونحوها" الخ" (روح المعاني، لقمان: ۶: ۲۱/۶۷، دار إحیا التراث العربي بیروت)

"وفي السراج: "دلت المسألة أن الملاهي کلها حرام" قال ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه "صوت اللهو والغناء ینبت النفاق في القلب کما ینبت الماء النبات" (الدرالمختار) "قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: واحتج بقوله تعالیٰ: ﴿ومن الناس من یشتري لهو الحدیث﴾ الآیة، جاء في التفسیر: أن المراد الغناء ... سماع غناء، فهو حرام بإجماع العلماء" (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۹، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل في الأکل: ۸/۳۴۶، رشیدیه)

(۲) "ویرفع صوته بالأذان، والمرأۃ ممنوعة من ذلک، لخوف الفتنة" (المبسوط للسرخسي، کتاب=

الفصل الثاني فيمن يجب عنه الستر

(جن سے پردہ ضروری ہے، ان کا بیان)

دیور سے پردہ

سوال[۱۱۳۷۵]: ۱- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عورت کے لئے دیور موت ہے، اس کا علم مجھے نہیں کہ کس موقع پر ارشاد فرمایا ہے اور منشاء ارشاد کیا ہے، کیا عورت کو بیوہ ہوجانے کے بعد دیور سے پردہ کرنا ضروری ہے؟ یا شوہر کی زندگی میں بھی دیور سے پردہ ضروری ہے؟

۲- ایک ہی مکان میں والدین کے ساتھ کئی بھائی رہتے ہیں اور بعض مکان بھی بالکل چھوٹے ہوتے ہیں، بھاوج کے سوا بعض اوقات مکان میں کوئی اور عورت نہیں ہوتی، صرف شوہر اور اس کے بھائی مکان میں رہتے ہیں اور شوہر کی غیر موجودگی میں اپنے دیوروں کو کھانا وغیرہ دینا پڑتا ہے اور گھر میں شوہر کی غیر موجودگی میں صرف دیور ہی ہوتے ہیں، ان تمام صورتوں میں پردہ ضروری ہوتا ہے، اگر پردہ ضروری قرار دیا جائے تو تمام دیور اپنا مکان چھوڑ کر کہاں جا کر رہیں؟

بعض اوقات شوہر باہر ہوتا ہے، دیور ہی گھر کی نگرانی کرتے ہیں، اگر پردہ ہے تو گھر کی نگرانی شوہر کی عدم موجودگی میں مشکل ہوجائے گی، بعض اوقات بھاوج بیوہ ہوجاتی ہے اور کوئی پرسان حال نہیں ہوتا، مجبور دیوروں کے زیر پرورش ہوجاتی ہے اور بچوں کی پرورش اور نگرانی دیوروں کے ذریعہ ہوا کرتی ہے، کیا ان تمام صورتوں میں دیور کے سامنے عورت نکل سکتی ہے اور گھر کے اور افراد کی طرح ان سے بھی گفتگو کے ساتھ رہنا سہنا ہوسکتا ہے، شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

۳- اگر پردہ لازم ہو تو پھر بھائیوں بھائیوں میں تعلق ویسے نہیں رہ سکتا، جیسے کہ بے پردگی میں مل جل کر رہنے اور ایک دوسرے کے پاس آنے جانے میں ہوا کرتا ہے، بھائیوں کا تعلق بھی غیروں جیسا ہوجائے گا، جیسے کہ اور دوستوں سے تعلق ہوا کرتا ہے، تمام بھائی اور بھائی کی بیویاں سب مل جل کر بھی ایک جگہ

۳ جواب نمبر۲ میں جو صورت تحریر کی گئی ہے، ایسی صورت پر عمل کرنے سے یگانگی ہوگی، خاندان میں یکجہتی رہے گی اور حکم شریعت پر عمل بھی رہے گا۔ اور مستورات آپس میں مل جل کر رہیں گی، ایک دوسرے کے خاندانوں سے پردہ رہے گا اور سب کے خاوند آپس میں ملے جلے رہیں گے اور ایک دوسرے کی بیوی سے علیحدہ رہے گا، اسی میں عزت ہے، اسی میں حفاظت ہے، ورنہ کہیں اکبر مرحوم کا قول صادق نہ آجائے۔

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا جس کو سمجھتے تھے کہ بیٹا ہے بھتیجا نکلا

اللہ پاک نفس وشیطان کے شر سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲۹ھ۔

پھوپھی زاد خالہ زاد وغیرہ سے پردہ

سوال [۱۱۳۷۶]: پھوپھی ماموں کے دامادوں نیز شوہر کے بہنوئی کے سامنے عورت آسکتی ہے یا نہیں؟ اس طرح بیوی کی خالہ زاد بہن اور ماموں زاد پھوپھی زاد بہن ہے، کیا ان سب سے پردہ کرنا ضروری ہے؟ اسی طرح دودھ شریکی خالہ کے شوہر کے سامنے بھی عورت آسکتی ہے یا نہیں؟ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مذکورہ اعزہ میں سے بعض ایسے ہیں جو تعطیلات میں اپنے سسرال میں آکر رہتے ہیں اور ایک ہی گھر میں وہ عورتیں بھی رہتی ہیں، جن کے متعلق مسئلہ پوچھا جا رہا ہے، مثلاً: پھوپھی کے داماد اور بعض ایسے ہیں جن کے گھر میں جا کر کبھی کبھی مستقل طور پر ہفتہ، عشرہ، ماہ، پندرہ یوم رہنا ہوتا ہے، مثلاً نندوئی کے گھر جا کر رہنا ہو، تو اب نندوئی سے پردہ کا سوال پیدا ہوتا ہے، جس طرح سامنے آنے کے لئے سوال کیا جا رہا ہے، اس کی نوعیت تو وہ ہی ہوگی جو نماز کی ہوتی ہے، کہ سارا بدن ڈھکا رہے، سوائے چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کے پنجوں کے، دودھ شریک خالہ کے لڑکے اور ان کے دامادوں کے سامنے بھی کیا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان سب سے پردہ لازم ہے، یہ سب نامحرم ہیں، جس سے کسی وقت بھی نکاح جائز ہے(۱)، اس سے

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ماوراء ذلکم﴾ (النساء: ۲۴) =

(سفر پر) جا سکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سوتیلی والدہ محرم ہے(۱)، اس کے ساتھ سفر کی اجازت ہے، وہ جا سکتی ہے، بشرطیکہ کسی مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱/۹۲ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "أسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة ... حرم ... زوجة أصله وفرعه مطلقاً". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۹-۳۱، سعيد)

يحتمل قوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم من النساء﴾ على الوطء، فيقتضي ذلك تحريم من وطئها أبوه من النساء عليه. (أحكام القرآن للجصاص، النساء، باب ما يحرم من النساء: ۳/۱۴۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۳، رشيديه)

(۲) "(قوله: والصهيرة الشابة) قال في القنية: ماتت عن زوج وأم فلهما أن يسكنا في دار واحدة إذا لم يخافا الفتنة، وإن كانت الصهيرة شابة، فللجيران أن يمنعوها منه إذا خافوا عليهما الفتنة اهـ. والصهر لرجل كل ذي رحم محرم من زوجته على اختيار محمد، والمسألة مفروضة هنا في أمها، والعلة تفيد أن الحكم كذلك في بنتها ونحوها كما لا يخفى". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۶/۳۶۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس: ۴/۱۸۴، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الحظر والإباحة: ۳/۲۳۹، إدارة القرآن كراچی)

الفصل الثالث في الخلوة والاختلاط بالأجنبية ومسها

(اجنبی عورتوں سے تنہائی، میل جول اور مس کا بیان)

چوڑیاں پہنانے کا پیشہ

سوال[۱۱۳۷۹]: زید کے یہاں چوڑی پہنانے کا رواج ہے، عموماً عورتیں چوڑیاں پہنایا کرتی ہیں، زید چونکہ تنہا امورِ خانہ داری پورے نہیں کرسکتا ہے، اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کی بیوی اس پیشہ کے ذریعہ زید کا ہاتھ بٹائے کیا زید کی یہ خواہش ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ ویسے صورتِ مذکورہ میں جو عام طور پر ہندوستان کی ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے، جو کہ اوروں کے لئے جائز بظاہر معلوم نہیں ہوتا ہے، یہ کیسا ہے اور اس سے حاصل شدہ رقم مرد کے لئے اور بچوں کے لئے استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت اگر پردہ میں رہے اور کسی نامحرم کے سامنے نہ آئے اور عورتوں کو چوڑیاں پہنا کر روپیہ حاصل کرے تو شرعاً وہ روپیہ درست ہے(۱)، کسی ایک قوم کے ساتھ اس پیشہ کے خاص ہوجانے کی وجہ سے اس کو دوسروں کے لئے ناجائز نہیں کہا جائے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "وجاز إجارة الماشطة لتزين العروس إن ذكر العمل والمدة". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الإجارة، مطلب يجب الأجر في استعمال السعد للاستغلال: ۶/۶۳، سعيد)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب التفسير، الأحزاب، باب قوله تعالى ﴿لا تدخلوا بيوت النبي﴾ ۱۹/۱۷۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح الباري، كتاب التفسير: ۸/۶۷۸، قديمي)

(۲) "التحقيق عندي إباحة اتخاذه حرفة، لأنه نوع من الاكتساب، وكل أنواع الكسب في الإباحة سواء على المذهب الصحيح". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصيد: ۶/۴۶۲، سعيد)

=

الفصل الرابع في النظر إلى العورة وإفشائها

(اعضائے مستورہ کو دیکھنے اور کھولنے کا بیان)

برہنہ ورزش کرنا

سوال[۱۱۳۸۰]: زید پہلوانی کرتا ہے، لیکن ستر کھلی رہتی ہے، صرف قُبل و دبر پر لنگوٹ رہتی ہے، کسرت(۱) کے وقت تنہا بھی ہوتا ہے، اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تنہائی میں اس طرح ورزش منع نہیں، لوگوں کے سامنے اس طرح ستر کھول کر درست نہیں (۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

سید احمد علی سعید، دار العلوم دیوبند، ۸۶/۴/۲۱ھ۔

---

(۱) "کسرت: ورزش، ریاضت، مشق، مہارت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۶۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) واضح رہے کہ تنہائی میں بھی ستر کو چھپانا لازمی اور واجب ہے، بغیر ضرورت کے درست نہیں۔

"عن بهز بن حكيم عن أبيه عن جده رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "احفظ عورتك إلا من زوجتك، أو ما ملكت يمينك" فقلت: يا رسول الله! أرأيت إذا كان الرجل خلياً؟ قال: فالله أحق أن يستحي منه" (مشكاة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة: ۲/ ۲۶۹، قديمي)

"فالله أحق أن يستحي منه" وهذا يدل على وجوب الستر في الخلوة إلا عند الضرورة". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة: ۶/ ۲۸۵، رشيديه)

"(قوله: ووجوبه عام) أي: في الصلاة وخارجها (قوله: ولو في الخلوة) أي: إذا كان خارج الصلاة يجب الستر بحضرة الناس إجماعاً، وفي الخلوة على الصحيح ... ثم إن الظاهر أن المراد بما يجب ستره في الخلوة خارج الصلاة وهو ما بين السرة والركبة فقط" (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ۱/ ۴۰۴، سعيد)

باب اللباس

الفصل الأول في القميص والسروال والإزار

(قمیص اور شلوار کا بیان)

لباس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طرزِ عمل

سوال [۱۱۳۹۲]: آج کل بعض ہمارے اسلامی بھائی لباس ایسا استعمال کرتے ہیں، جو ٹخنوں سے اوپر ہوتا ہے اور سر پر بغیر ٹوپی یا پگڑی کے سر بازار چلتے پھرتے ہیں اور بعض ایسا لباس استعمال کرتے ہیں، جو اس زمانہ کے صلحاء کے خلاف لباس ہے، کیا اس طرح کا لباس استعمال کرنا شریعت کی نظر میں جائز ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس کیسا تھا؟ اور آپ کے اصحاب کا لباس کس طرح تھا؟ بیان فرمادیں تو مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

جو لباس فساق ویا کفار کا شعار ہو، اس کے استعمال کی اجازت نہیں (۱)، صلحاء کا لباس استعمال کرنا چاہیے، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عموماً لنگی استعمال فرمایا کرتے تھے، وہاں پاجامہ کا رواج کم تھا، پاجامہ

---

(۱) "ومن هنا كره لبسها جماعة من السلف والخلف، لما روى أبوداود والحاكم في المستدرك عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "من تشبه بقوم فهو منهم". وفي الترمذي عنه صلى الله تعالى عليه وسلم: "ليس منا من تشبه بقوم غيرنا"." (زاد المعاد، فصل في ملابسه، ص: ۵۳، ۵۴، دارالفكر بيروت)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: ۱۱/۵۷۴۳، رقم الحديث: ۸۵۹۳، نزار مصطفى الباز مكة)

خریدنا اور پسند فرمانا بھی احادیث سے ثابت ہے(١)، کرتہ پورے آستینوں کا ہوتا تھا(٢)، ٹوپی عمامہ کے نیچے بھی اور الگ بھی ہوتی تھی اس کے علاوہ بھی منقول ہے(٣)، عمامہ بھی عادت شریفہ تھی(٤)، چادر کا استعمال بھی

---

(١) "عن سويد بن قيس رضي الله تعالىٰ عنه قال: أتانا النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فساومنا سراويل". (سنن ابن ماجة، كتاب اللباس، باب لبس السراويل، ص: ٢٥٦، قديمي)

"واشترى سراويل. والظاهر أنه إنما اشتراها ليلبسها. وقد روي في غير أنه لبس السراويل، وكانوا يلبسون السراويلات بإذنه". (زاد المعاد، فصل في ملابسه، ص: ٥٤، دار الفكر بيروت)

وكذا في جمع الوسائل في شرح الشمائل، باب ماجاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ١/٢١٢، إدارة تاليفات اشرفيه)

(٢) "عن أسماء بنت يزيد رضي الله تعالىٰ عنها، قالت: "كان كم قميص رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم إلى الرصغ" رواه الترمذي. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ٢/١١٥، دار الكتب العلمية بيروت)

"كان يلبس القميص، بل كان أحب الثياب إليه، وكانت كمه إلى الرسغ لايجاوز اليد" (زاد المعاد، فصل في ملابسه، ص: ٥٣، دار الفكر)

وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في لباس رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ١/١٥، إدارة تاليفات اشرفيه)

(٣) "عن أبي كبشة رضي الله تعالى عنه قال: كان كمام رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بطحا" (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ٣٧٣، قديمي)

"جمع كمة... وهي القلنسوة المدورة، أي: كانت مبسوطة على رؤوسهم لازقة غير مرتفعة عنها... وكان يلبس القلانس اليمانية وهن البيض المضربة، ويلبس ذوات الآذان في الحرب، وكان ربما نزع قلنسوته فجعلها سترة بين يديه وهو يصلي". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ٨/١٣١، رشيديه)

وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في عمامة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ١/٢٠٢، إدارة تاليفات اشرفيه)

(٤) "كانت له عمامة تسمى السحاب كساها عليا، وكان يلبسها ويلبس تحتها القلنسوة". (زاد المعاد، فصل في ملابسه صلى الله تعالى عليه وسلم: ١/١٣٥، مؤسسة الرسالة) =

کثرت سے فرماتے تھے(۱)۔لباس مبارک عموماً سادہ ہوتا تھا، جو کچھ حق تعالیٰ نے عطا فرمادیا، قدر و شکر کے ساتھ بے تکلف استعمال فرمایا اور سرخ خالص اور ریشم کے لباس مرد کے لئے منع فرمایا ہے(۲)۔مدارج نبوت، شرح شمائل، زادالمعاد میں تفصیل موجود ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا نصف ساق تک کرتا پہننا ثابت ہے؟

سوال[۱۰۳۸۳]: نصف ساق تک کرتا پہننا فضول خرچی ہے یا نہیں؟ حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ حدیث پاک ہے(۳)، مدارج النبوۃ(۴)، زادالمعاد(۵)، شرح سفر السعادۃ(۶)، شرح شمائل

= (وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۴۷/۸، رشيديه)

(وكذا في شمائل كبرى: ۲۰۶/۱، دارالاشاعت)

(۱) "عن أبي بردة رضي الله تعالى عنه قال: أخرجت إلينا عائشة رضي الله تعالى عنها كساءً ملبداً، وإزاراً غليظاً، وقالت: في هذا نزع روح النبي صلى الله عليه وسلم". (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب ماذكر من درع النبي، وعصاه وسيفه: ۴۳۸/۱، قديمي)

(وكذا في شمائل الترمذي، باب ماجاء في صفة إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص ۸، سعيد)

(وكذا في جمع الوسائل، باب ماجاء في صفة إزار رسول الله [illegible] ۲۰۱، ادارة تاليفات اشرفيه)

(۲) "عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من لبس الحرير في الدنيا لم يلبسه في الآخرة". (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب لبس الحرير للرجال: ۸۶۷/۱، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب اللباس، باب تحريم استعمال إناء الذهب: ۱۹۲/۲، قديمي)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول [illegible]، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "عن حذيفة بن اليمان رضي الله تعالى عنه قال: أخذ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعضلة ساقي أو ساقه وقال: هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل، فإن أبيت فلا حق للإزار في الكعبين". (شمائل الترمذي، باب ماجاء في إزار رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص ۱۰، سعيد)

ہو(۱) اور نماز میں اس کا استعمال کرنا نماز کے لئے موجب کراہت ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کیا ٹائی عیسائیوں کا شعار ہے؟

سوال[۱۱۳۸۵]: سوٹ کے اوپر جو گلے میں ٹائی باندھی جاتی ہے، جس کا پتہ کریبان تک لٹکا رہتا ہے، کیا وہ خاص کر کسی قوم کا شعار ہے، جواب سے مطلع فرمائیں۔

= التجنيس: الأصح أنها لا تكره، لأنه لم يكره من ثياب أهل الذمة إلا السراويل مع استحلالهم الخمر". (الحلبي الكبير، كتاب الطهارة، فروع شتى، ص: ۲۰۲، ۲۰۳، سهيل اكيدمي لاهور)

"وقال بعض المشايخ: تكره الصلاة في ثياب الفسقة، لأنهم لا يتقون الخمر. وقال المصنف: الأصح أنه لا يكره، لأنه لم يكره من ثياب أهل الذمة إلا السراويل مع استحلالهم الخمر، فهذا أولى. انتهى". (فتح القدير، كتاب الطهارات، باب الأنجاس وتطهيرها: ۱/۱۸۲، مكتبه رشيديه)

(وكذا في التجنيس والمزيد لصاحب الهداية، كتاب الطهارات، باب في النجاسة وتطهيرها: ۱/۲۲۳، إدارة القرآن كراچى)

(۱) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۸، دار الحديث ملتان)

"قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار. "فهو منهم" أي: في الإثم أو الخير عند الله تعالى". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رشيديه)

"المبدء الثالث: أن اللباس الذي يتشبه به الإنسان بأقوام كفرة، لا يجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلك التشبه بهم". (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة: ۴/۸۹، مكتبه دار العلوم كراچى)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

(۲) "وتكره الصلاة في ثياب اليهودي". (مجموعة رسائل اللكنوي، الرسالة نفع المفتي والسائل، ذكر الثياب التي تكره الصلاة فيها: ۴/۱۱۳، إمداديه، مكة المكرمة)

(وكذا في السراجية الملحق بفتاوى قاضي خان، كتاب الصلاة، باب الصلاة النجاسة، ص: ۱۲، مطبع المكتبى)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ عیسائیوں کا شعار ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۲/۱۳۹۵ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "وعن ابن عمر رضي الله تعالى عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث ملتان)

وقال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار، "فهو منهم" أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

(وكذا في فيض القدير شرح الجامع الصغير، رقم الحديث: ۸۵۹۳: ۱۱/۵۷۴۳، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة)

الفصل الرابع في لباس النساء

(عورتوں کے لباس کا بیان)

جارجٹ کا استعمال

سوال [۱۱۳۸۹]: کیا بچیوں کو اور عورتوں کو گھر کے اندر رہتے ہوئے جالی کے باریک جارجٹ کے دوپٹے اڑھانے جائز ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن کے ذمے ستر عورت فرض ہے، ان کو کسی ایسے کپڑے کا استعمال درست نہیں جس سے ستر عورت نہ ہو پائے (۱)، چھوٹی بچیوں میں اگرچہ یہ اشکال نہ ہو، مگر جب ایسے کپڑے استعمال کرنے کی بچپن میں عادت ہو جائے گی تو اس سے باز رہنا دشوار ہو جائے گا۔ اس لئے ان کو بھی استعمال نہ کرائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۸۹ھ۔

عورت کا جالی دار دوپٹہ استعمال کرنا

سوال [۱۱۳۹۰]: ہلکے دوپٹے یا جالی کے دوپٹہ کا استعمال ایسی جگہوں میں جہاں نامحرم مرد نہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) یہ اس وقت ہے جب غیر محرموں کے سامنے جائے، لیکن اگر صرف محرم حضرات ہی کے سامنے جائے اور فتنہ کا اندیشہ بھی نہ ہو، تو ایسے دوپٹے گھر کے اندر استعمال کرنے کی گنجائش ہے، جیسا کہ حضرت مفتی صاحب نے خود ایک دوسرے سوال کے جواب میں اس طرح تحریر فرمایا ہے، دیکھیں، ''عورت کا جالی دار دوپٹہ استعمال کرنا''۔

شعار نہیں، بلکہ سب لوگ استعمال کرتے ہیں، وہاں اس کے استعمال کی ممانعت نہیں۔ امہات المؤمنین کے یہاں ساڑھی کا استعمال نہیں تھا، کرتہ، چادر، تہبند کا استعمال وہاں عام تھا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۵/۱۴۰۰ھ۔

ساڑھی پہن کر نماز پڑھنا

سوال [۱۱۳۹۲]: کیا عورت ساڑھی پہنے ہوئے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتی ہے؟ شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس حصہ بدن کا نماز میں چھپانا فرض ہے، اگر وہ ساڑھی سے چھپ رہتا ہے تو اس سے نماز درست

= أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار، "فهو منهم" أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى" (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۱۵۵/۸، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمى)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة ۵/ ۴۱، معهد الخليل)

(۱) "وعن علي رضي الله تعالى عنه قال: أهديت لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حلة سيراء، فبعث بها إليّ فلبستها، فعرفت الغضب في وجهه، فقال: إني لم أبعث بها إليك لتلبسها، إنما بعثت بها إليك لتشققها خمراً بين النساء" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، ص: ۳۷۴، قديمى)

"(فقال: إني لم أبعث بها إليك لتلبسها، إنما بعثت بها إليك لتشققها") أي: لتقطعها (خمراً) (بين النساء) والمعنى "لتقطعها قطعة قطعة كل قطعة قدر خمار، وتقسمها بين النساء" (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الأول، رقم الحديث ۴۳۲۲: ۸/ ۲۰۱، ۲۰۲، رشيديه)

"وأخرج ابن مردويه عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: رحم الله تعالى نساء الأنصار لما نزلت ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك﴾ الآية، شققن مروطهن فاعتجرن بها فصلين خلف رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم" (روح المعاني، الأحزاب: ۲۲/ ۸۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: كنت أغتسل أنا والنبي صلى الله تعالى عليه وسلم من إناء واحد، وكلانا جنب وكان يأمرني فأتزر فيباشرني وأنا حائض" إلى آخر الحديث" (صحيح البخاري، كتاب الحيض، باب مباشرة الحائض: ۱/ ۴۴، قديمى)

ہوگی (١) اور جس جگہ ساڑھی کا عام رواج ہے، فساق یا کفار کا یہ مخصوص شعار نہیں، وہاں اس کا پہننا درست ہے (٢)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

عورت مرد کے لئے چھینٹ کا کپڑا استعمال کرنا

سوال [١١٣٩٣]: چھینٹ کا کپڑا مسلمان مرد کے لئے پہننا کیسا ہے؟ جیسا کہ آج کل مرد اور عورت سب برابر کا لباس پہنتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لباس عورتوں کے لئے مخصوص ہے، مردوں کو اس کا استعمال کرنا ممنوع ہے، وھکذا بالعکس (٣)،

---

(١) "والرابع ستر عورته وهي للرجل ماتحت سرته إلى ماتحت ركبته وللحرة جميع بدنها خلا الوجه والكفين". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة ١/٤٠٤، ٤٠٥، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة: ١/٤٦٩، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ص ٢٠٠، قديمي)

(٢) جب پر فساق یا کفار کا شعار ہو یا اتنی چست ہو کہ ستر نظر آتا ہو (جیسا کہ آج کل عمومی طور پر اسی طرح ہے) تو اجتناب کرنا لازم اور ضروری ہے۔

قال الله تعالى: ﴿ولا تتبع أهواء الذين لايعلمون﴾ (الجاثية: ١٨)

"وأهوائهم" هي ما يهوونه، وما عليه المشركون من هديهم الظاهر" (اقتضاء الصراط المستقيم، ص: ٢٧، نزار مصطفىٰ الباز)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "من تشبه بقوم فهو منهم" (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص ٣٧٥، قديمي)

"من شبه نفسه بالكفار، مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار "فهو منهم" أي في الإثم والخير" (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس ٨/١٥٥، رشيديه)

(٣) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: "لعن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم المتشبهين من —

جو عورت مرد کی ہیئت اختیار کرے اس پر لعنت آئی ہے، اسی طرح جو مرد عورت کی ہیئت اختیار کرے اس پر بھی لعنت آئی ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۷/۱۱/۹۹ھ۔

عورت کے لئے سیاہ لباس

سوال [۱۱۳۹۴]: شادی شدہ عورت کے لئے چوڑیاں اور کان پوت (۲) کا مالا (۳) ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چوڑیاں اور کان پوت کا مالا شادی شدہ عورت کے لئے ضروری نہیں، البتہ ایسی ہیئت نہ بنائے جس سے شوہر کو نفرت ہو اور دوسرے یہ سمجھیں کہ یہ شوہر کے انتقال کی وجہ سے سوگ میں ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال" (صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء: ۲/۸۷۴، قديمي)

"وعنه (ابن عباس رضي الله تعالى عنهما) قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال" (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمي)

(وكذا في الجامع الصغير مع فيض القدير، رقم الحديث: ۷۲۶۵، ۱۰/۴۹۹۴، مكتبه نزار مصطفى الباز مكه)

(۱) راجع الحاشية المتقدمة انفاً

(۲) "پوت (پوتھ): شیشے یا کانچ کے دانے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۲۶، فیروز سنز لاہور)

(۳) "مالا: پھولوں، موتیوں یا سونے کا ہار، گجرا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۲۴۶، فیروز سنز لاہور)

الفصل الخامس في الثياب المحرمة وغيرها

(ناجائز لباس کا بیان)

ریشم ملی ہوئی ٹرالین کا استعمال کرنا

سوال[۱۱۳۹۵]: ایک کپڑا جس کو ٹرالین کہتے ہیں، مرد کے لئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس میں ریشم بھی ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ریشم اس میں مغلوب ہو، تو مرد کے لئے درست ہے۔

"ويحل لبس ما سداه إبريسم ولحمته غيره" كذا في ردالمحتار(۱).

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹۲/۳/۲۸ھ۔

العبد نظام الدین، ۹۲/۳/۲۹ھ۔

مرد کے لئے کس رنگ کا کپڑا منع ہے؟

سوال[۱۱۳۹٦]: مرد کو کس رنگ کا کپڑا پہننا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرد کو خاص سرخ اور زعفرانی رنگ کا کپڑا پہننا مکروہ ہے، باقی ہر رنگ کا درست ہے(۲)، اس کا لحاظ

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس ۳۵۲/٦، سعيد)

(وكذا في فتح، باب العناية لملا علي القارئ، كتاب الكراهية: ۱۱/۳، سعيد)

(وكذا في الدرر الحكام في شرح غرر الأحكام، كتاب الكراهية والاستحسان ۳۱۲/۱، مير محمد كتب خانه كراچی)

(۲) "وكره لبس المعصفر والمزعفر الأحمر والأصفر للرجال ولا بأس بسائر الألوان" =

رہے کہ کسی غیر کا شعار اختیار نہ کرے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/۹۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۸، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس: ۵/۳۳۳، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تتبع أهواء الذين لايعلمون﴾ (الجاثية: ۱۸)

"وأهواءهم هي ما يهوونه، وما عليه المشركون من هديهم الظاهر". (اقتضاء الصراط المستقيم، ص: ۲۷، نزار مصطفى الباز)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم فهو منهم". (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

"من شبه نفسه بالكفار، مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار، فهو منهم: أي في الإثم والخير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس: ۸/۲۵۵، رشيديه)

الفصل السادس في أشياء الزينة

(زیب وزینت کی اشیاء کا بیان)

پھولوں کے ہار اور گجرے کا استعمال

سوال[۱۱۳۹۷]: پھولوں کا ہار بنا کر اور پھولوں کا گجرا وغیرہ بنا کر ہاتھوں میں اور گلے میں پہننا شوقیہ یا گول بنا کر ڈال دیں۔ اور عورتوں کو پھولوں کا ہار بنا کر چوٹی وغیرہ میں ڈالنا کیسا ہے؟ معلوم یہ کرنا ہے پھولوں کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مردوں کے لئے نہ ہار کی اجازت ہے، نہ گجرے کی (۱)، البتہ خوشبو کے لئے ہاتھ میں لینے اور پاس رکھنے کی اجازت ہے، عورتیں زینت کے لئے سونے چاندی کے ہار اور دیگر زیورات استعمال کرسکتی ہیں، پھول کے ہار بھی استعمال کرسکتی ہیں۔

تنبیہ: عورتیں مہکتی ہوئی خوشبو کے ساتھ گھر سے نکل کر نامحرموں سے قریب سے نہ گزریں (۲)۔

---

(۱) "قال النبي صلی الله تعالی علیه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال" (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول: ۲/ ۳۸۰، قديمي)

"المتشبهين بالنساء من الرجال في الزي، واللباس، والخضاب، والصوت، والصورة، والتكلم، وسائر الحركات، والسكنات" (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، باب الترجل: ۴/ ۵۳۲، رشيديه)

"وتشبه الرجال بالنساء في اللباس، والزينة التي تختص بالنساء، مثل لبس المقانع، والقلائد والمخانق، والأسورة، والخلاخل، والقرط، ونحو ذلك مما ليس للرجال لبسه" (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء: ۲۲/ ۶۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم: "كل عين زانية، —

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۰/۱۴۰۰ھ۔

و ن لمرء إذا استعطرت فمرت بالمجلس، فهي كذا وكذا" يعني: زانية". (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها ۱/۲۱۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"وتعطرت المرأة ومرت بمجلس فقد هيجت شهوة الرجال، وحملتهم على النظر إليها، فإذن هي سبب لذلك، فتكون زانية". (التعليق الصبيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها: ۲ ۵۳ رشيديه)

(وسنن النسائي، كتاب الزينة، مايكره للنساء من الطيب، ص ۷۰، دارالسلام)

باب استعمال الذهب والفضة

الفصل الأول في الخاتم

(انگوٹھی کا بیان)

انگوٹھی یا گھڑی کس ہاتھ میں پہنے

سوال[۱۱۳۹۱]: انگوٹھی (انگشتری) اور واچ (گھڑی) سیدھی ہاتھ میں پہننا سنت ہے یا بائیں ہاتھ میں بھی پہن سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھڑی ہاتھ میں پہننے کو سنت بتانا غلط ہے، پھر داہنے بائیں کا سوال سنت کی حیثیت سے بے محل ہے، انگوٹھی (وزن محدود میں) جس ہاتھ میں چاہے، پہن سکتا ہے، کوئی قید نہیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/ ۳/ ۹۲ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "ولا يتحلى الرجال بذهب وفضة مطلقاً، إلا بخاتم ... ولا يزيده على مثقال" (الدر المختار مع رد المحتار، الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۵۸/۶، ۳۶۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۱۹۵/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۳۴۸/۸، رشيديه)

الفصل الثاني فيما يتعلق بساعة الوقت

(گھڑی کے استعمال کا بیان)

گھڑی کی چین

سوال[۱۱۳۹۹]: زید نے گھڑی میں فیتے کی چین باندھ کر نماز پڑھی، اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ چین وہی ہے جو آج کل عام گھڑیوں میں استعمال ہوتی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

فیتہ گھڑی کی حفاظت کے لئے باندھا جاتا ہے، یہ کوئی حلیہ زیور نہیں، اسی طرح چین گھڑی کی حفاظت کے لئے استعمال کی جاتی ہے یہ بھی زیور نہیں، مروجہ چین جو کہ نہ چاندی کی ہے، نہ سونے کی، گھڑی کی حفاظت کے لئے باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے، جیسا کہ فیتہ باندھے ہوئے نماز پڑھنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۵/۱۴۰۰ھ۔

---

(۱) "قال الشامي: وفي الجوهرة: والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص مكروه للرجال والنساء" چونکہ روایت فقہیہ میں مفہوم مخالف حجت ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ انگوٹھی کے علاوہ دیگر چیزوں میں لوہا استعمال کرنا جائز ہے اور اسٹیل کی حقیقت لوہا ہے، اس لئے اسٹیل کی چین گھڑی میں استعمال کرنا جائز ہے۔ (حاشیہ نظام الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة: ۳۹۰، رحمانیہ)

چین کے استعمال کی دو صورتیں ہیں

۱- اس کا باندھنا بذات خود مقصود ہو، جیسے زینت کے لئے لوگ باندھتے ہیں۔

۲- بذات خود مقصود نہ ہو، کسی دوسری چیز کے باندھنے کے لئے استعمال کی جائے۔

صورت اولیٰ میں استعمال ناجائز اور ثانیہ میں بلا کراہت جائز ہے۔ (احسن الفتاوی، متفرقات الحظر والإباحة ۸/۲۱۳، سعید)

سونے کا پانی چڑھائی ہوئی گھڑی یا چین کا استعمال کرنا

سوال[۱۱۴۰۰]: گھڑی کی زنجیریں بعض لوہے کی ہوتی ہیں اور بعض پیتل وغیرہ کی اور جس کو ہم اسٹیل کہتے ہیں، وہ بھی ایک قسم کا لوہا ہوتا ہے، تو ایسی زنجیر کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طریقہ سے سونے کا پانی چڑھائی ہوئی گھڑی یا چین کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو لوہا، رانگ اور پیتل وغیرہ کی انگوٹھی پر حدیث سے نکیر آئی ہے، اس کا کیا جواب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ولا يتحلى الرجل بذهب وفضة مطلقاً إلا بخاتم ومنطقة، وحلية سيف منها، ولا يتختم بغيرها، وذهب، وحديد، وصفر، ورصاص، وزجاج وغيرها" (درمختار)(۱).

"وقال الشامي: فرع: لا بأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوى عليه فضة، وألبس بفضة حتى لايرى" التاتارخانية (شامي: ۲۴۰/۵، نعمانيه)(۲).

"وفي الجوهرة: وأما الانية من غير الفضة والذهب، فلا بأس بالأكل والشرب فيها. والانتفاع بها كالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص، والخشب، والطين" (شامي: ۲۱۸/۵)(۳).

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۹-۳۶۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۴/۱۹۰، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في فتح باب العناية، كتاب الكراهية: ۲/۳، سعيد)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۰/۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب العاشر في استعمال الذهب: ۵/۳۳۵، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان، الفصل الحادي عشر في استعمال الذهب: ۶/۹۲، حقانيه پشاور)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۳۴۴/۶، سعيد) .... =

الفصل الثالث في الحلية للنساء

(عورتوں کا زیورات کے استعمال کرنے کا بیان)

شادی کے موقعہ پر مخصوص ہار پہننا

سوال [۱۱۴۰۱]: الف: ہمارے علاقہ میں مسلم اور غیر مسلم سب ہی اس بات کو ضروری سمجھتے ہیں کہ جب لڑکی کا نکاح ہو جائے تو لڑکی اپنے گلے میں لچھہ ڈال لے (لچھہ ایک زیور ہے) جو ہار کی شکل میں ہوتا ہے، جس میں تسبیح کے دانوں کی طرح بالکل ہی باریک سیاہ دانے ہوتے ہیں، بعض عورتیں تو صرف ان ہی سیاہ دانوں سے پر ہار (لچھہ) پہنتی ہیں اور بعض عورتیں سونے کا ہار بنا لیتی ہیں، درمیان میں کہیں کہیں چند چند سیاہ دانوں کو رکھتی ہیں اور یہ ایسا رواج ہو گیا ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کے ہوتے ہوئے لچھہ نہ پہنے تو برا جانتی ہیں۔

گویا یہ ہار عورت کے لئے اس بات کا نشان ہے کہ اس کا شوہر زندہ ہے اور عورت کے گلے میں یہ ہار نہ ہونا علامت ہے اس بات کی کہ اس کا شوہر نہیں ہے۔ اس ہار (لچھہ) کو مذکورہ خیالات کے ساتھ پہننا اور اس کو ضروری سمجھنا از روئے شریعت کہاں تک درست ہے؟ جائز ہے یا کہ ناجائز؟

ب: اگر کوئی عورت مذکورہ خیالات سے نہیں بلکہ صرف زینت کے لئے ایک زیور سمجھ کر پہنے، تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

ج: ہمارے علاقہ میں اکثر عورتیں ہر روز تقریباً اکثر کنگھی کرنے کے بعد میں پھول لگا لیتی ہیں، یقیناً اس میں خوشبو بھی ہوتی ہے، جو نامحرم کو بھی متوجہ کرسکتی ہے۔ لہذا اس کا استعمال جائز ہے یا کہ ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

الف: ہار، زیور، زینت کے لئے درست ہے(۱)، یہ چیز کہ جس کے گلے میں ہار نہ ہو اس کے شوہر

---

(۱) "يجوز للنساء لبس أنواع الحلي كلها من الذهب، والفضة، والخاتم، والحلقة، والسوار، والخلخال والطوق الخ" (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله =

شادی میں دولہن کو پوت کا ہار پہنانا

سوال[۱۱۴۰۲]: عورتوں کو شادی کے بعد لچھہ (۲) پہننا ضروری ہے، عوام میں مشہور ہے کہ کالی پوت (۱) جنت سے آئی ہے، جو بی بی فاطمہ کے گلے میں تھی، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عورتوں کو گلے میں لچھہ پہننا بھی درست ہے، یعنی گلے میں پوت کا ہار پہننا جائز ہے (۳)، یہ بات کہ جنت سے یہ ہار آیا ہے، بے اصل ہے اور غلط ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

عورتوں کا بالوں میں کلپ لگانا

سوال[۱۱۴۰۳]: کلپ ایک زیور ہوتا ہے، جس کو عورتیں سر کے بالوں میں لگاتی ہیں، ان کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کلپ بالوں میں لگانا عورتوں کو جائز ہے، بشرطیکہ وہ ناپاک نہ ہو اور کفار یا فساق کا شعار نہ ہو کہ اصل جواز ہے۔ اور ممانعت وجہ مذکورہ پر ہے (۴)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) ”پوت: شیشے یا کانچ کے دانے، دانہ“۔ (فیروز اللغات، ص: ۳۰۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”لچھہ: سوت کی انٹی، ایک زیور، الجھی ہوئی ڈور، مسلسل اور پیچیدہ لپٹے ہوئے تار“۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۱۵۱، فیروز سنز لاہور)

(۳) "يجوز للنساء لبس أنواع الحلي كلها من الذهب، والفضة، والخاتم، والحلقة، والسوار، والخلخال والطوق الخ"

(إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء: ۱۷/۲۹۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۲۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في اللبس: ۸/۳۴۸، رشيديه)

(۴) "يجوز للنساء لبس أنواع الحلي كلها من الذهب، والفضة، والخاتم، والحلقة، والسوار، —

لڑکیوں کے ناک کان چھیدنا

سوال[۱۱۴۰۴]: لڑکیوں کے کان اور ناک چھیدنا کیسا ہے؟ وتیز ناک اور کان میں جو سوراخ لگائے جاتے ہیں، اس میں کتنے سوراخ لگانا احسن ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ناک کان چھید کر لڑکیوں کو زیور پہنانا شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳/ ۵/ ۸۹ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= والخلخال، والطوق، والعقد، والتعاويذ، والقلائد وغيرها وأما التاج، فقال الرافعي قال أصحابنا إن جرت عادة النساء بلبسه جاز وإلا حرم، لأنه شعار عظماء الروم يباح للنساء من حلي الذهب، والفضة، والجواهر كل ما جرت عادتهن بلبسه كالسوار، والخلخال، والقرط، والخاتم، وما يلبسه على وجوههن، وفي أعناقهن، وأيديهن، وأرجلهن، وآذانهن وغيرها" (إعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال: ۱۷/۲۸۹، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في عمدة القارئ، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء ۲۲/ ۶۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في شرح ابن بطال، كتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء: ۹/ ۱۴۰، مكتبة الرشد)

(۱) "ولا بأس بثقب أذن البنت والطفل استحساناً ملتقط. قلت: هل يجوز الخزام في الأنف؟ لم أره" (الدرالمختار) "(لم أره) قلت: إن كان مما يتزين النساء به كما هو في بعض البلاد فهو فيها كثقب القرط". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۴۲۰، سعيد)

"ولا بأس بثقب أذن الصغيرة، لأنه لزينة فصار كالختان" (فتح باب العناية بشرح النقاية، كتاب الكراهية: ۳/ ۳۲، سعيد)

(وكذا في الملتقط، كتاب الآداب، مطلب في كي البهائم وثقب أذن الطفل، ص ۱۴۷، حقانيه)

باب الأسماء

(نام رکھنے کا بیان)

محمد ہرمز نام رکھنا

سوال [۱۱۴۰۵]: ایک شخص نے اپنے بچے کا نام "محمد ہرمز علی" رکھا، یہ نام رکھنا کیسا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں یہ نام رکھنا ٹھیک نہیں ہے، ہرمز نام کس کا تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہرمز شہزادۂ فارس کا نام تھا اور یہ نام ان لوگوں میں عام طور پر تجویز نہیں کیا جاتا تھا کہ جس کا دل چاہے اپنے بچے کا نام ہرمز رکھ دے، بلکہ اس کا اتنا احترام تھا کہ اس نام کو شاہی نام تصور کیا جاتا تھا، اس کے معنی کچھ ایسے نہیں ہے، جو اسلام کے خلاف ہوں، اس لئے یہ نام بھی ناجائز نہیں، جیسے اور بھی ناموں کے ساتھ لفظ محمد یا لفظ علی لگا دیا جاتا ہے، جیسے محمد دانش علی اسی طرح اس کا بھی حال ہے، یہ ناجائز نہیں، البتہ پیغمبروں اور صحابہ کے نام پر نام رکھنا (۱) یا ایسا نام رکھنا جس میں عبدیت کے معنی ہوں اور اس کو اسماء الہیہ کی طرف مضاف کیا گیا ہو، شرعاً پسندیدہ ہے، اس کی ترغیب احادیث میں آئی ہے (۲)، جیسے محمد، احمد، ابراہیم، اسماعیل، عمر، عثمان، علی، حسن، حسین وغیرہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٦/٥/٨٦ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۵/۸٦ھ۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "تسموا بأسماء الأنبياء، ولا تسموا بأسماء الملائكة"

قال المناوي رحمه الله تعالى: فيكره التسمي بها كما ذكره القشيري، ويسن بأسماء الأنبياء". (فيض القدير: ۷/۳۵۵۳، رقم الحديث: ۴۷۱۷، نزار مصطفى الباز)

(وسنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، ص: ۶۹۷، دار السلام)

(ومشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الثالث: ۲/۱۹۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أحب الأسماء إلى الله عز وجل عبد الله وعبد الرحمن".

غلامِ اولیاء نام رکھنا

سوال [۱۱۴۰۶]: بندہ کا نام ''غلام اولیاء'' ہے، یہ نام عہد طفلی میں والد صاحب نے رکھا تھا، جو آج بھی چل رہا ہے، تمام اسناد وغیرہ میں یہی نام درج ہے، اس طرف خدا کا شکر ہے، کچھ اللہ والوں کے ساتھ رہا، ان بزرگوں نے میرے نام پر از روئے ہمدردی کچھ اعتراض کیا، ان لوگوں کے مطابق میرا نام پسند نہیں ہے، میرے نام کی شرعی حیثیت سے مطلع فرمائیں اور اگر آپ کی رائے میں نام بدلنا ضروری رہے تو دونام بھی تجویز فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غلام کا لفظ مشترک ہے، اس کے معنی عبد (بندہ) کے بھی ہیں اور اس کے معنی خادم بھی ہیں اور اس کے معنی نوعمر بھی ہیں (۱)، پہلے معنی کے اعتبار سے نام نہیں رکھنا چاہیے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ''اولیاء کا بندہ'' کہہ دیا گیا، حالانکہ سب کے سب صرف اللہ کے بندے ہیں، جن بزرگوں نے اعتراض کیا ہے، اس معنی کے اعتبار سے کیا، اگرچہ دوسرے معنی کے اعتبار سے یہ خرابی نہیں، پس اگر دشواری نہ ہو، تو بدل دینا بہتر ہے اور کوئی ایسا نام رکھ دیا جائے جس میں عبد کی اضافت اللہ کی طرف ہو (۲)۔ مثلاً عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۷/ ۳/ ۸۴ھ۔

تارہ نام تبدیل کرنا

سوال [۱۱۴۰۷]: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ ایک لڑکی کا نام ''تارہ'' ہے، وہ لڑکی

= (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۳۲۸/۲، إمداديه)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب مايستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم: ۲۰۶/۲، قديمی)

(۱) ''غلام: لڑکا، زرخرید، بندہ، انکسار کا کلمہ، نیازمند''۔ (فیروز اللغات، ص: ۹۷۱، فیروز سنز لاہور)

(۲) ''قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ''أحب الأسماء إلى الله عزوجل عبدالله، وعبدالرحمن''. (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۳۲۸/۲، إمداديه)

(وسنن ابن ماجة، أبواب الأدب، باب مايستحب من الأسماء، ص: ۲۶۵، قديمی)

(وصحيح مسلم، كتاب الأدب، باب النهي عن التكني بأبي القاسم: ۲۰۶/۲، قديمی)

شادی شدہ ہے، اس کا شوہر نیک نامی حاصل کرنے کے لئے اس کا نام تبدیل کرنا چاہتا ہے، مسئلہ غور فرما کر تحریر فرمائیں، اس سے قبل بھی آپ کو ایک لفافہ ارسال کر چکا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''تارہ'' نام بھی برا نہیں ہے، تاہم اگر شوہر اس سے عمدہ نام رکھنا چاہتا ہے اور بیوی بھی رضامند ہے تو اجازت ہے(۱)، عائشہ یا فاطمہ نام اچھا ہے، اس سے پہلے اس مضمون کا لفافہ آنا میرے علم میں نہیں، موجودہ لفافہ موصول ہوا، آج ہی جواب تحریر کر دیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹۱/۳/۲۶ھ۔

قصابوں کا اپنے آپ کو قریش کہنا

سوال[۱۱۴۰۸]: ہندوستان کے قصاب اپنے کو قریش کہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ قریش کی اہمیت کیا ہیں؟ کون کون لوگ قریش کہلانے کے مستحق ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قریش نامی ایک شخص عرب میں گزرا ہے، جو اپنے اخلاق واعمال کے اعتبار سے اپنے دور میں بہت اونچا شمار ہوتا تھا، اس کی نسل سے جو لوگ عرب میں تھے، وہ قریش تھے(۲)، یہ صحیح ہے کہ اس کی نسل ونسبت کے

---

(۱) "معنى هذه الأحاديث تغيير الأسماء القبيح، أو المكروه إلى حسن. وقد ثبت أحاديث بتغييره صلى الله تعالى عليه وسلم أسماء جماعة كثير من الصحابة" (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الأدب، باب استحباب تغيير الاسم القبيح إلى حسن: ۲/۲۰۸، قديمي)

(وكذا في التعليق الصبيح، كتاب الاداب، باب الأسامي: ۵/۱۵۲، رشيديه)

(۲) "قال ابن هشام: النضر هو قريش فمن كان من ولده فهو قرشي. ... وقيل: ويقال: فهر بن مالك هو قريش. ... هذان القولان قد حكاهما غير واحد من أئمة النسب. ... قال أبو عبيد وابن عبد البر: والذي عليه الأكثرون أنه النضر بن كنانة لحديث الأشعث بن قيس، قلت: وهو الذي نص عليه هشام بن محمد بن السائب الكلبي، وأبو عبيدة معمر بن المثنى، وهو جادة مذهب الشافعي. ... وقال بعضهم: كان قصي يقال له: قريش. ... وقيل: سموا بقريش بن الحارث بن يخلد بن النضر بن كنانة، وكان دليل بني —

لوگ عرب سے باہر بھی گئے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو بھی عرب سے باہر گیا، وہ قریش ہے، بلا تحقیق اپنا نسب بدل کر دوسرے کی طرف منسوب کر دینا جائز نہیں، سخت گناہ ہے(۱)۔

جو شخص واقعۃً قریشی ہو، خواہ اب کسی ملک میں رہتا ہو، وہ اپنے کو قریشی کہے یا لکھے تو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/ ۷/ ۹۵ھ۔

اپنے سے زیادہ عمر والے کو چچا ماموں وغیرہ کہنا

سوال[۱۱۴۰۹]: کسی بھی زیادہ عمر کے آدمی کو چچا کہنا یا جو معمر شخص نانہال کے قصبہ یا گاؤں کا رہنے والا ہے اور اس سے کوئی رشتہ بھی نہ ہو، مگر دلداری یا احترام کے ناتے نانا ماموں کہنا حرام ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جائز ہے، یہاں احترام مقصود ہوتا ہے، نسبت حقیقی نہیں ہوتی، نہ دوسروں کو اس کا شبہ ہوتا ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۲/ ۸۹ھ۔

= النضير، وصاحب ميرتهم، وكانت العرب تقول قد جاء ت عير قريش " (البداية والنهاية، قريش نسباً واشتقاقاً: ۱/ ۵۹۷-۵۹۹، حقانيه)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "من ادعى إلى غير أبيه، وهو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام" (صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، ص. ۴۷، دارالسلام)

(وصحيح البخاري، كتاب المغازي، باب غزوة الطائف في شوال، ص ۷۳۲، دارالسلام)

(وسنن النسائي، كتاب الحدود، باب من ادعى إلى غير أبيه، ص ۳۷۵، دارالسلام)

(۲) "دخلنا على أنس بن مالك رضي الله تعالى عنه، فوجدناه يصلي العصر، فقلت: يا عم ما هذه الصلاة التي صليت؟ قال: العصر" (صحيح البخاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت العصر ۱/ ۷۷، قديمي)

"(قوله: يا عم) بكسر الميم، وأصله ياعمي فحذفت الياء، وهذا من باب التوقير لأنس، لأنه ليس عمه على الحقيقة" (عمدة القاري، كتاب مواقيت الصلاة، باب وقت العصر ۵/ ۵۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الجهاد، باب قسمة الغنائم، الفصل الثالث: ۷/ ۵۹۳، رشيديه)

باب خصال الفطرة

الفصل الأول في اللحية والشوارب

(داڑھی اور مونچھ کا بیان)

داڑھی کٹانے اور منڈانے میں فرق

سوال[۱۱۴۱۰]: ایک شخص کی داڑھی کٹی ہوئی ہے، دوسرے شخص کی بالکل منڈی ہوئی ہے، کیا دونوں ایک ہی درجہ کے ہیں یا کچھ فرق ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ اگر دونوں ایک درجہ میں ہوں تو میں باقی داڑھی صاف کرادوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مشت تک پہونچنے سے پہلے داڑھی کٹانا جائز نہیں، منڈانا حرام ہے(۱)، احکام کی وقعت ومحبت کا تقاضا تو یہ ہے کہ آدمی ناجائز چیز کو چھوڑ دے، جائز کو اختیار کرے، اس کا یہ کہنا کہ اگر دونوں ایک ہی درجہ میں

---

(۱) "قال الله تعالى ﴿لعنه الله وقال لأتخذن من عبادك نصيباً مفروضاً ولأضلنهم ولأمنينهم ولآمرنهم فليغيرن خلق الله﴾ وخص من التغيير قص ما زاد من اللحية" (تفسير روح المعاني، النساء: ۱۱۹، ۱۴۹/۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "يارويفع لعل الحياة ستطول بك بعدي وأخبر الناس أنه من عقد لحيته ... فإن محمداً برئ منه". (مشكاة المصابيح، كتاب الطهارة، رقم الحديث: ۳۵۱: ۸۳/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

"وأما الأخذ منها وهي دون ذلك (القبضة) كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند، ومجوس الأعاجم" (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطلب: الأخذ من اللحية: ۴۱۸/۲، سعيد)

ہوں، تو بقیہ یا داڑھی صاف کرادوں گا، انتہائی جہالت کی بات ہے، اس کو ہرگز ایسا نہیں کہنا چاہیے، اس کی تو ایک مثال ہوگی، جیسے کوئی شخص دو تولہ نلاظت کھائے اور دوسرا دو چھٹانک کھاوے اور پہلا شخص یہ کہے کہ اگر ہم دونوں ایک درجہ میں ہوں تو میں دو چھٹانک نلاظت کھالوں گا اس کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔ شرعی احکام میں اس قسم کی ضد کرنا نہایت خطرناک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۷ھ۔

حلقوم کے بالوں کا حکم

سوال [۱۱۴۱۱]: حضرت مفتی سعد اللہ صاحب کی کتاب "ہدایۃ النور" فارسی میں ہے، اس کا ترجمہ مولانا عبدالغنی رسولوی بارہ بنکوی نے "تنویر الشعور" کے نام سے کیا ہے، اس کتاب کے باب اول، فصل دوم کے اندر جو داڑھی کے مسائل میں ہے، مرقوم ہے کہ ذقن یعنی ٹھوڑی اور دونوں رخساروں کے بالوں کو کہتے ہیں۔ اس ذیل میں یہ بات وضاحت طلب ہے کہ ذقن یعنی ٹھوڑی سے حلقوم تک کے اٹھے ہوئے حصے تک کے بال کیا قصر کیے جاسکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محترمی زید احترامہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حلق کے جس حصے پر بھی جو بال ہو، ان کو صاف کرنا داڑھی کا کاٹنا نہیں ہے، وہ داڑھی میں داخل نہیں ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، چھتہ مسجد، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "اللحى: منبت اللحية من الإنسان وغيره واللحيان: حائطا الفم، وهما العظمان اللذان فيهما الأسنان من داخل الفم من كل ذي لحى". (لسان العرب: ۲۴۳/۱۵، دار صادر بيروت)

"(اللحى) العظم على الأسنان" (المغرب في ترتيب المعرب: ۲/۲۴۴، إدارة دعوة الإسلام) —

مونچھیں مونڈنا

سوال [۱۱۴۱۲]: حدیث شریف میں قص کا لفظ (آیا ہے)، آج کل جو استرہ وبلیڈ سے مونچھیں منڈائی جاتی ہیں، یہ بدعت ہے، بہت سے اہل علم کو بھی دیکھا جاتا ہے، کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مونچھوں کے مونڈنے کے متعلق درمختار میں دو قول نقل کئے ہیں:

"حلق الشارب بدعة، وقيل: سنة الخ" "مشى عليه في الملتقى وعبارة المجتبى بعد ما رمز للطحاوي: حلقه سنة، ونسبه إلى أبي حنيفة، وصاحبيه رحمه الله تعالى، والقصص منه حتى يواري الحرف الأعلى من الشفة العليا سنة بالإجماع الخ". (شامی: ۲۶۱/۵)(۱).

= "اللحية" بالكسر شعر الخدين والذقن" (القاموس المحيط ۴/ ۳۸۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۰۷/۲، سعيد)

"وقال في الشامية في موضع آخر: "واختلف في المسنون في الشارب هل هو القص أو الحلق؟ والمذهب عند بعض المتأخرين من مشايخنا أنه القص، قال في البدائع: وهو الصحيح. وقال الطحاوي: القص حسن، والحلق أحسن، وهو قول علمائنا الثلاثة" (ردالمحتار، كتاب الحج، باب الجنايات: ۵۵۰/۲، سعيد)

حضرت مفتی رشید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

"امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ با اتفاق اعلم بمذہب أبي حنيفة ہیں، آپ کی تحریر کے مطابق باتفاق ائمتنا الثلاثة رحمهم الله تعالى حلق شوارب مسنون ہے۔ حلق کا استیصال کالحلق سے أبلغ في المعنى والميسر في العمل ہونا ظاہر ہے، اس لئے حلق پر إحفاء بمعنى الاستيصال بالقص كالحلق کو ترجیح دینا خلاف معقول ہے"۔ (احسن الفتاوی، كتاب الحظر والإباحة، نيل المآرب بحلق الشوارب: ۴۵۱/۸، سعيد)

مزید تفصیل کے لئے حضرت مفتی احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ "نيل المآرب بحلق الشوارب" ملاحظہ فرمائیں۔

ایک قول سنت کا بھی ہے، لہٰذا مونڈانے والے پر اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۲ھ۔

جواب صحیح ہے، استرہ سے مونڈنے یا بلیڈ سے حکم میں فرق نہ ہوگا۔ فقط۔

بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی داڑھی کیا ناف تک تھی؟

سوال [۱۱۴۱۳]: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈاڑھی کیا ناف تک تھی؟ اس کی مقدار کتنی ہونی چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مشت تک پہنچنے سے پہلے ڈاڑھی کٹانا درست نہیں، ایک مشت کے بعد دونوں قول ہیں، صحیح یہی ہے کہ جو حصہ ایک مشت سے زائد ہو، اس کو کٹانا درست ہے (۱)، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے

---

(۱) "وتطويل اللحية إذا كانت بقدر المسنون وهو القبضة، وصرح في النهاية بوجوب قطع ما زاد على القبضة بالضم، ومقتضاه الإثم بتركه إلا أن يحمل الوجوب على الثبوت، وأما الأخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة، ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد، وأخذ كلها فعل يهود الهند ومجوس الأعاجم". (الدرالمختار). "(قوله: وصرح في النهاية) حيث قال: وما وراء ذلك يجب قطعه هكذا عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "أنه كان يأخذ من اللحى من طولها وعرضها" أورده أبوعيسى يعني الترمذي في جامعه أي قول النهاية يجب بالحاء المهملة ولا بأس به ولا بأس بأن يقبض على لحيته، فإذا زاد على قبضته شيء جزه" (ردالمحتار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم، مطلب الأخذ من اللحية: ۴۱۸/۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم: ۴۹۰/۲، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم: ۴۶۰/۱، دارالمعرفة بيروت)

ثابت ہے۔ پس سنت تو ایک مشت ہی ہے، معمولی اضافہ ہوجائے تو اس میں بھی حرج نہیں، ناف تک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ڈاڑھی احادیث سے ثابت نہیں، کتب تواریخ میں اتنا منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ اور پیٹ پر بال تھے اور ناف تک ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اون دھنی ہوئی ہو(۱)، ممکن ہے کہ اس کو کسی نے ڈاڑھی سمجھ لیا ہو۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ ڈاڑھی کے بال نہیں تھے، بلکہ سینہ کے بال تھے، اگر وہ ڈاڑھی کے بال ہوتے تو ان کو دھنی ہوئی اون سے تشبیہ نہ دی جاتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۱۸ھ۔

موئے زیرِ ناف بالوں کو صاف کرنا اور ڈاڑھی کے بالوں کو بڑھانا، اس میں کیا حکم ہے؟

سوال[۱۱۴۱۴]: ۱۔ موئے زیرِ ناف کی صفائی کا حکم اسلام دیتا ہے اور داڑھی کے بال کو بڑھانے کا حکم دیتا ہے، اس کی کیا علت ہے اور کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ یہ اعتراض ایک غیر مسلم دہریہ کا ہے، جس کی نظر میں قرآن وحدیث کوئی چیز نہیں ہے، جسے مستدل بنا کر جواب دہی کی جائے، وہ سرے سے منکر ہے، لہٰذا عقل وہوش وخرد کی روشنی میں ایسا مفصل جواب دیا جائے، جس سے باطل کو خاموش کیا جاسکے اور ناطقہ کو بند کردیا جائے، بالکل ٹھوس وہوش وخرد سے لگتا ہوا ہونا چاہیے۔

ذبیحہ حلال، جھٹکا حرام کیوں ہے؟

سوال[۱۱۴۱۵]: ۲۔ غیر مسلم کا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ اہلِ اسلام جھٹکے(۲) کا گوشت نہیں کھاتے اور حرام سمجھتے ہیں ایسا کیوں ہے؟ اہلِ اسلام جانور کو ذبح کرتے ہیں اور جھٹکے کی صورت میں جانور کو کم تکلیف ہوتی ہے، بلکہ ایک ہی وار میں اس کو ختم ہوجانا پڑتا ہے اور ذبح کی صورت میں جانور اپنی جان تڑپ تڑپ

---

(۱) "عن أبي رجاء العطاردي قال: رأيت علي بن أبي طالب ربعة ... كثير شعر الصدر والكتفين، كأنما احتاب إهاب شاة". (تاريخ دمشق، حرف العين، علي بن أبي طالب ۴۲/۲۰، دارالفكر بيروت)

(وكذا في البداية والنهاية، سنة خمس وثلاثين، خلافة أمير المؤمنين علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه: ۱۱۲۸/۴، مكتبه مصريه)

(۲) "جھٹکا: تلوار کے ایک ہی وار سے جانور کی گردن کاٹنا جو مسلمان کے نزدیک حرام ہے"۔ (فیروز اللغات، ص ۵۰۸، فیروز سنز لاہور)

کر کھودیتا ہے، اس صورت مذکورہ میں اور جھٹکے میں اگر تقابل کیا جائے، تو ذبح میں تکلیف ایذا رسانی اور ظلم زیادہ ہوتا ہے، اس طرح سے کیوں ہے؟ اس کا جواب بھی عقل کی رہنمائی میں دندان شکن جواب دیا جائے، اس قسم کے اعتراض سے مقصود اسلام کا مذاق اڑانا ہوتا ہے، لہذا غور کر کے جواب دیا جائے۔

حقیقی بہن اور خالہ زاد پھوپھی زاد بہن میں کیا فرق ہے؟

سوال [۱۱۴۱۲]: ۳ چچا پھوپھی ماموں خالہ کی لڑکیوں سے شادی اسلام کی نگاہ میں درست ہوجاتی ہے، لیکن ایک غیر مسلم ہندو اس کو برا گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اپنی بہن کی مانند ہے، اسلام اس سے شادی درست قرار دیتا ہے اور جائز سمجھتا ہے اور اپنی بہن کی لڑکی سے کوئی مذہب شادی بیاہ کو درست نہیں سمجھتا، بلکہ برا سمجھتا ہے، لہذا اس اعتراض کا جواب بھی بجائے نقل عقل سے دیا جائے، تاکہ مخالف اور باطل کو اس کے اعتراض کا جواب کافی وشافی مل جائے اور مطمئن ہوجائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱ جو شخص بنیاد ہی کا منکر ہے، اس سے کسی فرعی مسئلہ میں بحث کرنا، قرین دانش مندی نہیں، بلکہ عقل وخرد کے تقاضے کے ہی خلاف ہے، ہاں! اگر وہ محض اس مسئلہ کی وجہ سے قرآن وحدیث کا منکر ہے اور اس کے سمجھ میں آنے پر قرآن وحدیث کو تسلیم کرنے کا اور ایمان لانے کا وعدہ کرتا ہے، تو پھر اس کا جواب اہم ہوجائے گا اور محض یہ فرعی نہیں رہے گا، بلکہ بنیاد کو تسلیم کرنے کے لئے اس کو بنیاد قرار دیا جائے گا، یعنی اس مسئلہ کی علت وحکمت تو بہت معمولی ہے اس سے کہیں زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ قرآن وحدیث اس کی نظر میں کوئی چیز نہیں۔

اگر اس مسئلہ کی حکمت اس کی سمجھ میں آبھی گئی، تو یہ اس کے لئے ذریعہ نجات نہیں اور اس کی زبان اعتراض سے بند نہیں ہوگی، وہ دس اعتراضات اور بھی کرسکتا ہے، لیکن قرآن وحدیث پر ایمان لے آئے، تو ایسے مسائل خود بخود حل ہوجائیں گے اور ان کی حکمتوں کا سمجھنا بہت آسان ہوجائے گا اور نجات کا دروازہ کھل جائے گا، ورنہ اعتراضات کے دریا میں غوطہ لگاتے لگاتے عمر ختم ہوجائے گی اور ساحل پر نہیں پہنچ سکے گا (۱)۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله، وأن محمداً رسول الله" (صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: بني الإسلام على خمس: ۶/۱، قديمي)

=

۲.....اس کا جواب بھی نمبر ا کی طرح ہے، جس جانور کو "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھ کر ذبح کیا جاتا ہے، اس کو تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کا پاک نام سن کر اس بات سے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کے نام پر ذبح کیا جا رہا ہے، اتنا مسرور و مست ہو جاتا ہے کہ ذبح کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا، اس کے خلاف جس طرح سے بھی اس کو مارا جائے، اس میں بہت اذیت و تکلیف اس کو محسوس ہوتی ہے۔

۳..... اصولی جواب تو وہی ہے جو نمبر ا میں لکھا گیا ہے، کتب فقہ میں ایسے نکاح کی اجازت موجود ہے(۱)، اور کتب حدیث میں زمانہ خیر القرون میں ایسے نکاح کا ثبوت مذکور ہے، قرآن کریم سورہ احزاب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے [illegible] سے نکاح کرنے کو حلال فرمایا گیا ہے۔

۴..... [illegible] (۳) بھی مذکور ہے اور امت کے لئے محرمات و شرکائے سورۂ نساء میں کا بیان فرمایا گیا ہے [illegible] (۴)

غیر مسلم کے نزدیک جب نفس اسلام ہی باطل ہے، تو پھر ان مسائل میں ان کو بحث کرنا ہی بے کار و بے محل ہے، وہ اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھ پاتا تو اس کے فرعی مسائل کی حقیقت کو کیسے سمجھے گا، وہ عقل سے ان

---

(۱) "فالتحقيق أن الإيمان هو تصديق النبي صلى الله تعالى عليه وسلم بالقلب في جميع ما علم بالضرورة مجيئه من عند الله إجمالاً، وأنه كاف في الخروج عن عهدة الإيمان" (شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري، ص: ۸۶، قديمي)

(وكذا في شرح العقائد النسفية، ص: ۱۲۰، قديمي)

"وتحل بنات العمات والأعمام والخالات والأخوال" (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۲۸، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/ ۴۳۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۴۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) الأحزاب: ۵۰

(۳) النساء: ۲۳

قدر بعید بلکہ محروم ہے، کہ بہن کے معنی ومقصود کو بھی نہیں سمجھتا، جو جو رعایت حقیقی بہن کے ساتھ ہے، کیا وہی چچا زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد کے ساتھ بھی ہے؟ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

الفصل الثاني في الشعر

(بالوں کا بیان)

صرف آگے کے بال کٹانا

سوال [۱۱۴۱۷]: عورتوں کے لئے صرف سامنے کے بال کٹانا کیسا ہے؟ اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر کے کچھ حصہ کے بال کٹانا اور کچھ حصہ کے باقی رکھنا منع ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۷/۹۹ھ۔

مانگ کہاں نکالے

سوال [۱۱۴۱۸]: عورتوں کے لئے سر میں مانگ نکالنا کیسا ہے اور کہاں مانگ نکالیں، یعنی سر کے بیچ میں یا کنارہ پر؟

---

(۱) خصوصاً عورت کے لئے تو سر کے بال کٹانا بالکل جائز نہیں، ایسی عورت جو سر کے بال کٹاتی ہے، ملعون ہوتی ہے۔

"وفيه قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت، زاد في البزازية وإن كان بإذن الزوج، لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" (الدرالمختار). "قوله (والمعنى المؤثر) أي: العلة المؤثرة في إثمها التشبه بالرجال، فإنه لا يجوز كالتشبه بالنساء" (ردالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۴۰۷، سعيد)

"وإذا حلقت المرأة شعر رأسها فإن كان لوجع أصابها فلا بأس به، وإن حلقت تشبه الرجال فهو مكروه" (البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴/۲۰۳، دارالمعرفة بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سر کے بیچ میں مانگ نکالنا اچھا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۹ھ۔

ختنہ کے لئے ڈاکٹر کا مسلم ہونا شرط نہیں

سوال[۱۱۴۱۹]: یہاں پر ختنہ سرکاری ہسپتال میں کیا جاتا ہے، ختنہ کرنے والے اکثر ہندو ڈاکٹر ہوتے ہیں، تو ان کے ختنہ کرنے سے سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کام کے لئے ڈاکٹر کا مسلمان ہونا ضروری نہیں، غیر مسلم ختنہ کردے، تب بھی درست ہے، جیسے اور کوئی آپریشن یا علاج کردے یا غیر مسلم کسی محرم کا سر مونڈ دے، تو وہ حلال ہو جائے گا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

منگل اور ہفتہ کے دن اصلاح بنوانا

سوال[۱۱۴۲۰]: ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ منگل اور ہفتہ کے دن

---

(۱) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يسدل شعره وكان المشركون يفرقون رؤسهم ثم فرق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رأسه". (شمائل ترمذي الملحق بالجامع الترمذي، باب ماجاء في شعر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ص: ۳، سعيد)

(وسنن أبي داود، كتاب اللباس، باب ماجاء في الفرق: ۲/۲۲۲، مكتبه إمداديه ملتان)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل: ۲/۳۸۰، قديمى)

(۲) "فيه إشارة إلى أن المريض يجوز له أن يستطب بالكافر فيما عدا إبطال العبادة". (ردالمحتار، كتاب الصوم، فصل في العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۲/۴۲۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۴۹۳، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصوم، فصل في العوارض: ۲/۲۸۸، إمداديه ملتان)

اصلاح (۱) نہ بنواؤ، کیونکہ اس دن اصلاح بنانے سے برص کی بیماری ہوتی ہے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میں نے کسی حدیث کی کتاب میں یہ چیز نہیں دیکھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۲/ ۸۹ھ۔

بال صفا صابن کا استعمال

سوال [۱۱۴۲۱]: بال صفا صابن کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

---

(۱) اصلاح بنوانا حجامت بنوانا، خط بنوانا۔

منگل اور ہفتہ کے بارے میں تو حدیث نہیں ملی، البتہ فیض القدیر میں بدھ کے روز ناخن کاٹنے سے منع کرنے کے سلسلہ میں ایک اثر کا ذکر ہے:

"وفي بعض الآثار النهي عن قص الأظافر يوم الأربعاء، وأنه يورث البرص. قال في المطامع وأخبر ثقة من أصحابنا عن ابن الحاج، وكان من العلماء المتقين أنه هم بقص أظافره يوم الأربعاء فتذكر الحديث الوارد في كراهته فتركه، ثم رأى أنها سنة حاضرة فقصها فلحقه برص، فرأى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في نومه فقال له: ألم تسمع نهيي عن ذلك؟ فقال: يا رسول الله لم يصح عندي الحديث عنك. قال: يكفيك أن تسمع، ثم مسح بيده على بدنه فزال البرص جميعاً" (فيض القدير ۸۸/۱، رقم الحديث: ۸، نزار مصطفى الباز)

یہیں واضح رہے کہ علامہ مناوی نے اس اثر کو ذکر کرنے کے بعد اس بات کی صراحت کی ہے کہ بدھ کے دن سے یا کسی بھی دن سے بدشگونی کرتے ہوئے کسی کام سے اجتناب کیا جائے، یہ بات بالکل درست نہیں، لہٰذا منگل اور ہفتہ کے دن اصلاح بنوانا جائز اور درست ہے۔

"والحاصل أن توقي يوم الأربعاء على جهة الطيرة، وظن اعتقاد المنجمين حرام شديد التحريم، إذ الأيام كلها لا تضر ولا تنفع بذاتها" (فيض القدير ۸۹/۱، رقم الحديث ۸، نزار مصطفى الباز)

(وكذا في كشف الخفاء، حرف الهمزة: ۱۸/۱، ۱۹، رقم الحديث: ۳، المكتبة العصرية)

الجواب حامداً ومصلیاً:

درست ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "ویبتدئ من تحت السرة، ولو عالج بالنورة یجوز کذا في الغرائب" (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: ۴۰۶/۶، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب التاسع عشر في الختان والخصاء: [illegible] ۳۵۸، رشیدیه)

(وکذا في حاشیة الطحطاوي علی الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع: [illegible] ۲۰۳، دارالمعرفة بیروت)

ایسا صابن جس میں ناپاک اجزا نہیں ہیں، استنجا کی جگہ میں استعمال کرسکتے ہیں۔ (نظام الفتاویٰ، کتاب الحظر والإباحة: ۳۵۲/۱، رحمانیه)

الفصل الثالث في تقليم الأظفار

(ناخن کاٹنے کا بیان)

مغرب کے بعد ناخن کاٹنے کا حکم

سوال[۱۱۴۲۲]: کیا مغرب بعد ناخن کاٹنا مکروہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مجھے کسی فقہی کتاب میں دیکھنا یاد نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۷/۳/۱۷ھ۔

☆......☆......☆......☆ ☆

(۱) مکروہ تو نہیں، البتہ عالمگیری میں ایک جزئیہ ہے جس سے عدم کراہت ثابت ہوتی ہے۔

"حكي أن هارون الرشيد سأل أبا يوسف رحمه الله تعالى عن قص الأظافير في الليل فقال: ينبغي، فقال ما الدليل على ذلك، فقال: قول عليه الصلاة والسلام الخير لايؤخر" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان: ۳۵۸/۵، رشيديه)

الفصل الرابع في الختان

(ختنہ کا بیان)

عورتوں کا ختنہ

سوال[۱۱۴۲۳]: زید کہتا ہے کہ اسلام سے قبل عورتوں کا ختنہ ہوا کرتا تھا، یہ رواج عام تھا یا کہیں کہیں؟ کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

عورتوں کے ختنہ کا تذکرہ کتب حدیث، فقہ میں مذکور ہے۔ ملاحظہ ہو طحطاوي، ص: ۷۸ علی مراقي الفلاح، کتاب الطهارت، فصل مایوجب الاغتسال(۱).

صرف یہ بات نہیں کہ اسلام سے قبل رواج تھا، یہ بات کہ کہاں کہاں رواج تھا اور کب تک رہا، معلوم نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۷/ ۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۷/ ۸۵ھ۔

لڑکی کا ختنہ

سوال[۱۱۴۲۴]: لڑکی کا ختنہ کرانا کیسا ہے؟ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کس جگہ سے کرانا چاہیے؟ شوہر اپنی بیوی کا ختنہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ نابالغ لڑکے اور لڑکیوں کا ختنہ کرانا سنت ہے؟ لڑکے اور

---

(۱) (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الطهارة، باب مايوجب الاغتسال، ص: ۹۸، قديمي)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۱، سعيد)

(وكذا في فتح باب العناية، كتاب الكراهية: ۳/ ۳۷، سعيد)

للغزالی) كان لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ترس فيه تمثال رأس كبش، فكره رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فأصبح يوما وقد أذهبه الله عزوجل (تلقيح فهوم أهل الأثر لابن الجوزي، ص: ۲۰، كذا في إمداد المفتين مع عزيز الفتاوى: ۸۰۷/۲٤(۱).

یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کا فوٹو جائز ہے، حج کے لئے یا پاسپورٹ میں مجبوراً اجازت ہے(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم ... ۱۰۰...

---

(۱) حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

- صرف چہرہ کی تصویر یا نصف دھڑ کی تین نصف اس کی ... بھی مکمل تصویر کے حکم میں ہے۔

[illegible]

فكل شيء ليس له رأس فليس بصورة. معاني الآثار: ۳٦٦/۱.

اور شرح احیاء العلوم میں حضرت عکرمہ سے مروی ہے "كل شيء له رأس فهو صورة، إتحاف السادة". (إمداد المفتين، كتاب الحظر والإباحة، صرف چہرہ کی تصویر، ص ۸۲۳، دارالاشاعت)

"المراد من الصور التي فيها الروح مما لم يقطع رأسه، أو لم يمتهن بالوطء". (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب ۸۹: ۲۲ ۱۰۸، دارالكتب العلمية بيروت)

"(قوله: أو مقطوعة الرأس) أي: سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي ... لأنها لا تعبد بدون الرأس عادة ... وقيد بالرأس؛ لأنه لا اعتبار بإزالة الحاجبين أو العينين؛ لأنها تعبد بدونها، وكذا لا اعتبار بقطع اليدين". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة: ٦٤٨/۱، سعيد)

(۲) اگر یہ سفر کسی ضرورتِ شرعی کے لئے یا معاش کی شدید ضرورت کے لئے ہو، تو بوجہ اضطرار کے فوٹو ... ہے۔

"لما في شرح السير الكبير: وإن تحققت الحاجة إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال فلا بأس باستعماله، لأن موضع الضرورة مستثناة من الحرمة كما في تناول الميتة". (تصویر کے شرعی احکام، ص: ۸۱، إدارة المعارف)

"اگر سفر ضروری ہو، تو تصویر کھنچوانی بھی مباح ہوگی، ورنہ نہیں"۔ (کفایت المفتی، کتاب الحظر والإباحۃ ۹: ۲۳۴، دارالاشاعت)

دکان سے بہت خطرناک ہے، گویا کہ اپنی دکان والے ایک غیر مسلم کی دکان ظاہر کرتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۷/۱۴۰۶ھ۔

تجارت کے لئے کپڑے پر فوٹو بنانا

سوال[۱۱۶۳۲]: بندہ پارچہ کی دکان میں کام کرتا ہے، ان تھانوں کے کنارہ پر پھولوں پتی بھی بنائی پڑتی ہے، عرصہ سے لوگوں کی خواہش تھی کہ کنارہ پر مور بنادوں، میں ٹالتا رہا، مگر اب جب کہ روزگار خراب چل رہا ہے اور گاہکوں کا اصرار بڑھا تو میں نے مور کا ڈیزائن بنادیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا ڈیزائن تیار کرنا جس سے تجارت اچھی چل سکے، جائز ہے یا ناجائز؟ نہ بنانے سے مالک ناراض ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر خواہ دیوار پر بنائی جائے، خواہ کاغذ پر، خواہ کپڑے وغیرہ پر، چاہے قلم سے بنائی جائے یا مشین سے یا کسی اور آلہ سے، چاہے ہاتھ سے بنائی جائے یا ایک تصویر الگ بنائی جائے، کپڑے کی بناوٹ میں یا کسی اور چیز کی بناوٹ میں، بہرصورت ناجائز اور گناہ ہے، اپنی مرضی سے ہو یا کسی کی فرمائش سے، روپیہ کے لالچ میں یا ویسے ہی نفس کی خواہش سے، کسی طرح اجازت نہیں (۱)۔

جو کام ناجائز ہے وہ کسی دوسرے کی خواہش یا فرمائش یا اس کی ناخوشی کے ڈر سے جائز نہ ہوگا۔ سچے مسلمان کی آزمائش کا موقع یہی ہوتا ہے کہ ایک ناجائز کام کو دوسرے لوگ کرتے اور نفع کماتے ہیں اور یہ نفع کی پرواہ نہیں کرتا، بلکہ تقویٰ اختیار کرتا اور دوسروں کی ناراضگی برداشت کرتا ہے، مگر خدائے پاک کی نافرمانی نہیں کرتا،

---

(۱) عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: أشد الناس عذاباً عند الله المصورون. متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، رقم الحديث: ۴۴۹۷، ۳/۱۳۹، دار الكتب العلمية بيروت)

فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة بخلق الله تعالى (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/۶۴۷، سعيد)

وكذا في شرح مسلم للنووي، كتاب اللباس، باب تحريم تصوير صورة الحيوان: ۲/۱۹۹، قديمي

اگر مہرہ کا سر نہ بنایا جائے تو اس کی شرعاً اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/۷/۸۵ھ۔

پلاسٹک کی گڑیاں اور تصویریں بیچنا

سوال[۱۱۴۳۳]: زید نماز اور زکوۃ کا پابند ہے، زید حج بیت اللہ میں تھا، اس کے بعض ذمہ داروں نے دکان پر کچھ تصویریں، ہولی کی پچکاریاں، چڑیاں، گڑیاں، پلاسٹک وغیرہ کی منگوائیں اور دوسرے سامان کے ساتھ ان کو بھی منگوایا اور فروخت کرنے لگے، زید سمجھتا ہے کہ ان کو فروخت کرنے سے پرہیز لازم ہے، البتہ مہر بند سامان پر اس قدر شدت نہیں برتی جاسکتی، کہ وہ عموم بلویٰ میں شامل ہے۔ اب زید کو اپنا کاروبار کس طرح جاری رکھنا چاہیے؟ تاکہ وہ کھلی ہوئی قباحت سے بچے اور سبب معاش کا طریقہ حلال اور طیب ہوسکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ خیال بہت مبارک ہے(۲)، اس کو اپنے سابق طور پر رہنا ہی چاہیے، نامناسب چیزوں کی

---

(۱) حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

صرف چہرہ کی تصویر یا نصف دھڑ کی تصویر بھی مثل تصویر کے حرام ہے۔

لما في رواية الطحاوي عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: الصورة الرأس، فكل شيء ليس له رأس فليس بصورة. معاني الآثار: ۱/۳۶۶

اور شرح احیاء العلوم میں حضرت عکرمہ سے مروی ہے: "كل شيء له رأس فهو صورة، إتحاف السادة". (إمداد المفتيين، كتاب الحظر والإباحة، صرف چہرہ کی تصویر، ص ۸۲۴، دار الاشاعت)

"المراد من الصور التي فيها الروح مما لم يقطع رأسه أو لم يمتهن بالوطء". (عمدة القاري، كتاب اللباس، باب: ۸۹: ۲۲/۱۰۸، دار الكتب العلمية بيروت)

"(قوله: أو مقطوعة الرأس) أي سواء كان من الأصل أو كان لها رأس ومحي ... لأنها لا تعبد بدون رأس عادة ... وقيد بالرأس؛ لأنه لا اعتبار بإزالة الحاجبين أو العينين؛ لأنها تعبد بدونها، وكذا لا اعتبار بقطع اليدين". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة: ۱/۶۴۸، سعيد)

(۲) وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه =

تجارت سے پرہیز کرے، خواہ وہ مکروہ کے درجہ میں ہوں یا حرام ہوں(۱)۔ مہر بند سامان پر کسی چیز کی تصویر ہو، تو اس تصویر کی خرید وفروخت مقصود نہیں ہوتی، وہ تو محض مارک ہے(۲)۔ بخلاف گڑیوں اور جاندار کی تصویر سے کھلونے، کہ وہ مقصود ہوتی ہے، فرق ظاہر ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۶/۲۵ھ۔

— لما سنبين، أو لعدمه فقطعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مصادمة لحق الله تعالى". (رد المحتار، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، مطلب: إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة: ۱/۶۴۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها: ۲/۱۲، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة الخ: ۱/۲۸۵، رشيديه)

(۲) "وبطل بيع مال غير متقوم، أي غير مباح الانتفاع به ابن كمال، فليحفظ، كخمر وخنزير وميتة لم تمت حتف أنفها". (الدر المختار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۵/۵۵، سعيد)

"فتحصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع". (الدر المنتقى مع مجمع الأنهر، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد: ۳/۸۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وهذا لأن محلية البيع بالمالية، والمالية بالانتفاع، والناس اعتادوا الانتفاع بالعين والسرقين من حيث الإلقاء في الأرض لكثرة الريع". (المبسوط للسرخسي، كتاب البيع، في بيع المحرمات: ۷/۳۰۲، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۲) بنداس کی بیع درست ہوگی۔

"الأمور بمقاصدها يعني: أن الحكم الذي يترتب على أمر يكون على مقتضى ما هو المقصود من ذلك الأمر ... اعلم أن الكلام هنا على حذف المضاف، والتقدير: حكم الأمور بمقاصدها، يعني أن الأحكام الشرعية التي تترتب على أفعال المكلفين منوطة بمقاصدهم من تلك الأفعال، فلو أن الفاعل المكلف قصد بالفعل الذي فعله أمرًا مباحًا، كان فعله مباحًا، وإن قصد أمرًا محرمًا، كان فعله محرمًا". (شرح المجلة لسليم رستم باز، المقالة الثانية: ۱/۱۷، ۱۸، رقم المادة: ۲، مكتبه حنفيه كوئٹه)

(وكذا في قواعد الفقه، ص: ۶۲، ۶۳، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الأول في القواعد الكلية، رقم القاعدة: ۲، ۱/۵۹، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "وكذا بطل بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير، ويدخل فيه فرس ... أو ثور من خزف للاستئناس

تصاویر کی تجارت کرنا

سوال[۱۱۳۳۲]: ایک مسلم تاجر آتش بازی، تاش اور تصویر جس میں فلمی فوٹو اور ہندو مذہب کے دیوتاؤں کی تصویر ہوتی ہیں، فروخت کرتے ہیں، ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تصویر اور تاش وآتش بازی کی تجارت بھی منع ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

= سنة وبدعة: ۱/۶۴۷، سعید)

"عن عائشة رضي الله تعالى عنها، أنه اشترت نمرقة فيها تصاوير، فلما رآها رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، قام على الباب فلم يدخل، فعرفت في وجهه الكراهة. قالت: فقلت: يا رسول الله! أتوب إلى الله وإلى رسوله ماذا أذنبت؟ فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما بال هذه النمرقة؟" قلت: اشتريتها لتقعد عليها وتوسدها، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن أصحاب هذه الصور يعذبون يوم القيامة، يقال لهم: أحيوا ما خلقتم"، وقال: "إن البيت الذي فيه الصورة لا تدخله الملائكة". متفق عليه" (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمي)

"لا يحل عمل شيء من هذه الصور، ولا يجوز بيعها ولا التجارة لها، والواجب أن يمنعوا من ذلك" (منوع لقصد والمراد، ص: ۲۰، بحوالہ تصویر کے شرعی احکام، مؤلفہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، تصاویر کی تجارت، ص: ۸۹، إدارة المعارف کراچی)

"ما قامت المعصية بعينه يكره تحريماً، وإلا فتنزيهاً" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۷۱، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

"وكذلك بيع هذه الصور لمن يشتري لأجل المعصية فيستحق بيعه، وإجارتها وإن لم يصرح به في حين هذه الصور فإن المعصية بعين هذا العقد، والعاقدان كلاهما آثمان بنفس العقد، سواء استعمل بعد ذلك أو لا" (جواهر الفقه، تفصيل الكلام في مسألة الإعانة على الحرام: ۲/۴۳۹، دار العلوم كراچي)

"ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهاً" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب

تصویر پر پھول چڑھانا

سوال [۱۱۴۳۷]: تصویر پر پھول چڑھانا یا ہار پہنانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر بنانا بھی ناجائز اور ایسی تصویر کی تجارت کرنا بھی ناجائز ہے اور پھول چڑھانا بھی منع ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

برتنوں پر جاندار کی تصویر بنانے کی اجرت

سوال [۱۱۴۳۸]: ہمارے مرادآباد میں برتنوں کا کام ہوتا ہے، بعض برتن مورتی کا بھی بنتا ہے اور

= الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۱/۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۱/۸، رشيدية)

(۱) "عن أبي طلحة رضي الله تعالى عنه قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمي)

"فظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب، أو بساط، أو درهم، وإناء، وحائط، وغيرها". (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة ...: ۶۴۷/۱، سعيد)

(وكذا في تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، حكم الصور الشمسية: ۱۶۳/۴، مكتبه دارالعلوم كراچی)

"ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهاً". (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۹۱/۲، سعيد)

"لا يحل عمل شيء من هذه الصور، ولايجوز بيعها ولا التجارة". (بلوغ القصد والمرام، ص: ۲۰، بحواله: تصویر کے شرعی احکام، عنوان: تصویر کی تجارت، ص: ۸۹، ادارة المعارف کراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۱/۸، رشيديه)

بعض برتنوں میں مورتی اور ذی روح جانور مثلاً مچھلی وغیرہ بناتے اور کھودتے ہیں، یہ مورتی اور جانور کا بنانا، کھودنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی اجرت لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

برتنوں پر جانداروں کی تصویریں بنائی جاتی ہیں، [illegible] بنائے جاتے ہیں [illegible] کام جائز ہوا تو اس کا [illegible] کام ناجائز ہے [illegible] اصل مقصود تو [illegible] برتنوں کی تصویریں تو اس پر محض زینت کے لئے بنائی جاتی ہیں، جائز کام کی اجرت جائز ہوتی ہے، ناجائز کام کی اجرت ناجائز (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۹ھ۔

تجارتی کتابوں پر فوٹو کا حکم

سوال[۱۱۲۳۹]: مکان اور دکان کے اندر بہت سی کتابیں اور بہت سی چیزیں جو دکان پر فروخت کی جاتی ہیں، سامان وغیرہ اور گھر کے سامان جو کہ استعمال میں آتے ہیں، ان کتابوں [illegible] پر فوٹو اور مورت، شکل وصورت وغیرہ ہوتی ہے، جو کہ مجبوراً رکھنی پڑتی ہیں اور خرید وفروخت کرنی پڑتی ہے، کیا کسی صورت

---

(۱) قال الشيخ المفتي محمد شفيع العثماني رحمه الله تعالیٰ:

"[illegible]

[illegible]

[illegible]"

"كما يستفاد من بلوغ القصد والمرام معزيا للهيثمي، ولما هو من القواعد المسلمة من فقه الأحناف أن كثيراً من الأفعال لايجوز قصداً ويجوز تبعاً، كما صرحوا في جواز بيع الحقوق تبعاً للدار ولا إصالة وقصداً". (تصویر کے شرعی احکام، ص: ۸۸، إدارة المعارف کراچی)

"قد يثبت من الحكم تبعاً مالا يثبت مقصوداً، كالشرب في البيع، والبناء في الوقف" (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في وقف المنقول تبعاً للعقار: ۴/ ۳۶۱، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۳۳۴، رشيديه)

میں رحمت کا فرشتہ داخل ہوگا یا نہیں؟ یا گناہ کا مستحق بنے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جاندار کی تصویر ہو، تو اس پر کتاب وغیرہ رکھ کر اس کو پوشیدہ کردیا جائے، ورنہ رحمت کا فرشتہ نہیں آئے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، (صدر مفتی) دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۷/ ۱۴۰۷ھ۔

تصویر والے اخبارات ورسائل کا بیچنا

سوال [۱۱۴۴۰]: اردو انگریزی ہندی اخبارات ورسائل جن میں ہر قسم کی فحش وغیر فحش تصاویر سینماؤں کے اشتہار بعض مخرب اخلاق مضامین، رومانی واقعات وغیرہ خلاف شرع امور ہوا کرتے ہیں اور تقریباً کوئی اخبار ان خلاف شرع امور سے خالی نہیں ہوتا، ایسے اخبار کی ایجنسی مسلمانوں کو لینا کیسا ہے؟ جب کہ اکثر مسلمان لڑکے یہاں یہ کاروبار کرتے ہیں۔

ایم اے رحمٰن مکان نمبر ۱۰۳۴/ ۵۰۹، حیدر گوڑہ، حیدر آباد (اے۔پی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اخبارات ورسائل میں کارآمد ومفید مضامین بھی ہوتے ہیں، اس لئے سب کی خرید وفروخت کو ناجائز

---

(۱) "قال النبي صلی الله تعالی علیه وسلم "لا تدخل الملائكة بیتاً فيه كلب ولا تصاوير" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول، ص: ۳۸۵، قديمی)

"لاتدخل الملائكة أي ملائكة الرحمة والبركة قال الخطابي إنما لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب، أو صورة مما يحرم اقتناؤه من الكلاب، والصور وأما ماليس بحرام مثل كلب الصيد، والزرع، والماشية، ومن الصور التي تمتهن في البساط، والوسادة، وغيرهما فلا يمنع دخول الملائكة بيته. وقيل هو على عمومه، ورجحه القرطبي واختاره النووي. فقد قال النووي رحمه الله تعالى الأظهر أنه عام في كل كلب وصورة وإنهم يمتنعون من الجميع لإطلاق الأحاديث" (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۶/۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة: ۱/ ۶۴۹، سعيد)

نہیں کہا جائے گا(۱)، جو مضامین لکھنے والے ہیں، خدائے پاک ان کو ہدایت دے کہ وہ مفید مضامین لکھا کریں اور دیکھنے والوں کو ہدایت دے کہ مخرب اخلاق مضامین سے پرہیز کریں اور برے اثرات قبول نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/ ۱۲/ ۹۵ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) قال الشيخ المفتي محمد شفيع العثماني رحمه الله تعالى

"بیع شراء میں اگر تصویر خود مقصود نہ ہوں، بلکہ دوسری چیزوں کے تابع ہو کر آجاتی ہیں جیسے شرعی امور میں ... کی ہوتی ہیں، یہ برتنوں اور دوسری مصنوعات جدیدہ میں اس کا رواج عام ہے، تو اس کی خرید وفروخت جائز ہے۔

"كما يستفاد من بلوغ القصد والمرام معزيا للهيثمي، ولما هو من القواعد المسلمة من فقه الأحناف أن كثيرا من الأفعال لايجوز قصدا ويجوز تبعا، كما صرحوا في جواز بيع الحقوق تبعاً للدار ولا إصالة وقصداً". (تصویر کے شرعی احکام، ص: ۸۸، إدارة المعارف كراچی)

"قد يثبت من الحكم تبعا مالا يثبت مقصوداً، كالشرب في البيع، والبناء في الوقف".
(رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب في وقف المنقول تبعاً للعقار: ۴/ ۳۶۱، سعيد)
وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۳۳۴، رشيديه)

الفصل الثاني في الملهي والتلفزيون

(سینمااورٹی وی کابیان)

کیااخلاقی فلمیں اچھاشہری بناتی ہیں؟

سوال[۱۱۴۴۱]: مدرسہ دارالعلوم میں جدیدنصاب میں داخل کتاب میں لکھوایا گیاہے،وعظ، اچھی تقریریں،اخباراوراخلاقی فلم اچھے شہری بناتی ہیں،ایسا لکھنا صحیح ہے؟اس علم کو پڑھنا جائز ہے یانہیں؟اگر جائزقراردیاجائے تومناسب ہےاورطلباءپڑھتے ہیں اورطلباءکی ذہنیت گندی ہوتی ہے،اگراخلاقی فلمیں دیکھنا جائزقراردیاجائے،توفلمیں خانہ خداکوبدرجۂ اولیٰ جائزقراردیاجائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی شی میں دنیوی فوائد کا ہونااس کے جائز ہونے کی دلیل نہیں،جیسے شراب میں نفع ہونے کاقرآن پاک نے بھی اقرار کیا ہے،پھر بھی وہ حرام ہے،کوئی بے وقوف اگرقرآن پاک میں اس کانفع پڑھ کراس کا استعمال کرنے لگے،یہ خوداس کی غلطی ہے۔

﴿يسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما﴾ الآية(۱).

جوشخص فلمیں یاہرقسم کے جھوٹے سچے اخبار دیکھتے ہیں،وہ شریعت کی نظرمیں اچھے نہیں،رسالہ اخبار بني(۲) حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شائع شدہ ہے،اس کودیکھئے،فلم پربھی ان کامستقل رسالہ ہے(۳)۔

---

(۱) (البقرة: ۲۱۹)

(۲) (إمداد الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، رسالہ اخبار بني: ۴/۱۲۰، مکتبہ دارالعلوم)

(۳) (إمداد الفتاوی، کتاب الحظر والإباحة، رسالہ تصحيح العلم في تقبيح الفلم: ۴/۱۲۰، مکتبہ دارالعلوم)

ہاں! بازار میں لوگوں کی اصلاح میں ایسا شخص ضرور ہی اچھا شبہ کی ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک عیب ہنر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۸۹ھ۔

نعت کو ساز پر سننا

سوال[۱۱۴۴۲]: نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نعت شریف مع ساز کے سننا کیسا ہے؟ جب کہ نعت کے الفاظ پر غور کرتا ہو قطع نظر کرتے ہوئے ساز کے بالکل دھیان ہی نہ دیتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ساز کے ساتھ نعت شریف کو پڑھنا نہایت خطرناک ہے، فقہاء نے اس پر بہت سخت حکم لگایا ہے۔ سننے والا ایسی خطرناک چیز کو سن کر خود بھی خطرہ مول لیتا ہے، اگرچہ اس کا دھیان ساز کی طرف نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۷/۱۴۰۶ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان يكره رفع الصوت عند قراءة القرآن" (مصنف ابن أبي شيبة، كتاب فضائل القرآن، من كره رفع الصوت واللغط عند قراءة القرآن: ۱۰/۵۲۳، ۵۲۴، المجلس العلمي)

"عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم أنه كره رفع الصوت عند قراءة القرآن، والجنازة، والزحف، والذكر فما ظنك عند الغناء الذي يسمونه وجدا ومحبة، فإنه مكروه لا أصل له في الدين" (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۸، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات: ۴/۲۱۹، مكتبه غفاريه كوئته)

باب الألعاب

(کھیلوں کا بیان)

تاش کا حکم

سوال[۱۱۴۴۳]: تاش کھیلنا جب کہ کوئی شرط وغیرہ نہ ہو، جب کہ تاش پر فوٹو وغیرہ بھی ہوتے ہیں، جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ محض تفریح کے لئے ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تاش کھیلنا بغیر مالی ہار جیت (جوا) کے بھی جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۱/ ۸۷ھ۔

---

(۱) تاش کے پتوں پر جاندار کی تصویریں بنی ہوتی ہیں اور اس میں انہماک سے دینی کاموں کا ضیاع لازم آتا ہے، لہٰذا بغیر جو کے بھی اس سے اجتناب لازم ہے۔

"عن عبدالله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "أشد الناس عذاباً عندالله المصورون" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، رقم الحديث: ۴۴۹۷: ۲/ ۱۳۹، دارالكتب العلمية بيروت)

"قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تدخل الملائكة بيتاً فيه كلب ولا تصاوير" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الأول: ۲/ ۱۳۷، دارالكتب العلمية بيروت)

"وبالجملة أن هذه التصاوير الملعونة جماع الإثم، والفواحش، لو لم يكن فيها نص من الشارع عليه الصلاة والسلام لكانت المفاسد التي تنشأ منها كافية بلا ريب ونكران" (التعليق الصبيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۵/ ۶، رشيديه)

شطرنج کی ممانعت پر دلیل

سوال[۱۱۴۴۴]: شطرنج کھینا مکروہ ہے یا حرام ہے؟ نیز اس کی ممانعت جن الفاظ کے ساتھ حدیث پاک میں آئی ہے، وہ تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شطرنج میں اگر قمار وغیرہ نہ ہو، تو مکروہ ہے، کذا في البحر(۱)۔

شطرنج کے متعلق صراحۃً کوئی حدیث صحاح میں دیکھنا محفوظ نہیں، البتہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے الزواجر(۲) میں بعض روایت نقل کی ہیں، ابوداؤد شریف میں نردشیر کی ممانعت ان الفاظ کے ساتھ ہے:

"من لعب بالنردشير فقد عصى الله ورسوله" (أبوداود، باب في النهي عن اللعب عن النرد: ۲/۶۷۵)(۳).

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۸۰، رشيديه)

"وكره تحريماً اللعب بالنرد وكذا الشطرنج وهذا إذا لم يقامر، ولم يداوم، ولم يخل بواجب، وإلا فحرام بالإجماع" (الدرالمختار مع ردالمحتار، الحظر والإباحة: ۶/۳۹۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو: ۵/۳۵۲، رشيديه)

(۲) "عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "إن لله تعالى في كل يوم ثلاثمائة وستين نظرة إلى خلقه ليس لصاحب الشاه فيها نصيب" وفسر صاحب الشاه بلاعب الشطرنج، لأنه يقول: شاه" (الزواجر عن اقتراف الكبائر، كتاب الشهادات، الكبيرة الخامسة والأربعون: ۲/۳۳۲، دار الفكر بيروت)

"وروي عنه صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "أشد الناس عذاباً يوم القيمة صاحب الشاه" يعني صاحب الشطرنج" (الزواجر، كتاب الشهادات، الكبيرة الخامسة: ۲/۳۳۲، دار الفكر بيروت)

"أن أباموسى الأشعرى رضي الله تعالى عنه قال: لا يلعب بالشطرنج إلا خاطئ، وعنه أنه سئل عن لعب الشطرنج، فقال: هي من الباطل ولا يحب الله الباطل" (مشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۲/۱۳۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) (سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في النهي عن اللعب بالنرد: ۲/۳۳۳، رحمانيه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، باب التصاوير: ۲/۱۳۰، دارالكتب العلمية بيروت)

نردشیر کی تشریح شطرنج کے ساتھ کی گئی ہے۔ كذا في فتح القدير: ٦ ٣٩(١)

اور کنز الدقائق کی شرح زیلعی ۴ ۲۲۳ میں حدیث شریف کے یہی الفاظ اس طرح بھی منقول ہیں:

"قال عليه الصلوة والسلام: "ملعون من لعب بالنرد"(٢)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/ ۱/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۱/ ۸۹ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(١) (فتح القدير، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته: ٦/٣٨٥، رشيديه)

(٢) (تبيين الحقائق، كتاب الشهادة، باب من تقبل شهادته ومن لاتقبل: ٤/٢٢٣، إمداديه)

باب الموالات مع الكفار والفسقة

(کفار اور فاسقوں کے ساتھ دوستی کرنے کا بیان)

غیر مسلم بیمار کی خدمت اور اس کے لئے دعائے صحت

سوال[۱۱۴۴۵]: غیر مسلم مریضوں کی خدمت نصرت اور تیمارداری کرنا کیسا ہے؟ بعد از نماز ان کے لئے دعاءِ صحت کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا کرنا بلندی اخلاق ہے، جب کہ کوئی دنیوی لالچ نہ ہو، دعائے صحت بھی درست ہے کہ حق تعالیٰ ہدایت دے(۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱۲/۱۸ھ۔

مشرک کے لئے دعائے مغفرت کرنے کا حکم

سوال[۱۱۴۴۶]: ایک شخص عبدالحیٔ تھا، اعمال شرکیہ میں مبتلا تھا، عقیدہ بھی شرک کا رکھتا تھا اور لوگوں کو بھی شرک میں مبتلا کرتا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر کہتا تھا، نذر ونیاز کرتا اور کراتا تھا غیر اللہ کی، اکابرین امت کو کافر کہتا تھا، اب وہ مرگیا، میں اس کو مشرک کہتا ہوں اور اس کے لئے دعائے

---

(۱) "(قوله: وجاز عيادته) أي عيادة مسلم ذمياً نصرانياً أو يهودياً، لأنه نوع بر في حقهم، وما نهينا عن ذلك. وصح أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عاد يهودياً مرض بجواره" (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۳۸۸/۲، سعيد)

(وكذا في فتح باب العناية، كتاب الكراهة: ۲۹/۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۳۷۴/۸، رشيديه)

مغفرت وغیرہ کچھ نہیں کرتا ہوں، کیا میں اس کو شرعاً مشرک سمجھوں یا دعائے مغفرت وغیرہ کروں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص بحالت شرک مرے، اس کے لئے دعائے مغفرت ناجائز ہے(۱)، مگر اس کا حکم لگانا کہ فلاں شخص مشرک مرا ہے یہ بھی آسان کام نہیں (۲)، بہرحال جس پر شرک کا حکم نہ لگایا جائے، دعاءِ مغفرت تو اس کے لئے بھی لازم نہیں، سکوت ہی مناسب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/ ۸/ ۱۴۰۰ھ۔

غیر مسلم کے مکان پر قیام اور اپنی حاملہ بیوی سے ہمبستری کرنا

سوال [۱۱۴۴۷]: اس بارے میں کہ مجھے اکثر دیہات میں جانا پڑتا ہے، کبھی کبھی رات بھی وہیں

---

(۱) "قال الله تعالى: ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبداً﴾ ﴿ولا تصل﴾ الآية والمراد من الصلاة المنهي عنها صلاة الميت المعروفة. وهي متضمنة للدعاء والاستغفار والاستشفاع" (روح المعاني: ۱۰/ ۱۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال: وشرطها أي: شرط الصلاة عليه إسلام الميت، وطهارته، أما الإسلام فلقوله تعالى: ﴿ولا تصل على أحد منهم مات أبداً ولا تقم على قبره﴾ ولأنها شفاعة للميت إكراماً له وطلباً للمغفرة، والكافر لا تنفعه الشفاعة، ولا يستحق الإكرام" (تبيين الحقائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۱/ ۵۷۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الصلاة، باب الجنائز: ۲/ ۳۱۴، رشيديه)

(۲) "عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق، ولا يرميه بالكفر إلا ارتدت عليه إن لم يكن صاحبه كذلك" (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب ماينهى عن السباب واللعن: ۲/ ۸۹۳، قديمى)

"قال الإمام النووي رحمه الله تعالى: في تأويل هذا الحديث أوجه: أحدها: أنه محمول على المستحل لذلك، وهذا يكفر" (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم: ياكافر!: ۱/ ۵۷، قديمى)

(وصحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان من قال لأخيه المسلم يا كافر: ۱/ ۵۷، قديمى)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم: ۹/ ۵۵، رشيديه)

کرنی پڑتی ہے اور اکثر قیام غیر مسلم لوگوں میں ہوتا ہے اور وہ لوگ ناجائز چیزیں مثلاً شراب، سور کا گوشت استعمال کرتے ہیں، کیا ایسی جگہ پر کھانا درست ہے؟

اگر بیوی حاملہ ہو تو صحبت درست ہے یا نہیں؟ اس سے قبل میں نے آپ سے یہ سوال کیا تھا تو آپ نے لکھا تھا شرعاً کوئی پابندی نہیں، لیکن طبی نقطۂ نظر سے قرب ولادت میں احتیاط کریں، لیکن یہاں لوگ یہ بات نہیں مانتے، ایک صاحب فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں میری بحث ہندوستان کے بہت بڑے عالم سے ہوئی ہے میسور میں ۱۹۷۰ء سے قبل، مجھے ان عالم صاحب کا نام یاد نہیں آرہا، ان عالم صاحب نے فرمایا تھا کہ اتنا گناہ ہے جتنا جھوٹ بولنے میں ہے، دوسرے ایک صاحب کہتے ہیں میں نے خود کسی حدیث میں دیکھا ہے کہ ایک بھی دن کا شبہ ہو، تو صحبت جائز نہیں۔

برائے کرم چند حدیث کا حوالہ دے کر مطمئن فرمائیں، پہلے والے صاحب "جماعت اسلامی" سے تعلق رکھتے ہیں، دوسرا دیوبندی تھا، اگرچہ مانتے ہیں، لیکن پھر بھی اختلاف ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان کا کھانا، ان کا برتن کچھ قابل اعتماد نہیں، اس سے پورا پرہیز کیا جائے۔ ہاں! اگر وہ برتن میں پاک چیز لائیں تو گنجائش ہے(۱)، جیسے کہ دکانوں پر ان کی بنائی ہوئی چیز (ہوٹل میں چائے وغیرہ) کی گنجائش ہے۔

بیوی سے صحبت کی اجازت قرآن پاک سے ثابت ہے۔ ﴿نساؤکم حرث لکم فأتوا حرثکم أنی شئتم﴾ الآیۃ(۲)

جس حالت میں اجازت نہیں، اس کی ممانعت بھی ثابت ہے، مثلاً ﴿فاعتزلوا النساء فی المحیض

---

(۱) "ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز، ولا يكون آكلاً ولا شارباً حراماً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر: ۵/۳۴۷، رشيدية)

وكذا في النتف، كتاب الجهاد، باب ما يكره من طعمة الكفار، ص: ۲۳۵، سعيد)

وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الثالث: ۴/۳۶۶، رشيدية)

(۲) (البقرة: ۲۲۳)

ولا تقربوهن حتی یطهرن﴾ الآیة(۱).

حالتِ حمل میں ممانعت نہ قرآن میں مذکور نہ حدیث میں، جو حضرات اس کو گناہ اور جھوٹ کے برابر کہتے ہیں ان سے ہی دلیل دریافت کی جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۹۱ھ۔

بھنگی کو کپڑا دینا

سوال[۱۱۴۴۸]: نمازی کے پرانے کپڑے بھنگی، بھنگن کو دینا کیسا ہے؟ بھنگی لوگ اکثر پرانے یا نئے کپڑے مانگتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

غریب کی حاجت پورا کرنے کے لئے نمازی آدمی کو بھی اپنا کپڑا دینا درست ہے، چاہے غریب بھنگی، بھنگن ہو یا کوئی اور (۳)۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (البقرة: ۲۲۲)

(۲) "رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنكاح صحيح عند الكل، ويحل وطؤها عند الكل" (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات ۳/۲۴۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(۳) "وأما أهل الذمة فلايجوز صرف الزكاة إليهم بالاتفاق، ويجوز صرف صدقة التطوع إليهم بالاتفاق وأما الحربي المستأمن ... يجوز صرف التطوع إليه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب السابع في المصارف: ۱/۱۸۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۳۵۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۲/۴۲۲، إمداديه)

الفصل الأول في الشركة في أعياد الكفار

(کفار کے مذہبی تہواروں میں شرکت کا بیان)

کفار کے جنازہ ومذہبی جلوس میں شرکت کرنا

سوال [۱۱۴۴۹]: ۱..... کفار کے جنازہ میں مسلمان کا شریک ہونا جائز ہے؟

۲..... کیا کفار کے ارتھی (۱) کو کندھا دینا جائز ہے؟

۳..... کفار کے مذہبی جلوس میں شریک ہونا مسلمانوں کو کیسا ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲، ۳..... ناجائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۹/ ۸/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱/ ۹/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "ارتھی: ہندوؤں کا جنازہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲، فیروز سنز لاہور)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تصل علی أحد منهم مات أبداً ولا تقم علی قبره﴾ (التوبة: ۸۴)

"والمراد من الصلاة المنهي عنها صلاة الميت المعروفة ..... والمراد لا تقف عند قبره للدفن أو للزيارة". (روح المعاني: ۱۰/ ۱۵۴، ۱۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وصحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب ما يكره من الصلاة على المنافقين: ۱/ ۱۸۲، قديمي)

"ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس، والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم" (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۲/ ۵۱۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم ومالا يكون: ۳/ ۵۷۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى: ۶/ ۷۵۴، سعيد)

وندے ماترم اور ترانہ

سوال [۱۱۴۵۰]: مسلم یونیورسٹی اور دینی مدارس وغیرہ میں کانگریس نے جو مسلم اور سدم دشمن رویہ اختیار کیا ہے اس میں مسلمانوں نے فتوی کانگریس کے خلاف اور مسلم لیگ کے حق میں دیا، کیونکہ وہ ان تمام مسائل کے لئے جد وجہد کررہی ہے۔ وندے ماترم ایک ایسا ترانہ ہے جس کے متعلق پہلے بھی علمائے کرام کی طرف سے یہ فتوی صادر کیا جاچکا ہے کہ یہ ترانہ مسلمانوں کے عقائد کے برعکس شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ لہذا اس کا پڑھنا اور اس پر راضی ہونا وغیرہ درست نہیں۔

مہاراشٹر اسمبلی میں کانگریس حکومت کے وزیر داخلہ نے فرمایا کہ وندے ماترم ہر ایک کے لئے لازم ہے اور کسی بھی فرقہ کو خواہ مسلمان ہو یا اور کوئی اس وجہ سے مستثنی قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اس کے مذہبی عقائد کے خلاف ہے، اس وجہ سے کہ یہ قومی ترانہ ہے، اگرچہ قومی ترانہ نہیں بلکہ جن گن من ہے، جو اس کی مخالفت کرے گا ہم اس کو برداشت نہیں کریں گے، اس طرح ۱۸ مارچ کے "پرتاپ دعوت" وغیرہ اخبار میں ہے "اس دیش میں رہنا ہے تو وندے ماترم گانا ہوگا"، بمبئی یوتھ کانگریس کی مسلمانوں کو وارننگ اسمبلی کے اندر مسلمانوں کی موجودگی میں یہ ترانہ پڑھا گیا تو ہم علماء کرام سے اسی وجہ سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔

۱ وندے ماترم کا گانا یا اس پر راضی ہونا یا اس پارٹی کی حمایت کرنا یہ امر بھی جائز ہے یا نہیں؟

۲ ایسی پارٹی کو جو لازمی قرار دے رہی ہے اور نہ پڑھنے والے اور مخالفت کرنے والے کو ہدف ملامت بنارہی ہے، ایسی پارٹی کے اندر رہنا یا اس کی مدد کرنا یہ امر مباح ہے یا نہیں؟ اگر مباح ہے تو کس دلیل شرعی سے اور اگر نہیں تو کیوں اور جو مسلمان اس پارٹی کے اندر ہیں ان کا کیا حکم ہے؟

۳ کیا ہم کو لازم نہیں اسلامی اعتبار سے کہ ہم اس پارٹی کے خلاف مستقل محاذ بنائیں اور اپنی پارٹی بنائیں یا اس کو مدد دیں کہ جس کا کام خالص مسلمان کے اس طرح کے مسائل کے متعلق جد وجہد کرنا ہو، پہلی کی مثال کانگریس اور دوسری مثال لیگ ہے۔

۴ ایسے مسلمانوں کے متعلق کیا حکم ہے جو وندے ماترم ترانہ کے مسلمانوں پر بھی لازم کرنے کی پرزور حمایت کرتے ہیں؟ جب کہ ایک فتوی میں دیکھا کہ گانے والا اور راضی ہونے والا دونوں کا ایک حکم ہے، عیسائیوں کے ترانہ کے متعلق سوال تھا، مثلاً ابھی حال میں فخر الدین علی احمد مرکزی وزیر (خوراک) نے بیان

دیتے ہوئے کہا تھا کہ لازمی ہونا چاہیے، اس طرح کہ اس کا احترام بھی لازمی ہونا چاہیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اول تو یہ ترجمہ اصل ترانہ کے انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ہے، جب تک اصل الفاظ ترانہ کے سامنے نہ ہوں کوئی قطعی وحتمی بات نہیں کہی جاسکتی، پیشِ نظر ترجمہ کے الفاظ کا جہاں تک تعلق ہے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترانہ محض سیاسی انداز کا نہیں ہے، بلکہ اس میں مذہبی رنگ غالب ہے اور غیر متوازن وغیر معتدل محبت وعقیدت کا حامل جو اسلامی عقائد کے نظریات سے میل نہیں کھاتا، بلکہ متصادم ہے اور اسلام جو مزاج بنانا چاہتا ہے اس کے خلاف ہے اور بعض جملے موہم شرک بھی ہیں، اس لئے مسلمانوں کو ان سے اجتناب وپرہیز لازم ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو اس سے قانوناً مستثنیٰ کرالیں (۱)۔

۲...... جو لوگ منع کرنے والوں کو ملامت کرتے ہیں وہ شرعاً خود مستحق ملامت ہیں، اس بارے میں ایسے لوگوں کا تعاون نہ کیا جائے۔

۳...... وہ صورت اختیار کی جائے جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید ہو اور ان کے عقائد کو مجروح ہونے سے بچائے۔

۴...... ان کو شرعی مسئلہ بتلایا جائے، سمجھایا جائے اور اس کے بعد بھی نہ مانیں تو ایسے لوگ جو شرعی احکام وعقائد کی رعایت نہیں کرتے ہیں وہ شرعاً مستحق تعاون نہیں۔

---

(۱) بدقسمتی سے اس وقت ہندوستان پر [illegible] ...... (جدید فقہی مسائل [illegible] : ۱/ ۳۱۵، زمزم)

(وکذا فی کفایت المفتی، کتاب السیاسیات [illegible] : ۹/ ۴۶۵، دار الاشاعت)

نوٹ: اخباری خبر پر کسی مسئلہ کی بنیاد مناسب نہیں اور نہ اس پر کوئی شرعی حکم لگایا جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۳/۱۵ھ۔

وندے ماترم

سوال [۱۱۴۵۱]: دفتروں اور مدرسوں میں وندے ماترم پڑھنے پر، اگر اصرار کیا جائے تو پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کے معنی کیا ہیں، اگر یہ شعار کفار ہے، تو اس سے بچنا لازم ہے اور اس کے لئے درخواست دے کر قانونی طور پر استثناء کرالیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چمار چودس میں سامان خریدنے جانا

سوال [۱۱۴۵۲]: دیوبند میں چودس میلہ جو اہل ہنود صاحبان کا مذہبی میلہ ہے اور چاند کی ۱۲، ۱۳ تاریخ کو پوجا پاٹ کی رسم منائی جاتی ہے، جس میں اہل اسلام کا شرکت کرنا یقیناً گناہ ہوگا، مذکورہ بالا تواریخ کے بعد بھی چند روز بازار وغیرہ رہتا ہے، جس میں اشیاء کی خرید وفروخت ہوتی ہے، بازار، دکانیں، پوجا پاٹ کے مندر سے دور حصے فاصلہ پر لگتی ہے، اگر تواریخ مذکورہ بالا کے بعد اہل اسلام اس میلہ میں بانس کے سامان پٹی، سیروے، لاٹھی، ہنڈی کے پائے، بکس، مسہریاں وغیرہ خریدنے کے لئے جائیں تو کیسا ہے؟ گناہ ہے یا نہیں؟ جانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرچہ پوجا پاٹ کی تاریخیں صرف ۱۲، ۱۳، ہیں، مگر یہ سب میلہ اس نام پر ہوتا ہے اور اس میں شرکت

---

(۱) تقدم تخريجه تحت عنوان: وندے ماترم اور ترانہ

کرنے والے کی ناجائز میلہ میں شرکت کرتے ہیں، ان تاریخوں کے گزر جانے کے بعد بھی بقیہ ایام کا میلہ اس اصل میلہ کا بقیہ ہے(۱)، اگر کوئی شخص میلہ کے مقصد اصل سے بالکل جدا ہو محض اچھا سامان خریدنے کے لئے جائے تو وہ گو مقصد میلہ کی شرکت کا مجرم نہ ہو لیکن دوسرے لوگوں کے ظنون اس سے فاسد ہوں گے اور ظنون فاسدہ واستدلال کا موقع ملے گا اور مظنہ تہمت سے بچنا بھی لازم ہے(۲)، خاص کر اہل علم حضرات کے لئے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۱۹/۱/۹۷ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "ويكفر بخروجه إلى نيروز المجوس، والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم". (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۲/۵۱۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، باب ما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون: ۳/۵۷۷، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۶/۷۵۳، سعيد)

(۲) "أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان إذا سلّم يمكث في مكانه يسيراً، قال ابن شهاب: فنرى والله أعلم لكي ينفذ من ينصرف من النساء ... وفيه اجتناب مواضع التهم". (فتح الباري، كتاب الأذان، باب مكث الإمام في مصلاه بعد السلام: ۲/۳۳۸، قديمي)

"لا ينبغي دخول مواضع التهم، ومن ملك نفسه خاف من مواضع التهم أكثر من خوفه من وجود الألم". (فيض القدير: ۵/۳۳۴، رقم الحديث: ۲۱۱۱، نزار مصطفى الباز رياض)

(اتقوا مواضع التهم، ذكره في الإحياء، وقال العراقي في تخريج أحاديثه: لم أجد له أصلاً لكنه بمعنى قول عمر: من سلك مسالك الظن اتهم". (كشف الخفاء، باب حرف الهمزة، رقم الحديث: ۱۱، ص: ۴۳، دار الكتب العلمية بيروت)

۲......ناجائز ہے(۱)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مندر کے لئے چندہ دینا

سوال[۱۱۴۵۴]: میں نے مندر کے چندہ کے لئے کچھ روپیہ دیئے جن کی رسید ہم نے ان سے لی، پھر میں پچھتایا کہ میں نے غلطی کی تو اس کی بھی مذہب قرآن حدیث کی روشنی میں دلائل چاہتا ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بہانہ سے ان سے وہ روپیہ لے لیجئے اور پھر اس نیت سے دیجئے کہ آپ ان مانگنے والوں کو دے رہے ہیں، اب ان کا کام ہے کہ جہاں جی چاہے خرچ کریں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

= إلى بعض المشركين هدية، يريد تعظيم ذلك اليوم، فقد كفر" (الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً أو خطأً، السادس في التشبه: ۶/ ۳۳۳، رشيديه)

"ويكفر بخروجه إلى سرور المجوس، والموافقة معهم فيما يفعلونه في ذلك اليوم" (مجمع الأنهر، كتاب السير، باب ألفاظ الكفر أنواع: ۵۱۳/۲، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الخنثى، مسائل شتى: ۷۵۴/۶، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

"قال الحافظ ابن كثير رحمه الله تعالى: وينهاهم عن التناصر على الباطل، والتعاون على المآثم والمحارم". (تفسير ابن كثير: ۱۰/۲، دارالسلام رياض)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، حقانيه پشاور)

(۲) اس لئے کہ مندر میں چندہ دینا اعانت علی المعاصی کے زمرہ میں آتا ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے، جب کہ دوسری صورت میں سامنے والے شخص کو روپیہ دینا مقصود ہے نہ کہ مندر کے لئے۔

قال الله تعالى: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

"وينهاهم عن التناصر على الباطل، والتعاون على المآثم والمحارم" (تفسير ابن كثير ۱۰/۲، دارالسلام رياض)

(وكذا في التفسيرات الأحمدية، ص: ۳۳۱، حقانيه پشاور)

باب مایتعلق بالجنّات

(جنّات کا بیان)

مؤکل اور جن کو تابع کرنا

سوال [۱۱۴۵۵]: مؤکلین اور جنّات کا بذریعہ آیاتِ قرآنی تابع کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر ان کے ذریعہ کسی کارِ خیر کو انجام دیا جاوے، مثلاً: زید یا اس کے مکان میں آسیب کا اثر ہے، اس کو ان کی قوت خفیہ کے ذریعہ سے زائل کر دیا تو باعثِ اجر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مؤکلات اور جنّات کا تابع کرنا اگر آیاتِ قرآنی کو ناجائز طریق پر عمل کرنے سے ہو، تو ناجائز اور حرام ہے، اگر جائز طریق پر عمل کرنے سے ہو تب بھی اپنے منافع کی غرض سے ایک دوسری مخلوق کو پریشان کرنا اور تابع کرنا جائز نہیں، نیز اس میں بہت سے مفاسد ہیں: بعض دفعہ ناتجربہ کاری سے عمل الٹا پڑ جاتا ہے، بعض دفعہ ناواقفیت سے لفظ صحیح نہیں پڑھے جاتے جس سے معنی بدل جاتے ہیں اور عذاب کا اندیشہ ہے، پرہیز اگر پورا پورا نہ ہو سکے تو بسا اوقات جنّات نقصان پہنچاتے ہیں، قتل کر ڈالتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ رہا آسیب کا اثر زائل کرنا تو وہ مؤکلات کے تابع کرنے پر موقوف نہیں، بلکہ اس کے دوسرے طریق بھی ہیں جو جائز اور بے خطرہ ہیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمود گنگوہی، مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، ۲۹/۱۲/۵۱ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔

---

(۱) "نعم" يشهد فعله عليه الصلاة والسلام على أن تسخير الجن كان غير مرضي عنده، لكمال الأدب في شأن سليمان عليه السلام فغيره أولى به، وهذا الذي قلنا من جوازه إذا كان الجن يحل استعباده وتسخيره من الكفرة، وأما المسلم فلا يحل استرقاقه، أو تقييده من غير وجه كما في الإنسان، كما لا =

شخص کو چور قرار دینا درست نہیں، جب کہ معالجہ صحیح طریقہ پر ہو، اس میں کوئی شرکیہ عمل یا کوئی غلط چیز نہ ہو جائز ہے اور اس کی وجہ سے کچھ ہدیہ دیا جائے اس کا لینا بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۱۱/ ۹۹ھ۔

کیا جنات کو سردی کا عذاب ہوگا؟

سوال[۱۱۴۵۷]: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ جنات کو آگ کا عذاب نہیں پہنچتا، لہذا ان کو سردی کا عذاب دیا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آگ کے عذاب سے بھی ان کو تکلیف ہوگی، اگرچہ وہ آگ سے بنے ہیں، جیسے آدمی مٹی سے بنے ہیں، مگر مٹی کی اینٹ مارنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) سیأتي تخریجه تحت عنوان: "تعویذ دے کر یا پانی دم کر کے اجرت لینا"۔

(۲) قال الله تعالی: ﴿ولو شئنا لآتينا كل نفس هداها ولكن حق القول مني لأملئن جهنم من الجنة والناس أجمعين﴾ (السجدة: ۱۳)

وقال الله تعالیٰ: ﴿وأما القسطون فكانوا لجهنم حطبا﴾ (الجن: ۱۵)

"أي تقدر أمرهم وانتهى إلى أن يكونوا حطبا لجهنم تتلظى بهم وتزداد اشتعالا كما تتلظى النار بالحطب، ودل هذا على أن الجن يعذبون بالنار". (في ظلال القرآن، الجن: ۵۲/۴، دار الشرق)

باب مایتعلق بالسحر والعوذة

الفصل الأول في السحر

(سحر کا بیان)

سحر کا حکم

سوال [۱۱۴۵۸]: کیا مسلمان کو جادو کرنا جائز ہے اور جو جادو کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سحر کبیرہ گناہ ہے۔ کذا في شرح الفقه الأکبر(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱/۹۴ھ۔

کیا سحر ابھی بھی باقی ہے؟

سوال [۱۱۴۵۹]: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور ہمارے أصحاب سے مروی ہے کہ ساحر کافر ہے اور ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدیر میں لکھتے ہیں:

"السحر حرام بلا خوف ...... واعتقاد إباحته کفر" الخ(۲)۔

---

(۱) "والمراد بها (أي الکبائر) نحو القتل، والزنا والسحر" (شرح الفقه الأکبر، ص: ۵۲، قدیمی)

"في الفتح: السحر حرام بلا خلاف بین أهل العلم" (ردالمحتار، مطلب في الساحر والزندیق: ۴/۲۴۰، سعید)

(وکذا في إعلاء السنن، حکم السحر وحقیقة: ۱۲/۲۳۸، إدارة القرآن کراچی)

(۲) بعینہ یہ عبارت تو فتح القدیر میں نہ مل سکی، اس سے قریب یہ عبارت موجود ہے:

"وتعلیم السحر حرام بلاخلاف بین أهل العلم، واعتقاد إباحته کفر. وعن أصحابنا، ومالک، =

نیز "لا هجرة بعد الفتح لكن جهاد ونية"(۱) کیوں فرماتے، نیز حدیث میں یہ بھی ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے تمام مؤمنین ختم ہوجائیں گے، شرار خلق (کفار) باقی رہ جائیں گے، ان پر ہی قیامت قائم ہوگی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۵/۹۹ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا هجرة بعد الفتح، ولكن جهاد ونية". (صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب فضل الجهاد والسير: ۱/۳۹۰، قديمي)

(وصحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب المبايعة بعد فتح مكة: ۲/۱۳۰، قديمي)

(وسنن النسائي، كتاب البيعة، باب ذكر الاختلاف في انقطاع الهجرة، رقم الحديث: ۴۱۷۰، دارالمعرفة بيروت)

(۲) عن عبد الله رضي الله تعالى عنه، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "لا تقوم الساعة إلا على شرار الناس". (صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة: ۲/۴۰۶، قديمي)

(والمستدرك على الصحيحين، كتاب الرقاق، باب لا تقوم الساعة إلا على شرار الخلق: [illegible]، دار الكتب العلمية بيروت)

الفصل الثاني في العوذة

(تعویذ کا بیان)

تعویذ دے کر یا پانی دم کرکے اجرت لینا

سوال[۱۱۴۶۰]: تعویذ یا تاگہ دم کرکے کسی ہندو یا مسلمان کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ یا پانی پر دم کرکے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر مریض والا بعد آرام کچھ نقد وغیرہ دے تو لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پانی پر دم کرکے یا تاگہ گنڈا بنا کر مسلم وغیر مسلم سب کو دینا درست ہے اور سب پر دم کرنا اور پھونک ڈالنا بھی درست ہے، تعویذ پر آیت لکھ کر مسلم وغیر مسلم سب کو دینا درست ہے، مگر اس طرح کہ ایک کاغذ یا کپڑا اس پر چڑھا دیا جائے، یا موم جامہ کر دیا جائے تا کہ بے وضو یا ناپاک اس کو مس نہ کرے(۱) اور تعویذ گنڈا دینے یا دم کرنے پر اجرت لینا بھی درست ہے(۲)۔ بشرطیکہ جانتا ہو اور دھوکہ نہ دیتا ہو، بلا اجرت کے زیادہ برکت ہوتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱۱/۲۳ھ۔

---

(۱) "يحرم ... مس مصحف ... إلا بغلاف متجاف غير مشرز" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطهارة، يطلق الدعاء على مايشمل الثناء: ۱/۱۷۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الطهارة، مايمنعه الحيض: ۱/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، فروع إن أجنبت المرأة، ص: ۵۹، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه أن رهطا من أصحاب النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انطلقوا في سفرة سافروها، فنزلوا بحي من العرب، فاستضافوهم فأبوا أن يضيفوهم قال: فلدغ سيد —

اسمائے کفار سے تعویذات میں مدد لینا

سوال [۱۱۲۶۱]: الف... بعض تعویذات نظر بد وغیرہ کے ایسے ہیں کہ جس میں بڑے بڑے کفار وشیاطین کے نام لکھے جاتے ہیں اور ان سے تعویذات میں مدد لی جاتی ہے، تو ان کے نام سے تعویذات میں مدد لینا کیسا ہے؟

ب... کس قسم کے تعویذات ازروئے شرع بنانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

الف... ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کا شرک ہے(۱)۔

= ذلك الحي، فسعوا له بكل شيء لا ينفعه شيء، فقال بعضهم: لو أتيتم هؤلاء الرهط الذين نزلوا بكم لعله أن يكون عند بعضهم شيء ينفع صاحبكم. فقال بعضهم: إن سيدنا لدغ فهل عند أحد منكم" يعني رقية، فقال رجل من القوم: إني لأرقي، ولكن استضفناكم فأبيتم أن تضيفونا، ما أنا براق حتى تجعلوا لي جعلاً. فجعلوا له قطيعاً من الشاء، فأتاه فقرأ عليه بأم الكتاب، وتفل حتى برء كأنما أنشط من عقال. قال: فأوفاهم جعله الذي صالحوه عليه، فقالوا: اقتسموا، فقال الذي رقى: لا تفعلوا حتى نأتي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فنستأمره، فغدوا على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فذكروا له، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أين علمتم أنها رقية؟ أحسنتم واضربوا لي معكم بسهم". (سنن أبي داود، كتاب الإجارة، باب في كسب الأطباء: ۲/۱۳۰، رحمانيه)

"جوزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي، لأنها ليست عبادة محضة، بل من التداوي". (رد المحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة: ۶/۵۵، سعيد)

"لا بأس بالاستئجار على الرقى والعلاجات كلها". (شرح معاني الآثار، كتاب الإجارة، باب الاستئجار على تعليم القرآن: ۲/۲۹۷، سعيد)

(۱) "عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله تعالى عنه قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول الله! كيف ترى في ذلك؟ فقال: "اعرضوا علي رقاكم، لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك". (صحيح مسلم، كتاب السلام، باب لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك، رقم الحديث: ۵۷۳۲، ص: ۹۷۵، دار السلام رياض) ---

ب [illegible] آیات قرآنیہ/ادعیہ ماثورہ سے تعویذ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفر لہ، دار العلوم دیوبند [illegible] ۹۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= "رقية فيها اسم صنم، أو شيطان، أو كلمة كفر، أو غيرها مالا يجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني: ۳۱۸/۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

الفصل الثالث في العمليات والوظائف والأوراد

(عملیات اور وظائف کا بیان)

عامل بننے کا طریقہ

سوال [۱۱۲۶۲]: زید نے بکر سے تعویذات کے متعلق کہا کہ نقش مجھے بھی بتادو، بکر نے کہا کہ سیکھو مگر اس کے لئے شرط ہے (عامل بننے کے لئے) زید اللہ کے ایک ہزار نقش لکھ دو، اکیس روز روزہ رکھو اور سیدھے ہو کر نقشوں پر بیٹھ جاؤ، جب تک یہ نقش لکھو، اس درمیان میں کسی سے کلام نہ کرو، ورنہ اٹھو، فقط نماز کی اجازت ہے، جب نقش لکھ چکو تو چھوٹی چھوٹی گولیاں بنالو اور اپنے مکان سے چلو اور راستہ میں کسی سے مت بولو، حتی کہ سلام کا جواب بھی نہ دو اور دریا پر جاکر اپنے پیر کا تصور کرو کہ میں پیر کے پاس کھڑا ہوں یا یہ کہ پیر میرے پاس ہیں اور وہاں جاکر سلام کرو اور بغیر جواب کے خاموش کھڑے رہو اور قرآن پاک پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سلسلہ بسلسلہ تمام مردوں کو ایصال ثواب کرو اور آنکھیں بند رکھو۔

اس کے بعد کہنا کہ یا خضر علیہ السلام یہ قرآن پاک اور نقش وشیرینی آپ کو پیش کرتا ہوں، آپ اس کو قبول فرمائیں اور تصور یہ رکھو کہ میرے پیر یہاں پہنچے ہیں، بلکہ حضرت خضر علیہ السلام یہاں پر حاضر ہیں یہ کہہ کر نقش وشیرینی دریا میں ڈال دو اور اپنے مکان کو واپس آجاؤ، دریا میں سے کچھ بھی آواز آئے، مڑ کر مت دیکھنا، تم اس کے عامل بن جاؤ گے اس کے بعد تعویذ کر سکتے ہو، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس بات سے اگر کسی کو آمدنی ہوئی، تقویٰ میں کوئی خرابی تو نہ ہوئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عمل میں ایک چیز یہ قابل تامل ہے کہ دریا کی طرف جاتے ہوئے کسی کے سلام کا جواب دینے کو بھی منع کردیا گیا ہے، حالانکہ وہ شرعاً ضروری ہے، الا یہ کہ نماز، تلاوت وغیرہ میں آدمی مشغول ہو(۱)، دوسری چیز

---

(۱) "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "خمس تجب للمسلم علی أخیه: رد السلام، =

یہ ہے کہ درود پڑھ کر یہ تصور کرنا کہ حضور ﷺ کے پاس کھڑے ہیں یعنی یہ کہ میں پاس کھڑا ہوں اور ان وساوس کا یہ بھی نہیں، تصور وسوسہ ہے جو کہ شرعاً ثابت نہیں (۱)، یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی تو صلوٰۃ وسلام پہنچایا جاتا ہے، کس نے کہ صلوٰۃ وسلام کو ملائکہ لے جاتے ہیں اور خدمت اقدس میں پیش کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں موجود ہے (۲)۔ تصور وسوسہ کرنے اور یقین [illegible] کا ثبوت نہیں۔ تیسری چیز حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں یہ مجموعہ تحفہ پیش کرنا بے اصل ہے، ثواب تو زندہ مردہ

= وتشميت العاطس، وإجابة الدعوة، وعيادة المريض، واتباع الجنائز". (صحيح مسلم، كتاب الآداب، باب حق المسلم للمسلم: ۲/۲۱۳، قديمي)

"علم أن ابتداء السلام سنة، ورده واجب". (التعليق الصبيح، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الأول: ۵/۹۹، رشيديه)

"ويجب رد جواب كتاب التحية كرد السلام ... يكره على عاجز عن الرد حقيقة كأكل، أو شرعاً كمصل، وقارئ، ولو سلم لا يستحق الجواب". (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۴۱۵، سعيد)

(وصحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز: ۱/۱۶۶، قديمي)

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد". (صحيح مسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة: ۲/۷۷، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور: ۱/۳۷۱، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب السنة، باب في لزوم السنة: ۲/۲۸۷، رحمانيه)

(۲) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "إن لله ملائكة سياحين في الأرض يبلغوني من أمتي السلام". (سنن النسائي، كتاب الصلاة، باب التسليم على النبي، ص: ۱۷۹، دار السلام)

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من صلى علي عند قبري سمعته، ومن صلى علي نائياً أبلغته". رواه البيهقي في شعب الإيمان. (مشكاة المصابيح، كتاب الصلاة، باب الصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، الفصل الثالث: ۱/۹۵، ۱۹۶، دار الكتب العلمية بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تجعلوا بيوتكم قبوراً، ولا تجعلوا قبري عيداً، وصلوا علي فإن صلاتكم تبلغني حيث كنتم". (سنن أبي داود، كتاب المناسك، باب زيارة القبور: ۱/۲۹۳، رحمانيه)

سب کو پہنچ یا جا سکتا ہے، لیکن نقش اور شیرینی ان کی خدمت میں پیش کرنا محض بے معنی ہے(۱)، نہ اس جگہ پر ان کا وجود دلیل شرعی سے ثابت ہے نہ حس مشاہدہ ہے، لہٰذا یہ پیش کرنا بھی خیالی تصور ہی ہوا، جو شخص نقش تعویذ عمل جانتا ہے اور اس میں کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے، تو اس کو اجرت لینا بھی درست ہے اور وہ آمدنی جائز ہے، تقویٰ کے بھی خلاف نہیں، جیسے حکیم اور ڈاکٹر معالجہ پر کچھ اجرت لیں درست ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۵/۸۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، ۱۲/۵/۸۱ھ۔

نقوش میں یا جبرئیل لکھنا

سوال[۱۱۴۲۳]: بعض نقوش کے ساتھ ''یا جبرئیل'' وغیرہ لکھا جاتا ہے کیا یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو منع لکھا ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۳۸۶ھ۔

---

(۱) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۴۴۲

(۲) "جوزوا الرقیة بالأجرة ولو بالقرآن کما ذکره الطحاوي، لأنها لیست عبادة محضة، بل من التداوي". (ردالمحتار، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحریر مهم في عدم جواز الاستئجار علی التلاوة: ۶/۵۵، سعید)

"لا بأس بالاستئجار علی الرقی والعلاجات کلها" (شرح معاني الآثار، کتاب الإجارة، باب الاستئجار علی تعلیم القرآن: ۲/۲۹۷، سعید)

(۳) جن عملیات وتعویذات کے معنی خلاف شرع ہوں، ان کا استعمال ناجائز ہے۔ آج کل بہت لوگ اس میں مبتلا ہیں، مثلاً (ایسے عملیات کرتے ہیں جن میں) کسی مخلوق کو ندا ہوتی ہے، خواہ پڑھنے میں یا لکھنے میں جیسے یا جبرئیل یا میکائیل یہ سب شرعاً ممنوع اور باطل ہے۔ (عملیات اور تعویذات اور اس کے شرعی احکام، ص: ۱۳۴، مکتبہ خلیل)

شئ مسروق کے لئے عمل کرنا

سوال[۱۱۴۶۲]: کسی شخص کو چوری ہونے کی وجہ سے اگر کسی قسم کا عمل، جادو ہو یا قرآن پاک سے ہو، اپنی چیز کے ملنے کی کرے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آیاتِ قرآنی پڑھ کر دعا کرنا یا دوسرے سے دعا کرانا، کہ یا اللہ! میری چیز مل جائے، درست ہے(۱)، حدیث شریف میں بھی دعا ثابت ہے(۲)، لیکن سحر درست نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۶/۱/۹۴ھ۔

---

(۱) "وإنما تكره العوذة إذا كانت بغير لسان العرب، ولا يدري ما هو، ولعله يدخله سحراً، وكفراً، وغير ذلك، وأما ما كان من القرآن أو شيء من الدعوات، فلا بأس به" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ٦/٣٦٣، سعيد)

"النوع الذي كان أهل الجاهلية يعالجون به، ويعتقدون فيه، وأما ما كان من الآيات القرآنية، والأسماء والصفات الربانية، والدعوات المأثورة النبوية، فلا بأس، بل يستحب سواء كان تعويذاً، أو رقية، أو نشرة" (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني: ٨/٣٦٣، رشيديه)

(وكذا في شرح صحيح مسلم للنووي، كتاب السلام، باب الطب الخ: ٢/٢١٩، قديمي)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "ما من أحد يدعو بدعاء إلا آتاه الله ما سأل، أو كف عنه من السوء مثله ما لم يدع بإثم أو قطيعة رحم" (جامع الترمذي، أبواب الدعوات، باب ماجاء أن دعوة المسلم مستجابة: ٢/١٧٥، سعيد)

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الضالة أنه كان يقول: اللهم راد الضالة، وهادي الضلالة، تهدي من الضلالة، اردد علي ضالتي بقدرتك وسلطانك، فإنها من عطائك وفضلك" (المعجم الكبير، السادس، رقم الحديث: ١٣٠١٠، ٢/١٩٩، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب الأذكار، باب ما يقول إذا انفلتت دابته الخ، رقم الحديث: ١٧١٠٦، ١٠/١٨٩، دار الفكر بيروت)

(۳) "الكاهن والساحر والمنجم إذا ادعى العلم بالحوادث الآتية، فهو مثل الكاهن ... وما يعطى هؤلاء =

ستاروں کی چال برائے علاج

سوال[۱۱۴۶۵]: فی نفسہ نقش لکھنا درست ہے یا نہیں؟ جب کہ یہ کہتے ہیں کہ نقوش کی چال ستاروں کی چال پر ہوتی ہے، اس میں ستاروں کو موثر ماننا پڑتا ہے اور نقش کے خانے متعین ہوتے ہیں کہ یہ مشتری کا خانہ ہے، یہ زہرہ کا، یہ مریخ کا، اگر درست ہیں تو بہشتی زیور میں تیس کا نقش اور پندرہ کا کیوں لکھا گیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نقش کا ایک مستقل حساب ہے، ستاروں کو موثر بالذات سمجھنا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۱۳۸۶ھ۔

سانپ وغیرہ کے کاٹنے پر زہر کا اثر اتارنے کا عمل

سوال[۱۱۴۶۶]: اگر کسی سانپ یا کوئی اور زہریلا کیڑا کاٹے تو مسلمان ہندو لوگوں کے پاس جاکر منتر پڑھوانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہماری اسلامی شریعت میں ایسا کوئی منتر یا دعا ہو، تو واضح کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعمالِ قرآنی (۲)، شمس المعارف (۳) الدر المنظم (۴) میں سانپ اور دوسرے زہریلے جانوروں

= حرام بالإجماع، كما نقله النووي والقاضي عياض وغيرهما" (شرح الفقه الأكبر، ص: ۱۴۹، قديمي)

"في الفتح: السحر حرام بلا خلاف بين أهل العلم" (ردالمحتار، مطلب في السحر والزنديق: ۴/۲۴۰، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، حكم السحر وحقيقة: ۱۲/۶۳۸، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "وبعضهم زعم أن لها تأثيراً يعرفه المنجم غير ذلك، كالسعادة، والنحوسة، وطول العمر، وقصره وسعة العيش، وضيقه إلى غير ذلك وهو مما لاينبغي أن يعوّل على أن بلغت إليه، فليس له دليل عقلي أو نقلي، بل الأدلة قائمة على بطلانه متكفلة بهدم أركانه" (روح المعاني، الصافات ۲۳، ۳۹، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير، رقم الحديث: ۸۴۶۹: ۱/۳۸۸، مكتبه مصطفىٰ نزار الباز رياض)

(وكذا في فتح الباري، كتاب الطب، باب السحر: ۱/۲۷۳، قديمي) =

کے کاٹنے سے جو زہر چڑھ جاتا ہے، اس کے اتارنے کی دعائیں منقول ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سانپ کے کاٹے کا منتر

سوال [۱۱۴۶۷]:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت حصن نارس، ایک پہ ایک پانی، ایک رہنداری، اترے اترے تیرے سر پر

سنک ڈھائی، نہیں اترے گا، تجھے راجا گرڑ کی دہائی، گدر میں بیٹھوں گرڑ سے پھاڑ پھاڑ

کھائے، رگرو کی سکت میری بھگت، پھل منتری ایسوری جانے۔

یہ مذکورہ عمل سانپ اتارنے کا ہے، اس کے ذریعہ سے سانپ اتارنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا منتر پڑھنا جس میں شرک ہو، غیر اللہ کی دہائی ہو، یا اس کے معنی معلوم نہ ہوں، درست نہیں ہے۔

اور اس منتر میں غیر اللہ کی دہائی ہے، اس لئے یہ ناجائز ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۳/۲ھ۔

= (۲) (اعمالِ قرآنی، برائے درد وزہر نیش، ص: ۱۷۸، دارالاشاعت)

(۳) (شمس المعارف، زہریلے جانوروں کا زہر دور کرنے کا عمل، ص: ۸۳، کتب خانہ شانِ اسلام)

(۴) لم أجده

(۱) "عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله تعالى قال: كنا نرقي في الجاهلية، فقلنا: يا رسول الله! كيف ترى في ذلك؟" فقال: "أعرضوا علي رقاكم لابأس بالرقى مالم يكن فيه شرك". (مشكاة المصابيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الأول: ۳۸۸/۲، قديمي)

"رقية فيها اسم صنم، أو شيطان، أو كلمة كفر، أو غيرها مالا يجوز شرعاً، ومنها مالم يعرف معناها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الطب والرقى، الفصل الثاني: ۳۱۸/۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۳۶۳/۶، سعيد)

نیم کے گرد چکر لگا کر سانپ کے کاٹے کا علاج

سوال[۱۱۴۶۸]: ہمارے پاس میں ایک درخت نیم کا ہے، کسی کو سانپ کاٹ لے تو اس نیم کے درخت کے پانی سے غسل کرا کر درخت کے اطراف میں تین مرتبہ پھرنا پڑتا ہے، نگی سیسی تریملو کا نام لے کر اس درخت نیم کے اطراف میں پھرنا پڑتا ہے تو سانپ کا اثر جاتا رہتا ہے، تو کیا مسلمان کا اس طرح پر پھرنا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نیم کا پتہ اور اس کا پانی زہر اتارنے کے لئے مفید ہے اس میں مضائقہ نہیں، لیکن نام مذکورہ لے کر تین دفعہ اس کے اطراف پھرنا یہ عمل ایسا ہے، جیسے غیر مسلم اپنے دیوی دیوتا کے ساتھ کرتے ہیں، اس لئے یہ نہ کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۴/۱۰/۸۹ھ۔

عمل حاضرات اور اس سے علاج کا حکم

سوال[۱۱۴۶۹]: ۱ حاضرات کیا چیز ہے؟ اور حاضرات کسے کہتے ہیں؟ اور حاضرات کی کتنی قسمیں ہیں؟

۲ حاضرات سے کیا فائدہ ونقصان ہے؟ کیا شریعت میں اس کی کچھ اصلیت ہے؟

۳ حاضرات کے ذریعہ علاج کرانا اور زندہ ومردہ روحوں سے بات چیت کرنا وکرانا کیسا ہے؟

---

(۱) "وعنه (ابن عمر رضي الله تعالى عنهما) قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من تشبه بقوم، فهو منهم" (سنن أبي داود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، دار الحديث ملتان)

"قال علي القاري: "أي من شبه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره، أو بالفساق، أو الفجار، أو بأهل التصوف الصلحاء الأبرار، "فهو منهم" أي في الإثم أو الخير عند الله تعالى" (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني: ۸/۱۵۵، رشيديه)

(ومشكاة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وكذا في بذل المجهود، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵/۴۱، معهد الخليل)

۴ حاضرات کے ذریعہ لوگ بچوں کو دکھا کر تقریر کرواتے ہیں اور تعویذ لکھواتے ہیں، تو یہ کہاں تک صحیح ہے؟

۵ حاضرات میں جو لوگ آتے ہیں وہ اپنے کو فرشتہ بتلاتے ہیں، تو کیا وہ صحیح کہتے ہیں یا جنات ہوتے ہیں، اپنے کو مخفی کر دیتے ہیں، جنات ہوتے ہوئے اپنے کو فرشتہ بتلاتے ہیں۔ فرشتوں کی طرح جنات سے کیسے پہچانتے ہیں؟

۶ حاضرات میں زیادہ تر چھوٹے لڑکے اور لڑکیاں آٹھ سال سے بارہ سال تک دیکھتے ہیں اور آوازیں سنتے ہیں تو کیا وہ لڑکے اور لڑکیاں صحیح جواب دیتے ہیں؟

۷ حاضرات کے ذریعہ شہدائے کرام وبزرگان دین اور علماء کرام کی روحیں آکر بات چیت کرتی اور تقریر کرتی ہیں، تو کیا یہ صحیح ہے "ایسا ہو سکتا ہے" اور کبھی بہت سے لوگوں کی روحیں آجاتی ہیں یا یہ جنات ہی لوگ ہوتے ہیں وہ دھوکہ دینے کے لئے اپنے کو بزرگان دین اور علماء کرام وغیرہ بن کر بچوں کے سامنے آکر بات چیت کرنے اور تقریر کرنے لگتے ہیں اور تعویذ وغیرہ بچوں کا ہاتھ پکڑ کر لکھواتے ہیں؟

۸ کیا حاضرات کرنے والے اور کرانے والے گنہگار ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں؟

۹ حاضرات کو چھوٹے بچے لڑکے اور لڑکیاں کم عمر والے کیوں دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں؟ اور بڑی عمر والے کیوں نہیں دیکھ اور سن پاتے ہیں "کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ پندرہ اور بیس سال تک کی عمر کی لڑکیاں دیکھ کر آوازیں سن لیتی ہیں؟

۱۰ اسلام میں حاضرات کے سیکھنے کا آسان طریقہ کیا ہے؟ بعض لوگ بسم اللہ الرحمن الرحیم سے اور بعض لوگ آیت کریمہ سے اور بعض لوگ قرآن شریف کی سورتوں اور آیتوں سے حاضرات کرتے ہیں، یہ کہاں تک صحیح ہے؟ اور اس سے حاضرات ہوتا بھی ہے؟

۱۱ کیا حاضرات سے عقائد خراب ہوتے ہیں یا ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ حاضرات کے ذریعہ روحانی علاج اور جسمانی علاج بھی ہو جاتا ہے، کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ کسی کو فالج یا آسیب وغیرہ ہوتے ہیں اور جسمانی بیماریوں سے مریض کو حاضرات کے ذریعہ فائدہ ہوا ہے۔ مندرجہ بالا سوالات کے جوابات مہربانی فرما کر شریعت مقدسہ کی روشنی میں دینے کی زحمت گوارا کریں تاکہ اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

روح کے لئے پانچ صفات ہیں: عاقلہ، غضبیہ، شہوانیہ، خیالیہ، واہمہ۔ جس میں عاقلہ غالب ہو اور بقیہ صفات اتنی مغلوب اور مضمحل ہوں کہ ان کا ظہور ہی نہ ہوتا ہو، ایسی روح کو روحِ ملکی کہتے ہیں، جس میں غضبیہ غالب ہو وہ حیوانیہ سبعیہ ہے، جس میں شہوانیہ غالب ہو وہ حیوانیہ بہیمیہ ہے، جس میں خیالیہ اور واہمیہ غالب ہو، وہ جنیہ ہے، جس میں پانچوں صفات اعتدال کے ساتھ ہوں وہ انسانیہ ہے، پھر اگر انسان عاقلہ کو حاکم بنا کر بقیہ چاروں کو تابع اور محکوم رکھیں تو اس کا مقام بہت بلند ہوتا ہے، یہاں تک کہ ملائکہ سے بڑھ جاتا ہے، جیسے کہ انبیاء علیہم السلام۔

اگر قوت غضبانیہ حاکم ہوجائے تو مزاج میں درندگی اور سبعیت پیدا ہوجاتی ہے، جس سے لوگوں کو بڑی وحشت ہوتی ہے۔ ایسا آدمی ہر وقت دوسروں کو ستانے اور زیر اقتدار رکھنے کی ہر غلط سے غلط تدبیر اختیار کرتا ہے، کوئی مروت اس میں باقی نہیں رہتی، اگر شہوانیہ حاکم ہوجائے تو نفسانی خواہشات پوری کرنے میں اس کی زندگی خرچ ہوتی ہے، کوئی شرم وحیاء باقی نہیں رہتی۔ اگر خیالیہ اور واہمیہ حاکم ہوجائے تو جنات سے اس کو مناسبت پیدا ہوجاتی ہے، اپنی قوت خیالیہ کے ذریعہ دوسروں میں تصرف کرتا ہے۔

حاضرات میں اکثر تو عامل کی قوت تخیلیہ کا تصرف ہوتا ہے، کہ جیسے جیسے وہ بیان کرتا یا سوچتا جاتا ہے، بچے کو وہ چیز نظر آتی چلی جاتی ہے، کبھی اس کے تعلقات جنات وشیاطین سے ہوتے ہیں، وہ اس کے کہنے پر مختلف صورتوں میں سامنے آجاتے ہیں۔ حاضرات کوئی شرعی دلیل نہیں، لہٰذا اس کے ذریعہ نہ کسی کو چور وغیرہ مجرم قرار دیا جاسکتا ہے، نہ کسی کو بری کیا جاسکتا ہے، اس میں خطرات بھی ہوتے ہیں، بسا اوقات جنات شیاطین عامل پر بھی اثر کردیتے ہیں، اگر عامل محفوظ رہ بھی گیا تو اس کی نسل در نسل سے انتقام لیتے ہیں۔

جنات کو حق تعالیٰ نے ایک قوت دی ہے کہ وہ مختلف صورتوں میں آسکتے ہیں، جانوروں کی صورتوں میں بھی آسکتے ہیں اور اپنا نام بھی جو چاہیں بتا سکتے ہیں، بڑے سے بڑے بزرگ کا نام بھی بتاتے ہیں، مریض پر بھی جنات تصرف کردیتے ہیں، جس کی وجہ سے اس کو بیماری بھی لاحق ہوتی ہے اور صحت بھی ہوسکتی ہے، جو لوگ مرچکے ہیں ان کا بھی نام بتادیتے ہیں کہ میں فلاں ہوں۔

نابالغ بچوں پر اور عورتوں پر واہمہ کا اثر زیادہ ہوتا ہے، اس لئے حاضرات سے وہ زیادہ متأثر ہوتی ہیں،

قوت خیالیہ کو جس قدر آدمی جمع رکھے گا، اسی قدر اس کو جنات سے تلبس ہوجائے گا، اس کے لئے مستقل عملیات بھی ہیں، جن کے ذریعہ جنات تابع ہوجاتے ہیں، بعض عمل جائز ہیں، بعض ناجائز۔ عافیت اجتناب میں ہی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۱۰/۹۹ھ۔

ہمزاد تابع کرنا دستِ غیب اور کیمیا وغیرہ

سوال[۱۱۴۷۰]: ۱- سورۂ مزمل کو چالیس روز تک فجر کی سنت اور فرض کے درمیان خاص تعداد تک ذکر کرنے کے بعد کچھ نقد و زر یہ شت مل جاتا ہے اور اس نقد کی کوئی حد نہیں ہے، تو یہ صورت بھی دست غیب کے افراد میں شامل ہو کر حرام ہوجاوے گی یا نہیں؟

۲- اگر کسی کو کیمیا کا صحیح نسخہ کسی بزرگ سے بحالت بیداری مشافہۃً یا بحالت خواب بہ ندائے ہاتف معلوم ہوجائے تو کیمیا بنا کر اس سے اپنی گزراوقات کرنا اس کے لئے جائز ہوگا یا نہیں؟ مشہور ہے کہ کیمیا بنانا ناجائز ہے، کیونکہ اس کی دھن میں اضاعت مال اور اضاعت وقت ہوتا ہے، لیکن پھر بھی حاصل نہیں ہوتا۔

۳- دست غیب کے ذریعہ کسی سے ایسے قرض کا ادا کرنا جس کی ادائیگی کی بظاہر کوئی صورت نہ ہو،

---

(۱) حضرت حکیم الامت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس عمل کی حقیقت اس طرح بیان فرماتے ہیں

''انگوٹھی یا (ناخن) وغیرہ کے ذریعہ سے جو حاضرات کا عمل کیا جاتا ہے، یہ سب واہیات ہے، اس جگہ جن وغیرہ کچھ بھی حاضر نہیں ہوتے، بلکہ جو کچھ عامل کے خیال میں ہوتا ہے، عامل جو کچھ بھی اپنے پورے تخیل سے کام لیتا ہے، وہی اس میں نظر آنے لگتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس عمل کے لئے بچہ اور عورت کا ہونا شرط ہے، کیونکہ ان کے خیالات زیادہ پراگندہ نہیں ہوتے اور ان میں شک کا مادہ بھی کم ہے، اس لئے ان کی قوت متخیلہ (یعنی خیالات) جلدی متاثر ہوتے ہیں ... اصل بات یہ ہے کہ عامل جب تصور جما کر بیٹھتا ہے کہ معمول وایسا نظر آئے گا تو اس عامل کی قوت خیالیہ سے معمول (جس پر عمل کیا جا رہا ہے اس) کے خیال میں وہ تصورات متشکل ومتمثل نظر آجاتے ہیں، مسمریزم کا ایک شعبہ ہے، جس کی بنیاد محض خیال ہے، اس میں کوئی خارجی چیز موجود نہیں ہوتی ... بہت سے تعویذ گنڈے والے حاضرات کے ذریعہ معلومات حاصل کرنے کے قائل ہیں اور یہ تجربہ ہے کہ حاضرات محض خیالات کا تصرف ہے''۔ (عملیات وتعویذات اور اس کے شرعی احکام، حاضرات کا عمل اور اس کی حقیقت، ص: ۱۸۴، ۱۸۵، مکتبہ خلیل)

جائز ہے یا ناجائز؟

راقم بشیر احمد موضع جھبیڑی ضلع سہارنپور، بمعرفت مولوی محمد یوسف تھانوی

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱… اس میں بھی تفصیل ہے، یعنی دینے والے نے اگر خوشی اور اعتقاد سے دیا ہے، تو جائز ہے(۱)، ورنہ ناجائز، ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت بھی دست غیب میں شامل ہے۔

۲… کیمیا کے متعلق جو کچھ مشہور ہے، وہ صحیح ہے، اضاعت مال بھی ہے اور اضاعت وقت بھی، اگر بڑی جانفشانی کے بعد کامیابی ہوگئی تو اس کا خرچ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اضاعت مال وغیرہ عوارض سے خالی ہو اور سونا خالص ہو، جیسا کہ بازار میں فروخت ہوتا ہے اور کسی قسم کا دھوکہ نہ ہو(۲)۔

---

(۱) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية: ۱/۵۴۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب جارية فباعها: ۶/۱۶۶، دار الكتب العلمية بيروت)

"لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال: ۴/۶۱، سعيد)

(۲) "يحتمل أن المراد به الكاف الذي هو إشارة إلى الكيمياء، ولا شك في حرمتها لما فيها من ضياع المال، والاشتغال بما لا يفيد. هذا وقد ذكر العلامة ابن حجر في باب الأنجاس من التحفة أنه اختلف في انقلاب الشيء عن حقيقته كالنحاس إلى الذهب، هل هو ثابت؟ فقيل: نعم، لانقلاب العصا ثعباناً حقيقة، وإلا بطل الإعجاز. وقيل: لا، لأن قلب الحقائق محال، والحق الأول. إلى أن قال: تنبيه: كثيراً ما يسأل عن علم الكيمياء وتعلمه، هل يحل أولا؟ ولم أر لأحد كلاماً في ذلك، والذي يظهر أنه يبنى على هذا الخلاف، فعلى الأول من علم العلم الموصل لذلك القلب علماً يقيناً جاز له علمه وتعليمه، إذ لا محذور فيه بوجه، وإن قلنا بالثاني أو لم يعلم الإنسان ذلك العلم اليقيني فيه بوجه، ولكن ذلك وسيلة إلى الغش، فوجه الحرمة هنا محض. وحاصله أنه إذا قلنا بإثبات قلب الحقائق وهو الحق جاز علمه وتعليمه، لأنه ليس غشاً، لأن النحاس ينقلب ذهباً أو فضة حقيقة، وإن قلنا إنه غير ثابت لا يجوز، لأنه غش، كما لا يجوز لمن لا يعلمه حقيقة لما فيه من إتلاف المال أو غش المسلمين". (رد المحتار، مقدمة، مطلب في الكهانة: ۱/۴۴، ۴۵، سعيد)

۳......ناجائز ہے، کیونکہ ناجائز طریقہ سے یہ مال حاصل ہوا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۱/۱۲/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

پنڈت سے چور کا پتہ معلوم کرنا

سوال [۱۱۴۲۱]: بکر کے گھر سے مال چوری ہوگیا ہے اور پتہ نہیں کہ کس نے کیا ہے، اب بکر پنڈت کے گھر جاتا ہے اور پوچھ کر آتا ہے اور چور پکڑتا ہے، سزا دیتا ہے، اب بکر کو پورا یقین ہوگیا کہ پنڈت نے صحیح کہا ہے، عوام کو بھی یقین ہوگیا ہے، کیا مسلمانوں کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پنڈت وغیرہ کسی سے غیب کی باتیں دریافت کرنا اور اس پر یقین رکھنا سخت گناہ ہے، مسلمانوں کو اس سے توبہ لازم ہے، ہرگز اس کے پاس نہ جائیں نہ اس سے باتیں دریافت کریں، اس سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۶ھ۔

الجواب صحیح: سید مہدی حسن، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۴/۶ھ۔

= (وکذا في روح المعاني، القصص: ۷۸: ۲۰/۲۳۰، رشیدیه)

(۱) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۴۵۱

(۲) "عن بعض أزواج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من أتى عرافاً فسأله عن شيء، لم تقبل له صلاة أربعين ليلة". (صحيح مسلم، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ۲/۲۳۳، قديمي)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من أتى كاهناً فصدقه بما يقول، ... فقد برئ بما أنزل على محمد". (سنن أبي داود، كتاب الطب، باب في الكهان: ۲/۱۸۹، رحمانيه) =

دستِ غیب

سوال[۱۱۴۷۲]: دستِ غیب کا کیا حکم ہے؟ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

امداد الفتاوی میں لکھا ہے کہ یہ جنات کے ذریعہ سے چوری ہے جو کہ حرام ہے(۱)۔

ہمزاد تابع کرنا، دستِ غیب اور کیمیا

سوال[۱۱۴۷۳]: کیا اپنے ہمزاد اور کسی دوسرے کا ہمزاد تابع کرنا جائز ہے؟ اس طریقہ سے ان کے ذریعہ کسی کارِ خیر کو انجام دینا یا کوئی اسلامی خدمت کرنا یا ان سے ذاتی خدمت کرانا کیا حکم رکھتا ہے؟ دست غیب کے متعلق اگر یہ یقینی طور سے معلوم ہوجائے کہ یہ عطیہ ہم کو مؤکلات اپنی جیب خاص سے دیتے ہیں، غیر کا مال نہیں لاتے تو اس کا صرف کرنا اس وقت جائز ہوگا یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہمزاد کیا ہے اور تابع کرنے کا طریق کیا ہے، جب تک طریقہ معلوم نہ ہو جواب نہیں دیا جا سکتا۔

"لایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي"

فتاویٰ عالمگیری: ۷۷۸/۲(۲)

صورت مذکورہ میں اگر مؤکلات مجبوراً دیتے ہیں تو ناجائز ہے اور اگر خوشی سے معتقد ہوکر دیتے ہیں تو اس میں کچھ خرابی نہیں، لیکن ایسا عمل مفقود ہے، اگر معلوم ہوجائے کہ کسی غیر کا مال لا کر دیتے ہیں، تب بھی ناجائز

"من أتی کاهنا أو عرافا، فصدقه بما یقول، فقد کفر بما أنزل علی محمد، أخرجه أصحاب السنن الأربعة، وصححه الحاکم عن أبي هریرة رضي الله تعالی عنه" (ردالمحتار، کتاب السیر، باب المرتد، مطلب في الکاهن والعراف: ۲۴۲/۴، سعید)

(۱) (امداد الفتاویٰ، مسائل شتیٰ، تحقیقِ دست غیب: ۵۵۹/۴، مکتبہ دار العلوم کراچی)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل في التعزیر: ۱۶۷/۲، رشیدیه)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل في التعزیر: ۶۸/۵، رشیدیه)

(وکذا في ردالمحتار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب في التعزیر بأخذ المال: ۶۱/۴، سعید)

ہے( )۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۱۲/۵۱ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

باب الأشتات

قومیت کی وجہ سے افضل وغیر افضل ہونا

سوال[۱۱۴۷۴]: اسلام میں جو چھوٹی بڑی افضل وکمتر قوم کی بنائے مخاصمت پیدا کرے، وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟

محلہ کی مسجد میں مذکورہ بالا کشمکش موجود ہے، اگر کوئی نمازی دوسرے محلہ کی مسجد میں اپنی مسجد کو چھوڑ کر جماعت کو جائے یا دوکان ومکان پر تنہا نماز پڑھ لے، تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

قومیں سب اللہ کی بنائی ہوئی ہیں، یہ تفریق وتقسیم دنیاوی مصالح وتعارف وغیرہ کے لئے ہے، اس سے دنیا ہی میں کچھ قومیں بڑی اور اونچی شمار ہوتی ہیں، کچھ کم درجہ کی، مگر محض قوم کی وجہ سے کسی کو حقیر وذلیل سمجھنا درست نہیں اور اخروی نجات کا مدار بھی قومیت پر نہیں، اللہ کے احکامات کو جو بھی زیادہ مانے، وہ اللہ کے نزدیک زیادہ باعزت ہے(۱)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اللہ نے

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿يا أيها الناس إنا خلقكم من ذكر وأنثى وجعلناكم شعوباً وقبائل لتعارفوا إن أكرمكم عندالله أتقاكم إن الله عليم خبير﴾ (الحجرات: ۱۳)

"حدثنا من شهد خطب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بمنى في وسط أيام التشريق وهو على بعير، فقال: يا أيها الناس ألا إن ربكم واحد، وإن أباكم واحد، ألا لا فضل لعربي على عجمي، ولا لعجمي على عربي، ولا لأسود على أحمر، ولا لأحمر على أسود إلا بالتقوى" (تفسير قرطبي، الحجرات: ۱۳: ۲۱۸/۱۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن درة بنت أبي لهب رضي الله تعالى عنها قالت: قام رجل إلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وهو على المنبر، فقال: يا رسول الله! أي الناس خير؟ قال: خير الناس أقرأهم وأتقاهم لله عزوجل وآمرهم —

بہت اونچا کیا، ان کے اخلاق عالیہ سب سے بلند ہیں (۱)، ان کی اولاد اگر ان کے طریقہ پر چلے، تو وہ سب سے بلند اور مستحق اعزاز ہے۔

اصل اعزاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول حاصل ہو جائے اور اس کا قانون یہ ہے کہ عقائد حقہ، اخلاق فاضلہ، اعمال صالحہ اور اخلاص جس کو جس قدر زیادہ حاصل ہو، وہ اسی قدر مقبول ہے، پھر اگر کسی قومیت کی وجہ سے لوگ اسے حقیر سمجھیں، تو وہ خود جواب دہ ہوں گے، یہ جس قدر بھی صبر وتحمل کرے گا اس کے درجات بلند ہوں گے، ہاں یہ ہے کہ اگر برداشت نہیں کر سکتا اور نزاع وکشمکش کی ہو جانے کا اندیشہ ہے، تو اس سے بچنے کے لئے دوسری مسجد میں بھی تحصیل جماعت کے لئے جا سکتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۸ھ۔

= بالمعروف ونهيهم عن المنكر وأوصلهم للرحم" (مسند الإمام أحمد بن حنبل، حديث درة بنت أبي لهب رضي الله تعالى عنها، رقم الحديث: ۲۲۹۹۱: ۷/۵۸۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تسبوا أصحابي، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه" (صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب تحت باب قول النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لو كنت متخذا خليلا الخ: ۱/۵۱۸، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: من كان مستنا، فليستن بمن قد مات، فإن الحي لا تؤمن عليه الفتنة، أولئك أصحاب محمد صلى الله تعالى عليه وسلم، كانوا أفضل هذه الأمة، أبرها قلوبا، وأعمقها علما، وأقلها تكلفا، اختارهم الله لصحبة نبيه، ولإقامة دينه، فاعرفوا لهم، واتبعوهم على آثارهم، وتمسكوا بما استطعتم من أخلاقهم وسيرهم، فإنهم كانوا على الهدى المستقيم" (مشكاة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثالث: ۱/۳۲، قديمي)

"عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال: أنتم أكثر صياما وأكثر صلاة وأكثر اجتهادا من أصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وهم كانوا خيرا منكم" "قالوا: لم ذاك يا أبا عبد الرحمن؟ قال: "هم كانوا أزهد في الدنيا وأرغب في الآخرة" (حياة الصحابة، الآثار في صفة الصحابة الكرام رضي الله تعالى عنهم: ۳/۲۶۱، هدية الراجحي للصرافة والتجار)

ایک نیکی کا ثواب کتنا ہے؟

سوال[۱۱۴۷۵]: ایک نیکی کا کتنا ثواب ملتا ہے اور نیکی کتنی لمبی چوڑی ہوتی ہے، یعنی کتنا ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک نیکی کا ثواب دس گنا تو قرآن کریم میں مسطور ہے(۱)، بعض دفعہ بعض نیکی کا ثواب دس سے بھی زیادہ ہوتا ہے، لاکھوں تک پہنچ جاتا ہے، حق تعالیٰ چاہے بے حساب ثواب دے دے، بندے نہ اس کو گن سکتے ہیں نہ ناپ سکتے ہیں(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۹/ ۹۴ھ۔

کیا چودھویں صدی پر دنیا ختم ہوجائے گی؟

سوال[۱۱۴۷۶]: ۱۳۹۱ھ جو چل رہی ہے اور چودھویں صدی پوری ہونے میں صرف ۹ سال اور باقی ہیں، پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی ارشادات ایسے بھی ہیں، کہ دنیا کی زندگی چودھویں صدی کے بعد کچھ

(۱) قال الله تعالى: ﴿من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها﴾ (الأنعام: ١٦٠)

(۲) "عن أبي عثمان قال: بلغني عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: إن الله يجزي المؤمن بالحسنة ألف ألف حسنة، فأتيته فقلت: يا أباهريرة! بلغني أنك تقول: إن الله يجزي المؤمن بالحسنة ألف ألف حسنة" قال: نعم، وألفي ألف حسنة" (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الزهد، كلام أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: ١٩/ ٢١٩، المجلس العلمي)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه، أنه قال: إن الله عزوجل يعطي عبده المؤمن بالحسنة الواحدة ألف ألف حسنة قال: فقضي أني انطلقت حاجاً أو معتمراً فلقيته فقلت: بلغني عنك حديث أنك تقول: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "إن الله عزوجل يعطي عبده المؤمن الحسنة ألف ألف حسنة، قال أبوهريرة رضي الله تعالى عنه: لا، بل سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم . يقول إن الله عزوجل يعطيه ألفي ألف حسنة" (مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه: ٣/ ٣٣٠، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني، البقرة: ١/ ٧٥٧، رشيديه)

ورہے یا نہیں؟

بعض غیر مسلم کہتے ہیں کلجگ (۱) کے بعد ستجگ (۲) ایک دور اور ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟ احادیث نبوی اور آسمانی صحیفہ سے استدلال پر جواب سے مطلع فرمائیں اگرچہ غیر مسلم حضرات کے کہنے پر یقین تو نہیں ہے، لیکن اتنی بات ہمیں درج کرنا بھی ضروری تھی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس دنیا کے باقی رہنے یا ختم ہوجانے کے سلسلے میں چودھویں صدی کا تذکرہ کہیں کسی حدیث یا آیت میں نہیں دیکھا، قیامت کی جونشانیاں بڑی بڑی احادیث میں مذکور ہیں، ان سے تو معلوم نہیں ہوتا کہ چودھویں صدی پر دنیا ختم ہوجائے گی۔ حضرت مہدی علیہ السلام (۳)، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ونزول، مغرب سے طلوع شمس (۴) وغیرہ سب باقی ہیں۔ ۹ سال میں یہ سب چیزیں پوری نہیں ہوں گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۹۱ھ۔

---

(۱) "کل جگ: آخری زمانہ جس کے بعد قیامت آجائے گی"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۰۲۰، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ست جگ: ہندوؤں کے نزدیک دنیا کے چار قرنوں میں سے پہلا قرن جس میں سچائی ہی سچائی تھی، سچ زمانہ، دیوتاؤں کا زمانہ"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۲۲، فیروز سنز لاہور)

(۳) "قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من أهل بيتي يواطئ اسمه اسمي" رواه الترمذي (مشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب أشراط الساعة، الفصل الثاني: ۲۹۲/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"فإذا رأيتموه فبايعوه ولو حبوا على الثلج، فإنه خليفة الله المهدي" (سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ص: ۵۹۵، دار السلام)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يخرج ناس من المشرق فيوطئون للمهدي" يعني: سلطانه". (سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب خروج المهدي، ص: ۵۹۲، دار السلام)

(۴) "قال صلى الله تعالى عليه وسلم: "إنها لن تقوم حتى ترون قبلها عشر آيات" فذكر الدخان، والدجال، والدابة، وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسى ابن مريم عليه السلام ...". (صحيح مسلم، كتاب الفتن، فصل في ظهور عشر آيات: ۳۹۳/۲، قديمي)

کسی عضو کے چوتھائی کا حکم

سوال[۱۱۴۷۷]: گھٹنے کی چوتھائی کی پیمائش کا حساب کیا ہے؟ آیا گھٹنے کے پورے ٹھیکرے سے لگے گا یا اوپر سے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس حصہ کو گھٹنہ کہا جاتا ہے، اس کی چوتھائی مراد ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

اس امت میں مسخ کیوں نہیں؟

سوال[۱۱۴۷۸]: اگلی امتوں کی صورتیں ان کے اعمال بد کی وجہ سے بدل جاتی تھیں، لیکن موجودہ زمانے میں موجودہ لوگوں کی صورتیں اعمال بد کرنے پر بھی نہیں بدل رہی ہیں، اس کی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعزاز واکرام کی خاطر اس امت کو مسخ عام سے محفوظ رکھا گیا ہے، مگر کچھ نہ کچھ اثر اس امت میں ہونے کی بھی حدیث شریف میں خبر دی گئی ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۳/۸ھ۔

= (ومشكاة المصابيح، كتاب الفتن، باب العلامات بين يدي الساعة، الفصل الأول: ۲/۲۹۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۱) "والركبتان: موصل مابين أسافل أطراف الفخذين، وأعالي الساقين وقيل: الركبة موصل الوظيف والذراع". (لسان العرب، المادة: ركب: ۱/۴۳۳، دار صادر)

(وكذا في القاموس المحيط: ۱/۷۶، دارالفكر بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين﴾ (الأنبياء: ۱۰۷)

"إن الرحمة في حق الكفار أمنهم ببعثه صلى الله تعالى عليه وسلم من الخسف، والمسخ، والقذف، والاستئصال". (روح المعاني، الأنبياء: ۱۰۷: ۱۷/۱۳۸، رشيديه)

"قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر، والحرير =

کچھ دھوپ، کچھ سایہ میں بیٹھنا

سوال[۱۱۴۷۹]: کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنے کی ممانعت، یہ ممانعت اندیشہ مضرت سے ہے، مضرت نہ ہو، تو مخالفت نہیں، اس پر مزید عرض ہے کہ مضرت سے کس قسم کی مضرت مراد ہے، جس کی کیفیت کے علم سے جواب کا نفع حاصل ہو سکے، بظاہر تو محسوس ہونے والی کوئی مضرت نظر نہیں آتی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ طبی مضرت ہے، شراح حدیث نے ایسا ہی لکھا ہے، تفصیل مطلوب ہو، تو اطباء سے رجوع کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۲/۱۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۲ھ۔

درخت کے ملے جلے سایہ میں بیٹھنا

سوال[۱۱۴۸۰]: کچھ دھوپ اور کچھ سایہ میں بیٹھنے سے ممانعت جو حدیث شریف میں آئی

= ويمسخ آخرين قردة، وخنازير إلى يوم القيامة" (صحيح البخاري، كتاب الأشربة، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر: ۸۳۷/۲، قديمي)

(وكذا في تفسير البيضاوي: ۴۴/۳، رحيميه ديوبند)

(۱) "فليتحول إلى الظل ندباً وإرشاداً، لأن الجلوس بين الظل والشمس مضر بالبدن، إذ الإنسان إذا قعد ذلك المقعد فسد مزاجه لاختلاف حال البدن من المؤثرين المتضادين كما هو مبين في نظائره من كتب الطب. فإن قلت: هذا ينافيه خبر البيهقي عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قاعداً في فناء الكعبة بعضه في الظل وبعضه في الشمس. قلت: محل النهي المداومة عليه، واتخاذه عادة بحيث يؤثر في البدن تأثيراً يتولد منه المحذور، أما وقوع ذلك مرة على سبيل الاتفاق فغير ضار" (فيض القدير، رقم الحديث: ۸۱۱/۲، ۸۳۴، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الجلوس والنوم والمشي، الفصل الثاني: ۹/۴۹۰، رشيديه)

(وكذا في عون المعبود، كتاب الأدب، باب في الجلوس بين الظل والشمس: ۱۴۱/۱۳، دار الفكر بيروت)

جنون کی قسمیں اور اس کے تصرفات

سوال[۱۱۴۸۵]: ۱:... پاگل اور مجنون اپنی ملک میں تصرف کرسکتا ہے یا نہیں؟

[illegible]؟

[illegible] مجنون ہونے کا حکم لگایا جاسکتا ہے،

انہیں مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

[illegible] بالکل تمیز نہ کرسکے اور جنون ہمہ

[illegible] نفع وضرر کی کچھ تمیز ہو، یا اس کا

[illegible] جواب نمبر ۲ میں مذکور ہے۔

"فلا يصح طلاق صبي، ومجنون مغلوب أي: لايفيق بحال. وأما

الذي يجن ويفيق فحكمه كمميز" (نهاية).

"ولا إعتاقهما، ولا إقرارهما نظراً لهما" (الدرالمختار مع هامش

الشامي [illegible]، ص: ۹۰(۱)).

[illegible] الطبعة

الاولى، سليمان بن الأشعث. ۱/۱۹۰، السنة المحمدية)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی ایک بچہ دانت والا پیدا ہوا تھا۔

"أن امرأة غاب عنها زوجها، ثم جاء وهي حامل، فرفعها إلى عمر، فأمر برجمها، فقال معاذ: إن

[illegible] عمر رضي الله تعالى عنهما احبسوها

[illegible]، فسمع ذلك عمر رضي الله تعالى عنهم

[illegible] لهلك عمر" (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب

الحدود، باب من قال إذا فجرت وهي حامل: ۵۴۳/۱۴، المجلس العلمي)

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحجر: ۱۴۴/۶، سعيد)

"(لايصح تصرف المجنون المغلوب بحال) يعني: لا يجوز تصرفه بحال، ولو أجازه الولي ="

صاف کرنے اور جھاڑو دینے کا وقت عرفا دن ہے، رات نہیں، ہر کام اپنے وقت پر کرنا چاہیے، مگر یہ تعیین فقہی تعیین نہیں کہ اس کے خلاف کرنے سے آدمی گنہگار ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

آبِ زمزم گرم کر کے پینا

سوال[۴۶۳]: سردی کے موسم میں آبِ زمزم کو گرم کر کے پینا کیسا ہے؟ کیا آبِ زمزم شریف کو گرم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"ماء زمزم لما شرب له"(۲).

---

(۱) بعض عوام عصر کے بعد جھاڑو دینے کو برا سمجھتے ہیں، یہ بھی محض بدشگونی ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔ (اغلاط العوام شگون (بدفالی) اور فال کی اغلاط، ضمیمہ جدیدہ، ص:۲۸، زمزم)

سوال[٤٦٤]: پندنامہ میں جو شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مصرعہ تحریر فرمایا ہے

ع: شب مرّ ستہ نظر کردن نحوست

یہ نحوست کیسی ہے یا فی نفسہ نحوست ہے اور اگر نحوست ہے تو کیا مصلحت ہے؟ اسی طرح رات کو جھاڑو دینا خواری کا باعث ہے اور دیئے روشن کرنے سے صاف کرنا خواری لاتا ہے، یہ کس طرح ہے اور کس وجہ سے ہے اور ایک یہ بات مشہور ہے کہ رات کو چارپائی کی دوائن کھینچنا نحوست ہے، یہ کس طرح سے ہے؟

الجواب: ان امور کی شرع میں کچھ اصل نہیں، جو محض عوام میں مشہور ہیں، ان کی اصل ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں، جو بزرگوں کے کلام میں پایا جاتا ہے تو قیل صحت واجب ہے، ورنہ یہ کہا جائے گا کہ بعض بزرگوں پر حسنِ ظن غالب ہوتا ہے، بعض روایت کی تنقید کی نوبت نہیں آتی، ان کو شیخ معذور ہیں، مگر قابلِ عمل نہیں۔ (امداد الفتاوی، کتاب الحظر والاباحۃ، مسائل شتی، پندنامہ شیخ پر چند شبہات کے جواب.... ۳۰۰/۴، دارالعلوم کراچی)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ماء زمزم لما شرب له، فإن شربته تستشفي به شفاك الله، وإن شربته مستعيذاً عاذك الله، وإن شربته لتقطع ظمأك قطعه" قال: وكان ابن عباس رضي الله تعالى عنه إذا شرب ماء زمزم قال: اللهم أسألك علماً نافعاً، ورزقاً واسعاً، وشفاءً من كل داء". (المستدرك للحاكم، أول كتاب المناسك: ۶۴۶/۲، قديمي) —

آب زمزم ٹھنڈا بھی نقصان نہیں دیتا، بلکہ جس مقصد سے پیا جائے، اللہ تعالیٰ اس مقصد کو پورا فرماتے ہیں، تاہم گرم کرنا بھی ممنوع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۱۲/۹۵ھ۔

کیا احکامِ شرع میں امیر وغریب کا فرق ہے؟

سوال[۱۱۴۵۲]: کیا اسلام میں امیر وغریب کا بھی کوئی فرق ہے؟ کہ بڑا آدمی جو چاہے جو کچھ کرے، اس کو معاف، مسئلہ چھوٹوں کے لئے ہے اور ان ہی کی پکڑ ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو احکام عام ہیں، ان میں امیر، غریب کا فرق نہیں، وہ سب کے لئے یکساں ہیں، مثلاً: نماز(۱)، روزہ(۲) امیر وغریب سب پر فرض ہے، جو بھی ترک کرے گا، سخت گنہگار ہوگا۔ شراب، زنا، جھوٹ، غیبت، چوری وغیرہ سب کے لئے حرام ہے، کسی کی خصوصیت نہیں۔ بعض احکام میں فرق ہے، مثلاً: زکوۃ(۳)، فطرہ(۴)، قربانی(۵)، حج(۶)، مالدار پر فرض وواجب ہے، غریب پر نہیں۔ زکوۃ غریب کو لینا جائز ہے، مالدار

= جابر بن عبداللہ رضي الله تعالی عنه يقول: سمعت رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم يقول: "ماء زمزم لما شرب له". (سنن ابن ماجة، أبواب المناسك، الشرب من زمزم، ص: ۲۱۹، ۲۲۰، قديمي)

(وكذا في إرشاد الساري إلى مناسك الملا علي القاري، فصل منه في شرب زمزم، وحديث ماء زمزم لما شرب له، ص: ۳۲۸-۳۳۰، مصطفیٰ محمد)

(۱) "هي (الصلاة) فرض عين على كل مكلف" (الدرالمختار). "المكلف هو المسلم البالغ العاقل ولو أنثى أو عبداً". (ردالمحتار، كتاب الصلاة: ۱/۳۵۲، سعيد)

(۲) "هو إمساك عن المفطرات حقيقة أو حكماً في وقت مخصوص من شخص مخصوص مسلم كائن في دارنا، أو عالم بالوجوب" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصوم: ۲/۳۷۱، سعيد)

(۳) "سبب افتراضها ملك نصاب حولي تام". (ردالمحتار، كتاب الزكوة: ۲/۲۵۸، سعيد)

(۴) "تجب موسعاً في العمر على كل مسلم ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلية" (ردالمحتار، كتاب صدقة الفطر: ۲/۳۶۰، سعيد)

(۵) "وشرائطها الإسلام، والإقامة، واليسار الذي يتعلق به وجوب صدقة الفطر" (ردالمحتار، كتاب

چیتل کی کھال کا مصلیٰ

سوال [۱۰۲۹۵]: چیتل ایک جانور مثل گائے کے ہے، اس کی کھال کی جانماز کیسی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چیتل (۱) کی کھال پر بیٹھنا، کھانا کھانا، نماز پڑھنا سب درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= أي من الجنة لتطهيره النار عن ذلك بإحراقه إياه، وهذا على ظاهر الاستحقاق، أما إذا تاب، أو غفر له من غير توبة، وأرضى خصومه، أو نالته شفاعة شفيع فهو خارج من هذا الوعيد" (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال: ۶/۲۳، رشيدية)

(۱) "چیتل ایک قسم کی نیل گاؤ"۔ (فیروز اللغات، ص ۵۵۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) "ولا بأس بجلود النمر والسباع كلها إذا دبغت أن يجعل منه مصلى أو منبراً للسرج" (رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس: ۶/۳۵۱، سعيد)

وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس [illegible]، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس ما يكره من ذلك وما لا يكره: ۶/۳۳۳، رشيدية)

كتاب الفرائض

الفصل الأول في التركة وتصرف الميت فيها

(ترکہ اور میت کے تصرف کا بیان)

زندگی میں میراث تقسیم کرنا

سوال[۱۱۴۹۶]: زید اپنی زندگی میں اپنی میراث اپنی بیوی بچوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، مثلاً سولہ آنے ہیں، اس کو ایک لڑکا ایک لڑکی ایک زوجہ میں کس طرح تقسیم کرے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

بہتر یہ ہے کہ دو آنے بیوی کو دے دے(۱) اور سات آنے لڑکے کو، سات آنے لڑکی کو دے دے، جس طرح میراث میں لڑکی کا حصہ لڑکے سے آدھا ہوتا ہے، اس طرح بیان نہ کرے، بلکہ دونوں کو برابر دے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۲/۸۹ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

(۲) "قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "اعدلوا بين أولادكم في العطية" (صحيح البخاري، كتاب الهبة، باب الهبة للولد، ص: ۴۱۸، دار السلام)

"وفي الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة" (البحر الرائق، كتاب الهبة ۷/۴۹۰، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس: ۴/۳۹۱، رشيديه)

برابر کے شریک ہیں (۱)۔

۲. اگر والد نے اپنی تندرستی میں (مرض الوفات) سے پہلے ہوش وحواس قائم رہتے ہوئے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] (۵)۔ [illegible]

= (وكذا في السراجي، باب العصبات، ص: ۱۹، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وإن كانوا إخوة رجالاً ونسآء فللذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۷۶)

"إذا اختلط البنون والبنات، عصب البنون البنات، فيكون لابن مثل حظ الأنثيين". (تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/۴۸۰، دارالكتب العلمية بيروت)

[illegible]

(۲) [illegible]

كتاب الهبة، الباب الثاني: ۴/۳۷۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۳/۲۸۱، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ (البقرة: ۱۸۸)

"لايجوز لأحد أن يأخذ أحد مال أحد بلاسبب شرعي أي. لايحل في كل الأحوال عمداً أو خطاء أن يأخذ أحد مال أحد بوجه لم يشرعه الله تعالىٰ ولم يبحه؛ لأن حقوق العباد محترمة". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۷: ۱/۲۶۴، رشيديه)

"عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمي)

(۴) راجع الحاشية المتقدمة آنفاً

(۵) "إن هبة المريض مرض الموت لأحد ورثته، لا تجوز، إلا أن يجيزها الورثة الباقون بعد موت =

ہونے میں برابری کی وجہ سے میراث میں تفاوت نہیں ہوگا، سب لڑکے برابر کے حق دار ہوں گے۔

۴.....کوئی لڑکا اپنے والد سے کچھ مانگے اور اپنی ضرورت ظاہر کریں تو شرعاً مضائقہ نہیں، اللہ پاک وسعت دے تو والد کی خدمت بھی کرے اور ان سے کچھ نہ مانگے، لیکن بطور میراث زندگی میں مانگنے کا حق نہیں(۱)۔ والد صاحب دیکھے کہ فلاں لڑکے کو حاجت زیادہ ہے، حسب وسعت اس کی ضرورت پوری کرنے میں والد کو بھی اجر ملے گا، والد کا یہ کہنا کہ میرے انتقال کے بعد میرے فلاں لڑکے کو کچھ نہ دیا جائے اور میری جائیداد سے اس کو محروم کردیا جائے، بے کار ہے، شرعاً کچھ بھی معتبر نہیں، میراث بہرحال ملے گی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

ماں کا مرض وفات میں بیٹی کو چوڑیاں دینا

سوال[۱۱۵۰۰]: ایک عورت اپنی بیماری میں بے ہوشی و حواس اپنی سونے کی چوڑیاں اپنی لڑکی کو

= کتاب الهبة: ۵/۶۹۶، سعید)

(وكذا في الفتاوى البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الجنس الثالث: ۶/۲۳۷، رشيديه)

(۱) "وشروطه ثلاثة: موت مورث حقيقةً أو حكماً، ووجود وارثه عند موته ... والعلم بجهة إرثه".

(ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۸، سعيد)

"قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: وهل إرث الحي من الحي أم من الميت؟ المعتمد الثاني.

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى: أي قبيل الموت في آخر جزء من أجزاء حياته ...

لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال".

(الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۸، ۷۵۹، سعيد)

"أما بيان الوقت الذي يجري فيه الإرث ... قال مشايخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث". (البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۳، رشيديه)

(۲) "الإرث جبري لايسقط بالإسقاط". (تكملة ردالمحتار، كتاب الدعوى: ۱/۵۰۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۳، مكتبه غفاريه كوئته)

حصہ میں آئے یا دیگر ورثاء نے وہ مکان ان کو دے دیئے تو وہ ان کی ملک ہو گئے، بشرطیکہ سب ورثاء بالغ ہوں (۱)۔ پھر والد نے جب وہ اپنی بیٹی کو دے دیئے تو وہ بیٹی کی ملک ہو گئے، اب والد کو بیٹی سے جبراً واپس لینے کا حق نہیں رہا، خاص کر جب کہ وہ چیزیں اپنی اصلی حالت میں نہیں رہیں، بلکہ ان کو اپنی چیزوں میں شامل کر دیا گیا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۱۰ھ۔

جواب صحیح: بندہ مہدی حسن غفرلہ، ۸۶/۳/۱۱ھ۔

مال یتیم میں تجارت کرنا

سوال[۱۱۵۰۱]: والد کے انتقال کے بعد والدہ دوسرا نکاح کر لیتی ہے تو اس صورت میں مال یتیم بچوں کو ملنا چاہیے یا ان بچوں کی والدہ کو؟ مال یتیم سے کوئی دوسرا پیشہ تجارت وغیرہ کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور مال یتیم کے منافع بچوں کو ملنا چاہیے یا تجارت کرنے والے کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مال بچوں کے والد کا تھا، انتقال والد کے بعد شرعاً اس میں سے بچوں کی والدہ کا

---

(۱) "وشرائط صحتها في الواهب العقل والبلوغ والملك، فلا تصح هبة صغير ورقيق". (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۶۸۷/۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الأول: ۳۷۴/۴، رشيديه)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الهبة، المادة: ۸۵۹: ۳۷۵/۳، رشيديه)

(۲) منع الرجوع من المواهب سبعة — فزيادة موصولة موت عوض
وخروجها عن ملك موهوب له — زوجية قرب هلاك قد عرض

(ردالمحتار، كتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة: ۶۹۹/۵، سعيد)

"من وهب لأصوله وفروعه أو لأخيه ... شيئاً، فليس له الرجوع". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الهبة، المادة: ۸۶۶: ۳۸۵/۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الخامس: ۳۸۶/۴، ۳۸۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الهبة، باب الرجوع: ۵۰۳/۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

ہے(۱)، اس کو تقسیم کرے، یعنی حصہ جو بیوی کا ہے اس کو دے، بعد جو حصہ بچوں کا ہے، نیز جو مال براہ راست یتیموں کا ملک ہے، خواہ ان کو والد نے اپنی حیات میں دیا ہو یا کسی اور نے ان کو دیا ہو، اس میں والدہ کو کوئی تصرف کا حق نہیں (۲)، اس کو محفوظ رکھا جائے، اس میں تجارت بھی نہ کی جائے مبادا خسارہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۳/۱۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

یتیم بچوں کی رقم محفوظ رہے یا ان پر خرچ ہو؟

سوال[۱۵۰۲]: یتیم بچوں کی کچھ رقم بچوں کے تایا کی طرف ہے، یتیم بچوں کی پرورش ان کا دادا کر رہا ہے، سرپرست دادا بچوں کے تایا سے وہ رقم لینا چاہتا ہے اور تایا صاحب انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب بچے سمجھدار ہو جائیں گے، اس وقت بچوں کو وہ رقم ادا کروں گا، بچوں کا سرپرست بچوں کی رقم میں سے جو اُن پر خرچ کر رہا ہے، اس میں سے کاٹ سکتا ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

"ويستحقه الربع عند عدمهم، والثمن مع أحدهم". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۴۷۳، رشيديه)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿إن الذين يأكلون أموال اليتامى ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً﴾ (النساء: ۱۰)

"وولاية في مال الصغير للأب، ثم وصيه، ثم وصي وصيه، ثم للجد أبي الأب، ثم لوصيه، ثم للقاضي، ثم لمن نصبه القاضي". (الدر المختار، كتاب الوكالة، باب الوكالة بالخصومة والقبض: ۵/۵۲۸، ۵۲۹، سعيد)

"لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته". (الدر المختار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء: ۷/۳۰۱، رشيديه)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۷: ۱/۲۶۴، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ان کی ملک میں رقم ہے تو ان کے ضروری مصارف اس رقم سے پورے کئے جاسکتے ہیں، تایا کو انکار کا حق نہیں۔

"الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله"(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

بیوہ کا تمام ترکۂ زوج پر قبضہ کرنے کا حکم

سوال[۱۱۵۰۳]: مرحوم مہندی اور متین نے ایک قطعہ اراضی والدہ کے ترکہ میں پائی تھی، مہندی کے انتقال پر ان کی بیوہ ان کے حصہ کی حق دار ہوئیں، خود کفیلی کے باعث انہوں نے اس کو مدرسہ میں وقف کردیا، مہندی کے انتقال کے بعد متین ہی دونوں حصوں پر قابض رہے، مفلسی کے باعث ضرورۃً مرحوم متین نے دونوں حصوں کو اپنے رشتہ کے بھائی نظر حمید صاحب کو مبلغ پانچ سو روپے میں اس شرط پر دے دی کہ جب روپیہ دیں گے تو زمین واپس لے لیں گے، تقریباً دس سال سے نظر حمید صاحب دونوں حصوں پر کاشت کرتے ہیں اور پیداشدہ غلہ خود ہی لے لیتے ہیں۔

لیکن لگان متین کو ہی ادا کرنا پڑتا ہے، جس کو وہ غریبی کی وجہ سے ادا نہیں کرپاتے تھے، جب متین نے زمین کو فروخت کرکے قرض اور لگان بقایا کی ادائیگی چاہی، تو نظر حمید نے یہ کہا کہ "میں نے اسے خرید یا تھا" لیکن وہ بات ثبوت میں نہ آنے پر وہ اپنے پانچ سو روپیہ لے کر زمین چھوڑنے پر تیار ہوگئے۔ اب مدرسہ نے جس میں بیوہ کی زمین وقف تھی، اس میں متین کا حصہ مبلغ آٹھ سو روپیہ میں خرید لیا اور بقایا لگان کی ادائیگی جو مدرسہ نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ رجسٹری کے موقع پر قیمت ادا کرنے کو کہا اور متین نے اس کو بخوشی منظور کرتے ہوئے بغیر

(۱) "الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله" (البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۴/۳۲۱، رشيديه)

(وكذا في الجوهرة النيرة، كتاب النفقات: ۲/۱۱۵، مير محمد كتب خانه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقات: ۳/۶۱۲، سعيد)

کی جگہ واکراہ کے اپنا حصہ بدست ورکنگ کمیٹی ممبروں کے روبرو فروخت کر دیا اور حمید صاحب بھی بغیر کسی اعتراض کے اپنے پانچ سو روپے لینے پر تیار ہوگئے۔

لیکن بارش اور تعمیر مدرسہ کی وجہ سے رجسٹری کرنے میں پندرہ بیس یوم کی تاخیر ہوگئی، اور متین صاحب چونکہ انتقال کر گئے، اب مرحوم کے ورثہ میں تین لڑکے، ان کی بیوہ اور دو شادی شدہ لڑکیاں ہیں، ان میں سے دو لڑکے بالغ اور ایک نابالغ ہے، جس کی عمر تقریباً تیرہ چودہ سال ہوگی، موجود ہیں۔ یہ بھی حضرت مرحوم کی فروخت کردہ اراضی کو مدرسہ کے بدست فروخت کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا ایسی صورت میں فقہائے کرام کیا فرماتے ہیں، اگر یہ زمین قیمت کی ادائیگی میں مدرسہ کی ملکیت ہونے میں کوئی شرعی عذر رکھتی ہو، تو قیمت کی ادائیگی کے بعد تو کوئی ضابطے میں لائی جائے اور قبضہ کیا جائے؟

الراقم: حشمت علی صدر مدرسہ فیض العلوم، ... ضلع ... یوپی

الجواب حامداً ومصلیاً:

مہندی کے ترکہ سے بیوہ بحق شوہر کی مستحق تھی کل ترکہ کی مستحق نہیں تھی (۱)، اپنے حصہ مملوکہ کو وقف کرنے کا بھی اس کو حق تھا (۲)، پھر متین نے اگر کل زمین پر قبضہ کیا تو یہ بھی غلط ہوا (۳)، اس کے حصہ کل زمین

---

(۱) سوال وجواب میں اس بات کا ذکر نہیں کہ مہندی کی اولاد ہے یا نہیں، بہر حال اولاد ہونے کی صورت میں بیوی ثمن اور نہ ہونے کی صورت میں ربع کی حق دار ہے۔

قال الله تعالى: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ١٢)

"وللزوجة الربع عند عدمهما والثمن مع أحدهما". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ٦/٤٥٠، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٧٣، رشيديه)

(٢) "الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص" (رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال الخ: ٤/٥٠٢، سعيد)

"ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف شاء" (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ١/٦٢٣، حنفيه كوئٹه)

(وكذا في شرح المجلة، المادة: ١١٩٢: ١/٦٥٣، دار الكتب العلمية بيروت)

=

تو بیچ کرنا اور مدرسہ کو اس کا خریدنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

خدمت گار لڑکی کو اپنی پوری جائیداد دے کر دوسروں کو محروم کرنا

سوال[۱۰۵۰۴]: خلیق میاں کی پہلی بیوی سے تین لڑکیاں تھیں، اس بیوی کے مرنے کے بعد دوسری عورت سے شادی کی، اس دوسری بیوی سے ایک لڑکی ہوئی، پھر تیسری شادی کی، لیکن اس سے ایک بھی اولاد نہیں ہے اور تیسری بیوی ابھی تک زندہ ہے، خلیق میاں اور ان کی بیوی کافی ضعیف ہوچکے ہیں اور چاروں لڑکیاں اپنے سسرال میں رہتی ہیں، خلیق میاں نے اپنی چاروں لڑکیوں کو اپنی خدمت کے لئے بلایا تو تین لڑکیوں نے انکار کردیا اور صرف ایک لڑکی خدمت کے لئے تیار ہوگئی، اب اگر خلیق میاں اپنی پوری جائیداد اس لڑکی کو دے دے، جو خدمت کے لئے تیار ہے، تو یہ شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اس میں کسی قسم کی شرعی خرابی تو نہیں ہے؟ نیز خلیق کے مرنے کے بعد ترکہ کیسے تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکیاں سب ترکہ میں برابر کی شریک ہوں گی(۲)، جس نے خدمت کی ہے، اس کو سعادت حاصل ہوئی، جنہوں نے بلا مجبوری کے انکار کیا، وہ اس سعادت سے محروم ہیں(۳)، لیکن میراث سے محروم نہیں ہوں

---

(۱) "قال العلامة القرطبي رحمه الله تعالى تحت ﴿ويسئلونك عن اليتمى قل إصلاح لهم خير﴾: لما أذن الله جل وعز في مخالطة الأيتام مع قصد الإصلاح بالنظر إليهم، وفيهم كان ذلك دليلاً على جواز التصرف في مال اليتيم ... وكل ما فعله على وجه النظر فهو جائز وما فعله على وجه المحاباة وسوء النظر فلا يجوز". (الجامع لأحكام القرآن، البقرة: ٢٢٠: ٣/٢٢، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في روح المعاني، البقرة: ٢٢٠: ١/١١٢، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(٢) "وأما للبنات فالأولى البنت، ولها النصف إذا انفردت، وللبنتين فصاعداً الثلثان. كذا في الاختيار شرح المختار". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ٦/٤٤٨، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ٨، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٦٤، رشيديه)

(٣) قال الله تعالى: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً إما يبلغن عندك الكبر أحدهما —

ں (۱)، اگراس رنج کی وجہ سے باپ نے ساری جائیداد اس خدمت گزار لڑکی کو دی اور بقیہ کو محروم کردیا تو باپ گنہگار ہوگا (۲)، یہ نہیں کرنا چاہیے، تقسیم ترکہ کا سوال مرنے کے بعد ہوتا ہے، زندگی میں نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید، نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۷ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= أو كلهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً كريماً﴾ (الإسراء: ۲۳)

وقال الله تعالى: ﴿وصاحبهما في الدنيا معروفاً﴾ (لقمان: ۱۵)

"عن أبي الدرداء رضي الله تعالى عنه أنه سمع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: الوالد أوسط أبواب الجنة، فاضع ذلك الباب أو احفظه"

وعن أبي أمامة رضي الله تعالى عنه أن رجلاً قال: يا رسول الله! ما حق الوالدين على ولدهما؟ قال: "هما جنتك ونارك". (سنن ابن ماجة، كتاب الأداب، باب بر الوالدين: ۲/۲۶۰، قديمي)

"وعن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: رضى الرب في رضى الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد" (مشكاة المصابيح، كتاب الأداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني: ۲/۴۱۹، قديمي)

(۱) "لا إرث جبري لا يسقط بالإسقاط" (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوى: ۵۰۵، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۳، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الفرائض: ۷/۴۷۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "رجل وهب في صحته كل المال للولد جاز في القضاء ويكون آثماً فيما صنع" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب السادس: ۴/۳۹۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/۶۹۶، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الجنس الثالث في هبة الصغير: ۶/۲۳۷، رشيديه)

الفصل الثاني في مايتعلق بدين الميت وأمانته

(میت کے قرض اور امانت کا بیان)

قرض کی ادائیگی اور تقسیمِ میراث کی ایک صورت کا حکم

سوال [۱۱۵۰۵]: احقر کی ایک ہمشیرہ کا انتقال والد صاحب کی زندگی میں آپریشن کے ذریعہ ایک بچہ ریحانہ تولد ہوکر انتقال ہوا تھا، ان ہمشیرہ کی شادی میں والد صاحب نے ایک مکان جہیز میں دیا تھا، بچی ریحانہ کی پرورش والدہ ہی نے کی ہے اور اب بالغ ہوچکی ہے، جہیز میں دیئے ہوئے مکان کو والد صاحب نے اپنی زندگی میں ضرورتاً پندرہ سو روپیوں میں فروخت کرکے اس رقم کو خرچ کرلئے تھے، بعد ازاں والد نے ایک اور مکان فروخت کرکے ریحانہ کی رقم پندرہ سو کے بجائے پچیس سو روپے علیحدہ کرکے محفوظ کردیئے تھے، لیکن بعد میں ان روپیوں سے ایک انجن اور پمپ خرید کر زراعت کے لئے بورنگ پر نصب کرادیئے اور زبانی وتحریر یہ ہدایت کئے ہیں کہ پچیس سو روپے ریحانہ کی شادی کے وقت ادا کریں، علاوہ ازیں کچھ سرکاری رقم تقریباً پانچ صد روپے بضمن شادی وغیرہ ادا کرتے ہیں۔

اب ہم بھائیوں نے یہ طے کیا کہ ایک زمین جو آٹھ ایکڑ ہے، قرض کی ادائیگی کے لئے مختص کردیں، یعنی لڑکی کی شادی کے وقت ڈھائی ہزار روپے اس کو دیں گے۔ اس کو چھوڑ کر باقی زمین سات حصوں میں منقسم سمجھا گیا، یعنی ہم پانچ بھائیوں کے پانچ حصے اور والدہ کا ایک حصہ اور باقی ایک حصہ میں دو بہنوں کا آدھا آدھا حصہ، لیکن عملاً اس پوری زمین کے ٹکڑے نہیں کئے گئے اور فی الحال زمین کو آمدنی کے لئے چھوڑ کر ان ہی کو اس کے انتظام ونگرانی کا ذمہ دار قرار دیا، لیکن والدہ چاہتی تھیں کہ آمدنی انہیں دی جائے اور خرچ سب مل کر تقسیم کریں، لیکن اس کو قبول نہیں کیا گیا، احقر کی رائے ہے کہ اس سالم زمین کو فروخت کرکے اس کی رقم سے حیدرآباد میں ایک مکان خرید لیں اور اس کے کرایہ کی آمدنی سے اپنا خرچ پورا کریں۔

اب حضرات والا سے حسبِ ذیل امور میں رہبری چاہتا ہوں:

۳...... سب رضامند ہوں تو زمین کو ایک جگہ رکھ کر سب کو حق دار قرار دینا بھی درست ہے، تقسیم کر کے الگ کرنا ضروری نہیں (۱)۔

۴...... جب انتظام ان کے قبضہ کا نہیں تو ان پر کیوں بار ڈالا جائے۔

۵...... مشورۂ خیر دینے میں کوئی حرج نہیں، مگر ان کو مجبور نہ کیا جائے، ان کا دل چاہے مشورہ قبول کریں نہ چاہے نہ قبول کریں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۸۸ھ۔

امین کی وفات کے بعد اس کے ورثہ سے امانت کا مطالبہ کرنا

سوال [۱۱۵۰۲]: ایک شخص نے بڑی رقم ایک شخص کو امانت رکھنے کے لئے دی، امین صاحب کا اچانک انتقال ہوگیا، اس رقم کا علم دینے والے کو اور امین صاحب کو تھا، بعد میں امین صاحب کے لڑکے سے اس رقم کا مطالبہ کر رہے ہیں اور یہ رقم گھر میں پائی بھی نہیں گئی، معلوم بھی نہیں ہو رہی ہے، معلوم کرنا ہے کہ ان کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ان کے لڑکے کا کیا فریضہ ہے، وہ اس میں کیا کریں؟

= تعریف المال والملک الخ: ۴/۵۰۲، سعید)

«كل يتصرف في ملكه كيف شاء» (شرح المجلة لخالد الأتاسي، الباب الثالث، الفصل الأول، المادة: ۱۱۹۲: ۴/۱۳۲، رشیدیہ)

«يلزم في الهبة رضى الواهب» (شرح المجلة، كتاب الهبة، الباب الثاني، المادة: ۸۶۰: ۱/۴۷۲، مکتبہ حنفیہ کوئٹہ)

(۱) «يقع كثيراً في الفلاحين ونحوهم أن أحدهم يموت فتقوم أولاده على تركته بلا قسمة، ويعملون فيها من حرث وزراعة وبيع ... وكل ذلك على وجه الإطلاق والتفويض لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة، ولا بيان جميع مقتضياتها» (الفتاوى الكاملية، كتاب الشركة، ص: ۵۰، حقانیہ پشاور)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الشركة: ۱/۹۴، إمدادیہ)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الشركة: ۴/۳۰۷، سعید)

(۲) «المشورة ليست ملزمة، بل للندب والاستحسان» (أحكام القرآن للتهانوي: ۲/۱۷، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مالک رقم کو مرحوم کے ورثہ سے مطالبہ کا پورا حق ہے، وارثوں کو اگر معلوم ہے کہ رقم موجود ہے، فلاں جگہ ہے تو ان کے ذمہ اس کا ادا کردینا لازم ہے(۱)، اگر وہ اقرار نہ کریں، بلکہ یہ کہیں کہ مالک رقم جھوٹ بولتا ہے کہ اس نے ہمارے والد صاحب کے پاس کوئی رقم امانت رکھی اور مالک کے پاس گواہ موجود نہیں، تو وارثوں کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، وہ قسم کھا کر یہ کہہ دیں کہ ہمارے والد کے پاس ہمارے علم کی حد تک کوئی انہوں نے امانت نہیں رکھی (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۱۱/ ۱۴۰۰ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿من بعد وصية يوصي بها أو دين﴾ (النساء: ۱۱)

"ثم تقدم ديونه التي لها مطالب من جهة العباد" (الدر المختار، كتاب الفرائض: ٦/٧٦٠، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ٦/٤٤٧، رشيديه)

(۲) "ولو أن رجلاً قدم رجلاً إلى القاضي، وقال: إن أبا هذا قد مات، ولي عليه ألف درهم دين، فإن لم يكن للمدعي بينة، وأراد استحلاف هذا الوارث، يستحلف على العلم عند علمائنا رحمهم الله تعالى بالله ما نعلم أن لهذا على أبيك هذا المال الذي ادعى وهو ألف درهم ولا شيء منه، فإن حلف انتهى الأمر، وإن نكل يستوفي الدين من نصيبه" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب أدب القاضي، الباب الخامس والعشرون: ٣/٤٠٢، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الدعوى، باب دعوى النسب: ٥/٥٨٥، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين في التركة: ٢/٣٨، اسلامي كتب خانه)

الفصل الثالث في وصية الميت وإقراره

(میت کی وصیت اور اقرار کا بیان)

وصیت کی اقسام

سوال[۱۱۵۰۷]: وصیت کتنی قسم کی ہوتی ہے؟ اور کون کون قابل تسلیم بروئے شرع محمدی سمجھی جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وصیت چار قسم کی ہوتی ہے: واجب، مستحب، مباح، مکروہ۔

"أي: هي وصية واجبة بالزكوة والكفارات وفدية الصيام والصلوة التي فرط فيها، ومباحة للغني، مكروهة لأهل فسوق، وإلا فمستحبة" اه (درمختار مع هامش الشامي: ٤١٥/٥، نعمانيه)(١).

وصیت کے لئے شرائط بھی ہیں، ان میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ وصیت وارث کے حق میں نہ ہو، اگر وارث کے حق میں وصیت کی تو وہ دیگر جملہ ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگی، وہ نہ چاہیں تو نافذ نہیں ہوگی۔ (والبسط في ردالمحتار)(٢). فقط۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(١) (الدرالمحتار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا: ٦٤٨/٦، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: [illegible]، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوصايا: ٢١٣/٩، رشيديه)

(٢) "وأما شرائطها ... وكونه أجنبياً حتى أن الوصية للوارث لاتجوز إلا بإجازة الورثة"

(البحرالرائق، كتاب الوصايا: ٢١٢/٩، رشيديه) .... =

وارث کے حق میں وصیت کا حکم

سوال[۱۱۵۰۸]: کیا یہ بات ممکن ہے کہ متروکہ منقولہ جائیداد میں سے ایک وارث کو حصہ دیے جانے کی وصیت کی جائے اور دیگر ورثاء کو اس میں حصہ نہ دیا جائے، بلکہ کسی اور مصرف میں خرچ کرنے کی وصیت کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں، صورتِ مسئولہ میں وصیت جن لڑکیوں کے حق میں ہے، جو کہ شرعاً وارث نہیں۔

"ولا تجوز الوصية للوارث عندنا إلا أن يجيزها الورثة". عالمگیری: ۴/ ۳۲۳(۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۳/ ۹۵ھ۔

تحریراً کسی کو وصی بنانے کا حکم

سوال[۱۱۵۰۹]: محمد یونس کا انتقال ہوگیا، جس نے ایک نابالغ لڑکا وارث چھوڑا اور مال میں ایک مکان اور ایک دکان اور کچھ نقد روپیہ چھوڑا، ایک چچازاد بھائی۔ جب جنازہ تیار ہو کر نماز کے لئے لے جایا گیا، تو اس وقت ایک تحریر نمازیوں کو سنائی گئی، وہ یہ تھی کہ ”میرے مرنے کے بعد میرے مال وغیرہ کے نگران مولانا خلیل الرحمن صاحب ہوں گے اور ان کے ساتھ دو آدمی اور ہوں گے، جن کے نام یہ ہیں: حاجی محمد صدیق صاحب اور مستری عبدالرحمن صاحب“۔ لوگوں نے کہا کہ یہ وصیت ہے، مولانا خلیل الرحمن صاحب نے چند

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/ ۹۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ۴/ ۴۱۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوصايا: ۶/ ۶۵۵، ۶۵۶، سعيد)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/ ۹۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الوصايا: ۶/ ۶۵۵، ۶۵۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ۴/ ۴۱۹، مكتبه غفاريه كوئٹه)

وصیت کے بعد رجوع کرنا

سوال[۱۱۵۱۰]: ایک شخص اپنے خاص رشتہ دار کو زبانی اور تحریری وصیت کرکے ایک پختہ مکان برائے رہائش دے دیتا ہے، حقوق ملکیت اپنے انتقال کے بعد لکھ دیتا ہے، اس کے عوض خدمت لیتا ہے، کیا وہ شخص اپنی زندگی میں مکان کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے؟ اس کے بارے میں اسلامی شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وصیت کرنے کے بعد اگر وصیت سے رجوع کرے، تو وصیت ختم ہوجائے گی۔

"وله أي: للموصي الرجوع عنها" (درمختار مع هامش الشامي نعمانيه: ٥/٤٢١)(١).

واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۱/۱۴۰۹ھ۔

وصی کا ضرورت سے زائد خرچ کرنا

سوال[۱۱۵۱۱]: وصی حضرات نے ایک مکان ومسجد مکان کے دوبارہ تعمیر کرادیئے ہیں، حالانکہ وہ کسی صورت میں بھی قابل صرف نہ تھے، صرف اس قدر مرمت کرانا چاہیے تھا، اس میں اس نے دو ہزار روپے لگادیئے، کچھ مستحق ہوگئے، اس طرح کا تصرف کرنا نابالغ وارثین کی وراثت میں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اس کو ضروری سمجھتے تھے، تو ان کو حق تھا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

وكذا في شرح الحموي على الأشباه، القاعدة الثالثة: ١/١٩٠، إدارة القرآن كراچی

(١) (الدر المختار على هامش رد المحتار، كتاب الوصايا: ٦/٦٥٨، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوصايا: ٤/٤٢٢، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ٦/٩٢، رشيديه)

(٢) لأنه كما ثبت له ولاية الحفظ ثبت له ولاية كل تصرف هو من باب الحفظ كبيع المنقول وبيع ما يتسارع إليه الفساد" (البحر الرائق، كتاب الوصايا، باب الوصي وما يملكه: ٩/٣٠٢، رشيديه)

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۵/ ۸۹ھ۔

کیا وصی، نابالغ وارث کو مدرسہ میں داخل کردے یا اس کے مال سے کفالت کرے؟

سوال [۱۱۵۱۲]: ۱: وصی نے نابالغ بچہ کو ایک مدرسہ میں داخل کردیا ہے، جہاں پر وہ زکوۃ، صدقہ وغیرہ کھارہا ہے، اس کا مال ہوتے ہوئے اس کو ایسا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یا اس کا انتظام اس کے مال میں سے کرنا چاہیے؟

۲: ایسے نابالغ بچے کا نقد روپیہ تو مکان وغیرہ کی تعمیر میں لگادیا جائے اور اس کے کھانے کپڑے کے خرچ کی وجہ سے اس کو کسی یتیم خانہ میں داخل کردیا جائے، جہاں زکوۃ صدقہ وغیرہ سے ہی خرچ چلتا ہو، اس صورت میں شرعاً مکان تعمیر کرنا کرانا اور اس کے روپیہ سے اس کا خرچ اٹھانا ضروری ہے یا نہیں؟ مکان تعمیر کراکے اس کو یتیم خانہ میں داخل کرادینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱: تعلیم کے لئے مدرسہ میں داخل کرادینا تو بڑی خیر خواہی اور عین مصلحت ہے(۱)، لیکن اگر اس کی ملک میں اتنا مال ہے کہ وہ مصرفِ زکوۃ نہیں، تو اس پر زکوۃ صرف کرنا جائز نہیں (۲)، بلکہ اس کے مال سے اس کی

= (وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا، باب الوصي وهو الموصى إليه: ٦/٧٠٥، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه: ٦/١٣٧، رشيديه)

(١) "له أن ينفق في تعليم القرآن والأدب إن تأهل لذلك" (الدرالمختار) "(قوله له أن ينفق الخ) كذا في مختارات النوازل، وفي الخلاصة وغيرها: إن كان صالحاً لذلك جاز، وصار الوصي مأجوراً وإلا فعليه أن يتكلف في تعليم قدر ما يقرأ في صلاته" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء: ٦/٧٢٥، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الوصايا، فصل في شهادة الأوصياء: ٤/٣٢٩، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب الوصايا، الفصل السادس: ٤/٢٢٠، امجد اكيدمى لاهور)

(٢) قال الله تعالىٰ: ﴿إنما الصدقت للفقرآء والمسكين ...﴾ (التوبة: ٦٠)

کفالت کی جائے (۱)۔

۲......امور مذکورہ بالا سے اس کا جواب ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۵/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۸۹ھ۔

داماد کا وصی بننے سے انکار کرنا

سوال [۱۱۵۱۳]: زید نے اپنی زمین پر گھر سے اپنی لڑکی کو وصیت دیا اور زید نے اپنے داماد سے کہا: ''اگر تم اس زمین کو اور اس گھر کو نہ لوگے، تو میں روز قیامت تمہارا دامن گیر ہوں گا''۔ تو زید کے داماد نے غصہ میں کہا: ''اگر تم اس طرح کی گفتگو کرتے تو میں آپ کی زمین کا ہرگز متلاشی نہ ہوں گا''۔ تو زید نے کہا ''بہت اچھا کرنا''۔ اب زید کے بھائی عمرو نے زید کی لڑکی کو کچھ بھی نہیں دیا اور زید کا انتقال ہو گیا، تو ایسی صورت میں کیا زید اپنے داماد کا روز قیامت دامن گیر ہوگا یا نہیں؟ ایسی صورت میں شریعت اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟

۲......زید مر گیا اور اس کے بھائی محمد ساجد نے ترکہ میں سے زید کی لڑکی کو کچھ بھی نہیں دیا، تو ایسی صورت میں محمد ساجد کی شریعت اسلامیہ کی رو سے کچھ گرفت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......جب کہ داماد نے وصی بننے سے انکار کر دیا تو وہ اس سے بری الذمہ ہو گیا (۲)، اب زید اپنے داماد

= "ويشترط أن يكون التصرف تمليكاً لا إباحة، لا يصرف ...... ولا إلى غني يملك قدر نصاب فارغ عن حاجته الأصلية". (الدرالمختار، كتاب الزكاة، باب المصرف: ۳۴۴/۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الزكاة، باب من توضع الزكاة فيه: ۲۷۷/۲، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الزكاة، باب المصارف: ۱۸۹/۱، رشيديه)

(۱) "الصغير إذا كان له مال فنفقته في ماله". (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۳۶۰/۴، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب النفقة: ۶۱۲/۳، سعيد)

(۲) "يشترط في الوصية القبول صريحاً أو دلالة ...... أو ردها فذلك باطل". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۹۰/۶، رشيديه) =

سے تھی اوراس میں وراثت جاری نہیں ہوتی، تواس کا یہ حکم نہیں بلکہ اصل مالک کواختیار ہے کہ اپنی زمین جس کو چاہے، کاشت کے لئے دے دے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

وصیت کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۱۵۱۴]: وصیت کی کیا صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟ اس نوعیت سے کہ زید کے صرف ایک ہی لڑکی ہے، ہندہ۔ وارث حقیقی اور کوئی لڑکا نہیں، اس سلسلہ میں زید کو جو تحقیق ہے وہ یہ کہ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾(۲).

اگر لڑکا موجود نہ ہو، تو آدھا مال لڑکی کا بقیہ عصبہ کا، یہ لوگ جس کا حصہ قرآن مجید میں مقرر ہے، ان کو ذوی الفروض کہتے ہیں، ان کی مختلف شکلیں ہیں، منجملہ ان کے دوجز دریافت طلب ہیں۔

ایک یہ کہ اختلاف دارین نہ ہو، دوسرے آزادی غلامی کا اختلاف نہ ہو، اس وقت ان کو حصہ ملے گا، اس سے جو باقی ہے وہ عصبہ کا ہے، اس مقام پر اختلاف دارین سے کیا مراد ہے؟ آیا ہندوستان وپاکستان کے مثل تفاوت مکانات کا اختلاف یا مقامی اختلافات، مکانات، رہن سہن کی علیحدگی مراد ہے؟ دوسرے آزادی غلامی کا اختلاف نہ ہو، اس مقام پر انفرادی خاندانی اختلاف مراد ہے یا اجتماعی ملکی سیاسی مراد ہے؟ ان زمانہ حال جب کہ دور دورہ مرحلہ ہے، اب بموجب حضرات اہل حق کا کیا فیصلہ ہے؟ ان کا کیا فرمان حکم ہے؟

کسی خاص علت کی بناء پر نوعیت حکمت سے مندرجہ ذیل کیفیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی کل جائیداد کا تہائی نواسوں کے نام بقیہ لڑکی کے نام وصیت نامہ لکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ اپنی کس قدر حصہ اس میں ہبہ

---

(۱) "الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص" (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال ... الخ: ۵۰۲/۴، سعيد)

"ولكل واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف شاء" (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۶۲۳/۱، حنفيه كوئته)

(وكذا في شرح المجلة، المادة: ۱۱۹۲: ۶۵۴/۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) (النساء: ۱۱)

کے شامل کیا جائے، اگر ہو سکتا ہے تو اس کی تفصیلی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔

مسائل مذکورہ کی تفصیلی کیفیت یہ ہے

زید

لڑکی حقیقی وارث ہندہ	دو حقیقی بھتیجے پاکستانی	سوتیلا بھائی ہندوستانی	سوتیلی بہن ہندوستانی
ہندوستانی ایک ۱	۲	۱ علاتی	۱ علاتی

زید کے یہ بھائی بہن مذکورہ زید کی ماں کے سوتیلے لڑکے لڑکیاں ہیں اور زید کے پاس جو جائیداد ہے وہ زید کی حقیقی ماں کے ترکہ سے ملی ہے، ماں کے مال سے سوتیلے لڑکی لڑکے کا حق ثابت نہیں، اس حقیقت صورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زید کے حقیقی باپ کے لڑکے یعنی بھائی بہن مذکورہ زید کی وفات کے بعد اگر قائم رہیں تو زید کی جائیداد سے ان کا حق ثابت ہوگا یا نہیں؟ زید کو قوی غالب گمان ہے کہ اگر میں نے لڑکی کے نام قانونی وصیت نامہ لکھ دیا یا ہبہ رجسٹری شدہ کیا اس کے نام مرنے کے بعد، تو میرے بعد دوسرے عزیز جائیداد پر مکمل قبضہ کر کے لڑکی کے واسطے کو محروم کر دیں گے، ایک عجیب خلفشار کا اندیشہ ہے، اس کے حفظ ما تقدم کے سلسلہ میں اگر شرعی قانون اختیار نہیں کیا جا سکتا ہے، تو دوسری ایسی کون سی شکل اختیار کی جا سکتی ہے، جو کہ بالکل ہی خلاف نہ ہو، شریعت میں تہائی وصیت کی گنجائش ہے، لیکن کس کے لئے ہے اور کس کے لئے نہیں، اس کے کیا مواقع محل ہیں اور کتنی مقدار ہبہ کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے، نیز ہبہ اور وصیت میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اختلاف دارین اہل اسلام کے حق میں مانع نہیں، بلکہ دوسرے غیر مسلموں کے حق میں مانع ہے(۱)،

---

(۱) "من موانعه اختلاف الدارين حقيقة أو حكماً" (الدر المختار) "اختلاف الدار لا يؤثر في حق المسلمين كما في عامة الشروح، حتى أن المسلم التاجر أو الأسير لو مات في دار الحرب ورث منه ورثته الذين في دار الإسلام. كما في سكب الأنهر" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض ۶/۷۶۷، ۷۶۸، سعيد)

"وكذلك اختلاف الدارين سبب لحرمان الميراث ولكن هذا في اهل الكفر لا في حق المسلمين، حتى أن المسلم اذا مات في دار الإسلام، وله ابن مسلم في دار الهند او الترك يرث"

میں بھی معتبر ہو سکتی ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۹/۱۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

غیر کے مال میں وصیت کا حکم

سوال[۱۱۵۱۵]: ایک شخص نے اپنے ہی پیسے سے جائیداد اور زمین خریدی اور اس کی تعمیر میں اپنا ہی پیسہ لگایا، صرف بھائی صاحب کو تقریباً دس ہزار کے قریب ادھار دیا، کیونکہ ان کی دکان بلوے میں لٹ گئی تھی اور وہ کاروبار کرنے لگے، چونکہ ان کا بڑا لڑکا ایک پاکستان میں اچھی ملازمت پر ہے، لہٰذا اس نے اپنے والد کو پاکستان بلانے کے لئے لکھا، انہوں نے دوکان کو خرد برد کرنا شروع کردیا اور چونکہ میں ملازمت پر تھا، اس لئے اس کی دیکھ بھال نہ کرسکا، لہٰذا مجھ کو جب معلوم ہوا تو مجھ میں اور بھائی صاحب میں جھگڑا بھی ہوا، اس لئے غصہ کی حالت میں جو جائیداد میں نے بذات خود پیدا کی تھی اور میرے والد مرحوم کی وراثت میں ملی تھی، وہ بھی اپنی بیوی کے نام کردی اور بیع کی قیمت مبلغ پانچ ہزار روپے اپنے ملنے والے سے چند گھنٹوں کے لئے لی تھی اور بعد رجسٹری کے واپس کردی تھی، اب اس شخص کی زوجہ نے وفات سے قبل اپنے سب بھائیوں اور بہنوں کو بلا کر سب اہل محلہ کے سامنے وصیت کی کہ

> ''دیکھو! اپنے بہنوئی سے دغا مت کرنا، یہ جائیداد سب انہیں کی ہے، میرا اس میں کچھ نہیں ہے اس میں میرا کوئی حصہ نہیں ہے، میری دلجوئی کے لئے میرے نام کردی تھی،

= ''وتجوز بالثلث للأجنبي، وإن لم يجز الوارث ذلك'' (الدرالمختار، كتاب الوصايا ۶/۶۵۰، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوصايا: ۹/۲۱۳، رشيديه)

(۱) ''ولا تجوز بما زاد على الثلث، إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار'' (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/۹۰، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوصايا: ۹/۲۱۳، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۵۰، ۶۵۱، سعيد)

کیونکہ میرے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے بیع میرے نام کردی ہے بلا قیمت، جو کچھ میرا حصہ تم کو ورثہ میں پہونچے گا وہ سب ان کے نام واپس کردینا''۔

زوجہ کے بھائیوں نے وعدہ کیا اپنی ہمشیرہ سے اور اہل محلہ بھی موجود تھے، وعدہ کیا کہ ''ہم اپنے بہنوئی سے دغا نہیں کریں گے''۔

اس واقعہ کو گیارہ سال ہوچکے ہیں اور وہ وعدہ کو پورا نہیں کررہے ہیں اور ٹال مٹول کررہے ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان کی نیت خراب ہوگئی ہے اور وہ پورا نہیں کرنا چاہتے ہیں، لہذا ایسے لوگوں کی بابت شرع متین میں کیا حکم ہے؟ اور ایسے لوگوں کو کچھ حصہ بھی پہونچتا ہے یا نہیں؟ وہ لوگ یہ چاہتے ہیں جب وہ مرجائیں تو ہم لوگ زبردستی ان کی جائیداد پر قبضہ کرلیں، کیونکہ ان کے پاس اتنا اثاثہ نہیں کہ وہ عدالتی کارروائی کرسکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کی زوجہ نے جو وصیت بھائیوں کو کی ہے، وہ شرعاً واجب العمل نہیں (۱)، جبکہ اگر جائیداد واقعۃً بیوی کو نہیں دی تھی، بلکہ مصلحۃً اس کے نام کردی تھی اور کہہ دیا تھا کہ ''دینا مقصود نہیں ہے'' تو بیوی اس کی مالک ہی نہیں ہوئی (۲)، وہ بیوی کا ترکہ نہیں، ان کو اس کے لینے کا کوئی حق ہی نہیں، اگر واقعۃً بیوی کو دے دی تھی تو اس

---

(۱) "وأما شرائطها ... وكونه أجنبيا حتى إن الوصية للوارث لا تجوز إلا بإجازة الورثة ... أن يكون الموصى به مقدار الثلث لا زائدا عليه". (البحر الرائق، كتاب الوصايا: ۹/۲۱۲، رشيديه)

"يبدأ من تركة الميت ... بتجهيزه ... ثم تقدم وصيته أي: على القسمة بين الورثة، من ثلث ما بقي، ثم يقسم الباقي بين ورثته". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹-۷۶۱، سعيد)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) "فإن تواضعا على الهزل بأصل البيع أي: توافقا على أنهما يتكلمان بلفظ البيع عند الناس، ولا يريدانه، واتفقا على البناء أي: على أنهما لم يرفعا الهزل ولم يرجعا عنه، فالبيع منعقد لصدوره من أهله في محله، لكن يفسد البيع لعدم الرضا بحكمه. فصار كالبيع بشرط الخيار أبدا. لكنه لا يملك بالقبض لعدم الرضا بالحكم، حتى لو أعتقه المشتري لا ينفذ عتقه هكذا ذكروا، وينبغي أن يكون البيع باطلا لوجود حكمه، وهو أنه لا يملك بالقبض". (رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب في حكم البيع مع الهزل: [illegible]، سعيد) —

میں ضابطۂ میراث جاری ہوگی، نصف کا شوہر حقدار ہوگا اور نصف دیگر ورثاء کو حصہ رسد ملے گی (۱)، اگر بیوی کو دے کر واپس لے لی اور بیوی اس پر رضامند ہوگئی، تب بھی وہ بیوی کا ترکہ نہیں (۲)، دوسرے کی چیز پر ناحق قبضہ کرنا غصب اور ظلم ہے، جس کا وبال سخت ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب البيوع: ۱/۲۵۹، مكتبه إمداديه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار، باب الصرف، مطلب في بيع التلجئة: ۵/۲۷۳، سعيد)

(وكذا في إمداد الفتاوى، كتاب البيوع: ۳/۲۹، ۳۱، مكتبه دار العلوم كراچى)

(۱) "... عن ... المتروكة مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، المادة: ۱۰۹۲: ۴/۳۱، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۴، رشيديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الفرائض: ۲/۲۹، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال" (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية السراجي، ص: ۲، قديمي)

(۳) "الكبيرة التاسعة والعشرون بعد المائتين: الغصب وهو الاستيلاء على مال الغير ظلما، أخرج الشيخان عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: من ظلم قيد شبر من الأرض طوقه من سبع أرضين" (الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب الغصب: ۱/۴۳۶، دار الفكر بيروت)

"عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أخذ شبرا من الأرض ظلما فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين: ۱/۴۵۳، قديمي)

بینک میں جمع شدہ روپیہ کا بیوی کے نام وصیت کرنا

سوال[۱۱۵۱۲]: شوہر کا کچھ روپیہ بینک میں جمع ہے، شوہر نے یہ لکھا ہے کہ ''میرے انتقال کے بعد یہ روپیہ میری بیوی کو ملے'' کیا اس روپیہ میں ماں کا حصہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر نے اپنے نام پر جمع کر کے یہ کہہ دیا کہ ''میری بیوی کو ملے'' تو ہبہ نہیں (۱)، بلکہ شوہر کا ترکہ ہے (۲)، جس میں بیوی ایک چوتھائی کی حق دار ہے (۳) اور ایک تہائی کی ماں حق دار ہے (۴)، تقسیم ترکہ سے پہلے مہر کی ادائیگی لازم ہے (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/ ۱/ ۸۹ھ۔

---

(۱) "لایتم حکم الهبة إلا مقبوضة" (الفتاوی العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني ۴/ ۳۷۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الهبة: ۵/ ۶۹۰، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۳/ ۲۸۱، مكتبه شركت علميه)

(۲) "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال"

(رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في دليل الوارث على هامش السراجي، ص: ۲، قديمي)

(۳) قال الله تعالى: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۲)

"وللزوجة الربع عند عدمهما" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني ۶/ ۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۷۳، رشيديه)

(۴) قال الله تعالى: ﴿فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث﴾ (النساء: ۱۱)

"الثالثة الأم ولها ثلاثة أحوال السدس مع الولد وولد الابن والثلث عند عدم هؤلاء"

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/ ۴۴۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۷۰، رشيديه)

(۵) "يبدأ من تركة الميت بتجهيزه ثم تقدم ديونه ثم يقسم الباقي بين ورثته" (الدر المختار =

کیا وصی مالِ یتیم کو استعمال کرسکتا ہے؟

سوال[۱۱۵۱۷]: جو شخص یتیم بچوں کی پرورش کررہا ہے، مالِ یتیم میں سے وہ سرپرست بھی اپنے استعمال میں لاسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، اس لئے بوقتِ حاجت اس قلیل پر کفایت کی جائے، ایسا نہ ہو کہ اس وعید میں آجائے۔

﴿إن الذين يأكلون أموال اليتمى ظلماً إنما يأكلون في بطونهم ناراً وسيصلون سعيراً﴾ الآية النساء: ٤، ١٠ آیت (١).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

کیا مورث کے وعدہ کی تکمیل ورثہ کے ذمہ ضروری ہے؟

سوال[۱۱۵۱۸]: زید فالج جیسے دیرینہ مرض میں مبتلا تھا، اپنی تنگ دامنی کی وجہ سے رہائش کا مکان

= مع ردالمحتار، کتاب الفرائض: ٦/٧٥٩-٧٦٢، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٦٥، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ٦/٤٤٧، رشيديه)

(١) (النساء: ١٠)

قال الله تعالى: ﴿ومن كان فقيراً فليأكل بالمعروف﴾ (النساء: ٦)

"في صحيح مسلم عن عائشة رضي الله تعالى عنها في قوله تعالى: ﴿ومن كان فقيراً فليأكل بالمعروف﴾ قالت: نزلت في ولي اليتيم الذي يقوم عليه ويصلحه، إذا كان محتاجاً جاز أن يأكل منه. وقال بعضهم: المراد اليتيم إن كان غنياً ... والأول قول الجمهور، وهو الصحيح". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ٣/٣٣، دار إحياء التراث العربي بيروت)

فروخت کردیا، زید نے اپنے غیر حقیقی داماد خالد سے کہا کہ تم میری خدمت کرو، میں تمہاری ذاتی زمین پر ایک پختہ کمرہ کی تعمیر کرادوں گا، یہ بات کہنے تک محدود نہ تھی، بلکہ قسمیں کھا کر وثوق دلایا کہ جتنے روپے تعمیر کمرہ پر صرف ہوں گے وہ میں برداشت کروں گا، زید کے عزم مصمم کا اثبات اثاث تعمیر خرید نے سے بھی عیاں ہوتا ہے، مثلاً پختہ اینٹیں لکڑی وغیرہ اور زیر تعمیر کمرہ کی بنیاد بھرائی، زید کا یہ بھی خیال تھا کہ اگر مشتری اپنے مکان سے نکالے، تو میرے رہنے کی جگہ مہیا رہے گی، لیکن سیمنٹ کی کمیابی کی وجہ سے مجوزہ کمرہ کی تعمیر مکمل نہ ہوسکی اور زید اسی اثناء میں انتقال کر گیا، اب اس کے بچے ہوئے روپے سے تعمیر کی تکمیل ہوگی کہ نہیں؟ ورثہ کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے جو وعدہ وارادہ کیا تھا، ورثاء اس کی تکمیل کے ذمہ دار نہیں (۱)، جو روپیہ موجود ہے، وہ اس نے ہبہ نہیں کیا یہ سب زید کا ترکہ ہے (۲)، ورثاء حسب حصص شرعیہ تقسیم کرلیں، اگر زید نے وصیت کی ہوتی تو ایک

---

(۱) زید پر خود اس وعدہ وارادہ کی تکمیل ضروری نہیں تھی، تو اس کے ورثاء پر بھی لازم نہیں کہ اس کے وعدہ کی تکمیل کریں، ہاں اگر وعدہ کرتے وقت ہی پورا کرنے کا ارادہ نہیں تھا، تو وہ گناہ گار ہے۔

"(سئل) فيما إذا وعد زيد عمراً أن يعطيه غلال من أرضه الفلانية فستغلها وامتنع من أن يعطيه من الغلة شيئاً، فهل يلزم زيداً شيء بمجرد الوعد المزبور؟ (الجواب) لا يلزم الوفاء بوعده شرعاً وإن وفى فيها ونعمت والله سبحانه الموفق" (تنقيح الفتاوى الحامدية، مسائل وفوائد شتى من الحظر والإباحة: ۲/۳۵۲، ۳۵۳، إمداديه)

"قوله: الخلف في الوعد حرام، قال السبكي: "ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب الوفاء"، وقال صاحب "العقد الفريد في التقليد": "إنما يوصف بما ذكر أي من خلف الوعد بنفاق إذا قارن الوعد العزم على الخلف، وأما من عزم على الوفاء، ثم بدا له فلم يف بهذا لم يوجد منه صورة نفاق، كما في الإحياء من حديث طويل عند أبي داود والترمذي مختصراً بلفظ "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي فلم يف فلا إثم عليه" (شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۳/۲۳۶، إدارة القرآن كراچی)

"قال العلامة الملا علي القاري رحمه الله تعالى: ومفهومه أن من وعد وليس من نيته أن يفي فعليه الإثم" (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد: ۸/۵۱۲، رشيديه)

(۲) "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال

ثلث ترکہ میں اس کا نفاذ ہوتا (۱)۔ اب کچھ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۱۱/ ۹۵ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ٦/ ٧٥٩، سعيد)

(وكذا في دليل الوارث على هامش السراجي في الميراث، ص: ٢، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/ ٣٦٥، رشيديه)

(١) ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الكفن والدين. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: [illegible]، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ٣، قديمى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/ ٣٦[illegible]، رشيديه)

الفصل الرابع في ذوي الفروض

(ذوی الفروض کا بیان)

تقسیم جائیداد وترکہ کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۱۵۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسائل میں کہ زید مرحوم کا ایک کارخانہ ہے، اس کارخانہ کی عمارت پر تقریباً ۴۰ سال قبل زید مرحوم کے ۳۵۰۰۰/ پینتیس ہزار روپے تعمیر میں خرچ ہوئے تھے، زید نے اپنی حین حیات میں مذکورہ بالا عمارت کو اپنی تجارت دوبارہ ایجاد کرنے کی غرض سے اپنے شہر کے ایک مالدار تاجر کے پاس رکھ کر بطور قرض دس ہزار روپے لے کر کاروبار چلایا تھا، چند سالوں کے بعد تجارت میں بھاری خسارہ ہو کر کاروبار ختم ہوگیا، کاروبار خسارہ میں ختم ہونے پر زید اپنی اس عمارت کو بامذکورہ روپے بھر کر رہن سے چھڑا نہ سکے، رہن والوں کا تقاضا زیادہ ہونے پر مجبور و بے بس ہو کر زید مرحوم نے اپنی بیوی خیر النساء سے ان کے زیورات تخمیناً پانچ ہزار روپیوں سے زیادہ رقم کے ان سے اس وعدہ پر لے کر کہ مذکورہ جائیداد کو رہن سے چھڑا کر اس پوری عمارت کو بیوی کے نام لکھ کر بذریعہ رجسٹری دستاویز منتقل کردیں گے، بیوی سے یہ وعدہ پکا کرکے ان سے زیورات بطور قرض حاصل کرلئے اور ان کو فروخت کرکے پانچ ہزار روپے لے کر زید مذکورہ رہن والے کا جن کے پاس یہ جائیداد بطور رہن کے رہا گفتگو کرکے یہ بات طے کرلی کہ رہن کی رقم دس ہزار میں سے اس وقت فوری طور پر پانچ ہزار روپے بھر دیں گے اور بقیہ رقم کارخانہ کے ماہانہ کرایہ کی آمد میں سے وہ جمع کرتے جاویں، اس طرح یہ معاملہ طے کرکے زید نے اپنی بیوی کے زیورات سے جو پانچ ہزار روپے یا کچھ زائد رقم دستیاب ہوئی، اس رقم کو رہن والے کو بھر دیا اور میعاد رہن ختم ہونے پر اس جائیداد کو بیوی کے نام لکھ دینے کا وعدہ کیا تھا کہ اس اثناء میں زید کا اچانک انتقال ہوگیا، زید مرحوم کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تینوں نے متفقہ طور پر لڑکی نے اپنی جانب سے اپنے شوہر کو گواہی کے لئے وکیل بنا کر ان تینوں نے اپنے والد مرحوم کے حسب وعدہ اس عمارت کو اپنی ماں کے نام لکھ کر دستاویز بنا کر رجسٹری کرکے جائیداد ماں کے قبضہ میں کلیۃً دے دی اور اس طرح

یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوی خیر النساء کے نام منتقل ہوئی اس وقت زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں اور ان کے بڑے فرزند اور ایک بیٹی یعنی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور ایک بہن بھی زندہ تھے۔

اس جائیداد کے منتقل ہونے کے بعد چار پانچ سال تک زید مرحوم کی والدہ ماجدہ کلثوم بی زندہ تھیں، ان دونوں کا پورا علم تھا اور اس عرصہ میں بھی انہوں نے اپنے پوتے پوتی یعنی زید مرحوم کی اولاد سے یا بہو سے اس کے متعلق ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، زید مرحوم کی والدہ اس واقعہ کے چار پانچ سال بعد تک زندہ رہ کر انتقال کر گئیں، ان کے بعد ان کے بڑے لڑکے اور بیٹی زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن کی طرف سے بھی اس حق کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ سب اور خاندان کے اکثر افراد خوب آگاہ تھے ان کو پوری طرح معلوم تھا کہ یہ جائیداد زیر رہن رہ چکا ہے، اور زید مرحوم کی بیوی نے اپنے زیورات شوہر کو بطور قرض مذکورہ وعدہ پر دے کر چھڑائی تھی، ورنہ وہ جائیداد رہن سے نہ چھوٹتی اور اس میں ڈوب کر ختم ہو جاتی۔

یہ جائیداد زید مرحوم کی بیوہ بیوی کے نام بذریعہ دستاویز رجسٹری منتقل ہو کر تقریباً ۳۰ سال کی طویل مدت گزر گئی اور تیس برس سے زید کی بیوی کے قبضہ میں کلیۃً چلا آ رہا ہے، وہی اس کی آمدنی اور سیاہ وسفید کی مالکہ تھیں، اس عرصہ میں زید کی والدہ کلثوم بی زندہ رہیں اور کوئی مطالبہ نہیں کیا، آخر وہ راہی عدم ہوئیں، ان کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بیٹے اور بیٹی جن کا ابھی ذکر کیا، چند سال زندہ رہے اور ان کی طرف سے بھی کوئی مطالبہ نہیں، ان دونوں کا بھی انتقال ہو گیا (تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گزر چکا) زید مرحوم کی بیوی خیر النساء صاحبہ جن کے نام یہ جائیداد ہے، مستقل تیس سال سے انہیں کے قبضہ میں کلیۃً چلا آ رہا تھا اور آمدنی وغیرہ کی وہی مالکہ رہی تھیں، چھ سات ماہ ہوئے انتقال کر گئیں، اب آپ سے گزارش ہے کہ مذکورہ باتوں کو پیش نظر رکھ کر ذیل کے سوالات کے جوابات مرحمت فرمائیں:

۱- مذکورہ بالا حالات کے پیش نظر بھی اگر زید مرحوم کے بڑے بھائی اور بہن جنہوں نے زید مرحوم کے انتقال کے بعد اور اپنی والدہ ماجدہ کے انتقال کے چھ سات سال بعد انتقال فرمایا، ان کی اولادیں یا ورثاء کی طرف سے مذکورہ بالا زید کی بیوی پر تیس سال قبل منتقل شدہ جائیداد میں زید مرحوم کی والدہ ماجدہ یعنی دادی کے حق کا مطالبہ اور دادی مرحومہ اور ان کے بڑے بیٹے (والد) اور بیٹی (پھوپھی) کے حق کا مطالبہ کریں تو کیا قابل سماعت اور حق بجانب ہوگا؟

۲ مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی آمدنی کا مطالبہ تیس سال بعد اور صاحب جائیداد کے انتقال کے بعد ان کے وارثوں سے کریں تو یہ قابلِ قبول اور حق بجانب ہے؟

۳ ..... مذکورہ جائیداد میں اگر یہ لوگ اس کی تیس سال کی آمدنی کے طالب ہوں (مطالبہ کریں) تو کیا یہ بھی قابلِ سماعت ہوگا؟ اگر ہو تو یہ کس کے ذمہ واجب الاداء ہے؟ اور شرعاً اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

زید مرحوم تو اپنی حیات میں نہ بیوی کا قرض پانچ ہزار روپیہ ادا کر سکے، نہ جائیداد بعوض قرض اس کے نام منتقل کرنے کا وعدہ پورا کر سکے، ان کے انتقال کے بعد ان کے ترکہ میں بعد اداء دین مہر و دیگر قرض سب ورثہ کا حصہ تھا(۱)، والدہ کا بھی اور تمام اولاد کا بھی اور بیوی کا بھی۔ بیوی کے قرض کو بصورت زیور ونقد نہیں دیا گیا بلکہ جائیداد کی صورت میں ادا کیا گیا تا کہ مرحوم کا وعدہ بھی پورا ہو جائے اور بیوی کو اپنا قرض بھی ہو جائے، اس کے لئے ضرورت تھی کہ سب ورثہ متفق ہو کر صورت اختیار کریں، یعنی زید کی والدہ کا بھی مشورہ ہوتا، مگر ایسا نہیں کیا گیا یہ کوتاہی ہوئی، تاہم جب زید کی اولاد نے اس کی تکمیل کی یعنی اپنے والد کا قرض ادا کر دیا اور زید کی والدہ نے اس میں کوئی مزاحمت نہیں کی جب کہ وہ بھی ۲ ای بطور وراثت حق دار تھیں، بلکہ انہوں نے خاموشی اختیار کی تو یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ مرحوم بیٹے کا قرض ادا کرنے کی جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ اس پر رضامند تھیں اور حکم بھی یہی ہے کہ تقسیم میراث سے پہلے متوفی کا قرض ادا کیا جائے۔

پس صورت مسئولہ میں زید کی بیوی اس جائیداد کی مالک ہوئی، پھر اس کے انتقال پر اس کے ورثہ کا حق ہے، زید کے بھائی بہن کا اس میں حق نہیں، وہ زید کی بیوی کے وارث نہیں، البتہ اپنی والدہ کے وارث ہیں (۲)،

(۱) "يبدأ من تركة الميت بتجهيزه ثم يقدم ديونه ثم يقسم الباقي بين ورثته أي: الذين ثبت إرثهم بالكتاب أو السنة أو الإجماع". (الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹-۷۶۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه) . ... =

مگر اس جائیداد میں والدہ کا جو چھٹا حصہ تھا، وہ تو بعوض قرض زوجہ زید کے پاس چلا گیا، اب اس کے بعد وہ جو کچھ والدہ کا ترکہ ہے، اس میں سے ان کو حصہ ملے گا اور زید کی اولاد کو اپنی دادی کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا، کیونکہ زید کا انتقال والدہ کے سامنے ہو گیا تھا اور زید کے بھائی بہن موجود تھے(۱)۔

۲- یہ مطالبہ درست نہیں(۲)۔

۳- یہ بھی درست نہیں(۳)۔

تنبیہ: یہ جواب اس تقدیر پر ہے کہ زید مرحوم کی جائیداد کو بیوی کے نام بعوض قرض منتقل کرنے پر والدہ زید کی رضامندی معلوم ہو، اگر وہ اس پر راضی نہیں تھیں (اس لئے کہ مقدار قرض پانچ ہزار کے مقابلہ میں جائیداد کی قیمت بہت زیادہ تھی) اور والدہ نے ناخوشی کا اظہار کر دیا تھا اور اجازت نہیں دی تھی، تو بعد میں دعویٰ اور مطالبہ بھی کیا ہو، تو پھر والدہ کا حق ساقط نہیں ہوا(۴)۔ انتقال والدہ کے بعد اس میں زید کے بھائی بہن کا

= (وکذا في الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الفرائض: ۴/۵۹۵، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۱) "وعصبة أي: من يأخذ الكل أي: إذا انفرد والأحق الابن، ثم ابنه". (البحر الرائق، کتاب الفرائض: ۹/۳۸۱، رشیدیه)

"الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالميراث جزء الميت أي البنون، ثم بنوهم ... الخ". (السراجي في الميراث، باب العصبات، ص: ۱۴، قدیمی)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/۴۵۲، رشیدیه)

(۲) چونکہ مذکورہ مکانات زید کی بیوی کی ملک ہیں، لہذا ان کی آمدنی کی بھی وہی مالک ہوں گی، کسی اور کو بھی اس آمدنی سے مطالبہ کا حق نہیں۔

"لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي". (البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار، کتاب الحدود، باب التعزير: ۴/۶۱، ۶۲، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل التعزير: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(۳) راجع الحاشية المتقدمة آنفا

(۴) "عن أبي حرة الرقاشي، عن عمه رضي الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم=

بھی حصہ ہوگا، پھران کی خاموشی اور مطالبہ نہ کرنے سے ان کا حق بھی ختم نہیں ہوا(۱)، پھران کی اولاد کا بھی حق ختم نہیں ہوا، البتہ مدت طویلہ گزر جانے کی وجہ سے دعویٰ اور مطالبہ کا حق ضابطۃً اور قضاءً نہیں رہا(۲)، تاہم عنداللہ دیانۃً برأت نہیں ہوئی، اس لئے ان سے مفاہمت ومصلحت کرکے سبکدوشی کرلی جائے یا ان کو جائیداد میں سے حصہ دے کرراضی کیا جائے یا قیمت دی جائے یا معاف کرایا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

ماں اور بیوی میں تقسیم میراث

سوال[۱۱۵۲۰]: زید کا انتقال ہوا، اس نے ایک ماں، ایک بیوی وارث چھوڑے اور کوئی نہیں

= "ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه" أي بأمر أو رضا منه" (مرقاة المفاتيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني: ۱۴۹/۶، رشيديه)

(وكذا في السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الغصب، باب من غصب لوحاً ... الخ: ۶/۱۶۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(ومشكاة المصابيح، كتاب البيوع: ۲۵۵/۱، قديمي)

(۱) "لو قال وارث: تركت حقي، لا يبطل حقه، إذ الملك لا يبطل بالترك" (الأشباه والنظائر، ميقبل الإسقاط: ۳۵۴/۳، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في ردالمحتار، باب إقرار المريض، فصل في مسائل شتى: ۵/۲۲۳، ۲۲۵، سعيد)

(وكذا في جامع الفصولين، كتاب الفرائض، الفصل الثامن والعشرون في مسائل التركة والورثة والدين: ۴۰/۲، اسلامى كتب خانه)

(۲) "رجل تصرف زماناً في أرض ورجل آخر رأى الأرض والتصرف، ولم يدع، ومات على ذلك لم تسمع بعد ذلك دعوى ولده، فتترك على يد المتصرف، لأن الحال شاهد اهـ، والله سبحانه وتعالى الهادي وعليه اعتمادي

(أقول) والحاصل من هذه النقول أن الدعوى بعد مضي ثلاثين سنة أو بعد ثلاثة وثلاثين لاتسمع إذا كان الترك بلا عذر من الأعذار المارة، لأن تركها هذه المدة مع التمكن يدل على عدم الحق ظاهراً" (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۳/۲، مكتبه إمداديه كوئته)

ہے، تو ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

میت کے ذمہ قرض مہر وغیرہ جو کچھ ہے، اس کو ادا کرنے کے بعد چوتھائی ترکہ بیوی کو ملے گا(۱) اور تہائی ترکہ ماں کو ملے گا(۲)، بقیہ دادا پردادا وغیرہ کی اولاد میں کوئی عصبہ ہو، تو اس کو ملے گا(۳)، تمام ورثہ کی تفصیل لکھ کر معلوم کرلیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تین بہنوں اور ایک بیوی میں تقسیمِ میراث

سوال[۱۱۵۲۱]: ایک شخص سنی المذہب کچھ عرصہ ہوا کہ فوت ہوگئے، ان کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ ہی متوفی کے والدین زندہ ہیں، صرف ان کی منکوحہ بیوہ ہے، جائیداد، مکان، دکان، چکی اور باغات پر مشتمل ہے، جو متوفی کی خود بنائی ہوئی ملکیت ہے اور کل جائیداد مع زیورات مکان کا وصیت نامہ متوفی نے اپنی منکوحہ بیوہ کے حق میں اپنی ہی زندگی میں رجسٹری کرایا تھا، جس کی رو سے بیوہ ساری جائیداد کی حق دار ہوتی ہے، لیکن متوفی

(۱) قال الله تعالى: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۲)

"وللزوجة الربع عند عدمهما" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿فإن لم يكن له ولد وورثه أبواه فلأمه الثلث﴾ (النساء: ۱۱)

"الثالثة الأم ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد وولد الابن ... والثلث عند عدم هؤلاء" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۴۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۰، رشيديه)

(۳) "فيبدأ بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۴، رشيديه)

کی بہن جو یہاں کی باشندہ ہے، کا ایک لڑکا ہے جو اپنے کو ساری جائیداد کا وارث بتاتا تھا، ان حالات میں معاملہ متنازعہ ہو گیا ہے، اس صورت میں شرعی قانون کی رو سے کل جائیداد کی وراثت کس کے حق میں منتقل ہوتی ہے اور کس کس قدر، یہ بھی بتانے کی زحمت کریں کہ وہ وصیت نامہ جو متوفی نے اپنی زندگی میں اپنی منکوحہ بیوی کے حق میں بذریعہ رجسٹری کیا تھا، وہ بحال رہے گا یا ساقط ہو جائے گا۔

نوٹ: مرحوم کی زندگی ہی سے تین یتیم بچے پرورش پا رہے تھے، جن میں ایک بچی شادی کے قابل ہے، وہ تینوں بچے اب بھی بیوہ کے پاس پرورش پاتے ہیں، کیا شرعی جائیداد میں ان کا بھی کچھ حق ہے؟ متوفی کی تین حقیقی بہنیں ہیں، ایک یہاں اور دو پاکستان کی باشندہ ہو چکی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مرحوم کے دادا، پردادا میں کوئی مرد موجود نہیں، تو مرحوم کا ترکہ بعد ادائے دین مہر وغیرہ، چار حصے بنا کر ایک حصہ بیوہ کو ملے گا اور ایک ایک حصہ تینوں بہنوں کو ملے گا (۱)، جو بہنیں دوسرے ملک میں ہیں، ان سے ان کے حصہ کے متعلق معاملہ طے کر لیا جائے۔ جو بچے پرورش میں ہیں، وہ شرعی وارث نہیں (۲)۔ فقط

---

(۱) تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو

مسئلہ ۴

بیوہ	بہن	بہن	بہن
	۱	۱	

واضح رہے کہ بہنوں وثلثان بطور ذوی الفروض ہونے کے ملا اور باقی ورثہ نہ ہونے کی وجہ سے علی سبیل الرد کے ملا۔

قال الله تعالیٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۲)

"الخامسة: "الأخوات لأب وام، للواحدة النصف، وللثنتين فصاعداً الثلثان" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض: ۶/۴۵۰، رشيديه)

"فيبدأ بذوي الفروض، ثم بالعصبات النسبية، ثم بالمعتق، ثم عصبة الذكور، ثم الرد على ذوي الفروض النسبية بقدر حقوقهم" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(۲) "يستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء" =

واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۴۰۰ھ۔

تین بیٹوں اور دو بیٹیوں میں تقسیمِ میراث

سوال [۱۱۵۲۲]: ایک مکان ہے جو ہندہ کے نام ہے، ہندہ کے تین لڑکے ہیں اور دو لڑکیاں، ہندہ کا بڑا لڑکا ہندہ کے انتقال کے بعد کہتا ہے کہ آدھے مکان کا میں مالک ہوں، کیونکہ مکان کے سلسلہ میں آدھی رقم میں نے والدہ کو دی تھی اور صورتِ حال یہ ہے کہ مکان کا بیع نامہ ہندہ ہی کے نام ہے، اب اگر اس نے ہندہ کو آدھی رقم دی ہے تو وہ رقم ہبہ ہوئی یا نہیں؟ کیونکہ کچھ علماء نے ہبہ ہی بتائی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کہنے سے کیا وہ بڑا لڑکا آدھے مکان کا مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب بڑے لڑکے نے رقم والدہ کو دے دی اور یہ نہیں کہا کہ یہ قرض ہے، میں واپس لوں گا تو وہ رقم ہبہ ہی شمار ہوگی (۱)، اب اس مکان میں سے اس رقم کی وجہ سے بڑا لڑکا کچھ بھی حق دار نہیں اور ہندہ کے وارث

= (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئته)

(۱) "فصل في القرض (هو عقد مخصوص) أي بلفظ القرض ونحوه (يرد على دفع مال مثلي لآخر ليرد مثله)" (الدرالمختار) "(قوله عقد مخصوص) الظاهر أن المراد عقد بلفظ مخصوص؛ لأن العقد لفظ، ولذا قال: أي بلفظ القرض ونحوه أي كالدين وكقوله: أعطني درهماً لأرد عليك مثله" (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب المرابحة والتولية، فصل في القرض: ۵/۱۶۱، سعيد)

"التمليك هو جعل الرجل مالكاً، وهو على أربعة أنحاء .... الثاني تمليك العين بلا عوض، وهي الهبة". (قواعد الفقه، ص: ۲۳۷، صدف پبلشرز)

"(هي) شرعاً (تمليك العين مجاناً) أي بلا عوض" (الدرالمختار، كتاب الهبة: ۵/۶۸۷، سعيد)

صرف یہی تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ ہندہ کے والدین اور شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا ہے، تو ہندہ کا ترکہ جس میں یہ مکان بھی شامل ہے، دو دو حصے تینوں لڑکوں کو ملیں گے اور ایک ایک حصہ دونوں لڑکیوں کو ملے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۶/ ۱۴۰۰ھ۔

اولاد نہ ہونے کی صورت میں شوہر کا حصہ

سوال [۱۱۵۲۳]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، ہندہ زید کے یہاں متعدد بار آگئی، مگر اولاد نہیں ہوئی اور انتقال کر گئی، زید نے ہندہ کے باپ (اپنے خسر کو ان کے مانگنے پر پورا مہر دے دیا) اور خسر زید (ہندہ کے باپ) نے کل روپیہ فوراً مسجد کو دے دیا اور اب پتہ چل رہا ہے کہ شوہر کا بھی حق ہوتا ہے، پس زید یہ سن کر اپنے حصے کا روپیہ واپس مانگ رہا ہے تو آیا شوہر کا حق ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو جو مہر کا روپیہ زید نے ہندہ کے باپ کو دیا تھا، اس نے کل مسجد پر دے دیا تھا تو زید کو روپیہ اب کون دے گا؟ آیا خسر (ہندہ کے باپ) دے گا یا مسجد سے زید کے حصے کی مقدار واپس کر لیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کے مہر سے نصف کا زید مستحق ہے (۲)، زید کے خسر کو لازم تھا کہ نصف زید کے پاس رہنے

---

(۱) نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۸

ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
۲	۲	۲	۱	۱

قال اللہ تعالیٰ: ﴿یوصیکم اللہ فی أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (النساء: ۱۱)

"العصبات: وھم کل من لیس لہ سھم مقدر، ویأخذ ما بقي من سھام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جمیع المال" (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/ ۴۵۱، رشیدیه)

(وکذا في الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الفرائض، العصبات: ۶/ ۷۷۳، ۷۷۴، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولکم نصف ما ترک أزواجکم إن لم یکن لھن ولد﴾ (النساء: ۱۲) =

دیتا(۱)، اب جب کہ پورا روپیہ مسجد میں دے چکا ہے تو یہ بھی حق ہے کہ نصف واپس لے لے، وہ اس طرح کہ خسر اہل مسجد سے نصف واپس لے کر زید کو دے دے(۲)، اگر زید نہ لے، بلکہ وہ اپنی طرف سے محسوب کرے تو وہ بھی مستحسن ہے، اجر ہوگا، ہندہ کا جو سامان جہیز وغیرہ تھا اس میں بھی زید نصف کا مستحق ہے، اگر اپنے خسر سے اس طرح معاملہ کرلے کہ جس قدر زید کا حصہ (نصف مہر) مسجد کو دے دیا ہے، اسی کے عوض بقیہ سامان میں سے زید کو دے دیا جائے، تب بھی درست ہے، یعنی نصف سامان تو حق وراثت زید کو مل جائے اور نصف مہر کے بقدر خسر اپنی میراث پدری سے زید کو دے دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۲/ ۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۱ھ۔

بیوی کا حصہ

سوال[۱۱۵۲۴]: محمد ایوب خان کے دولڑکے محمد یعقوب خان اور محبوب خان پہلی بیوی سے تھے، جن کا شادی کے بعد محمد ایوب خان نے جائیداد تقسیم کی اور الگ کردیا اور محمد ایوب خان نے دوسرا نکاح کیا، اسی بیوی سے ایک لڑکا محمد ریاض خان پیدا ہوا، جس کی ایوب خان نے شادی کردی اور اپنی کل جائیداد جوان کے یعنی

= "فللزوج النصف عند عدم الولد وولد الولد". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/ ۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۷۴، رشيديه)

(۱) "لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة، ۹۷: ۱/ ۲۶۴، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الحدود، فصل التعزير: ۵/ ۶۸، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۴/ ۶۱، ۶۲، سعيد)

(۲) "أفاد أن الواقف لابد أن يكون مالكه وقت الوقف ملكاً باتاً ويبطل وقف استحق بملك أو شفعة". (ردالمحتار، كتاب الوقف: ۴/ ۳۴۰، ۳۴۱، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوقف: ۲/ ۵۶۸، مكتبه غفاريه كوئته)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۳۱۴، رشيديه)

یوب خان کے نام تھی، وہ محمد ریاض خان کے نام کر دی، پھر ریاض خان کا انتقال پر ملال ہوا، اب ریاض خان کی بیوی کے سسرال والے یہ کہتے ہیں کہ قانوناً کل جائیداد کی مالک ہماری لڑکی یعنی مسمی وکیلہ ہے اور یعقوب خان محبوب خان وایوب خان کہتے ہیں کہ ایسا نہیں، بلکہ اس جائیداد کے چار حصے ہوتے ہیں وہ صرف ایک حصہ کی مالک ہوا اور مقدمات شروع ہوئے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا شرعاً قرآن وحدیث کی رُو سے اس جائیداد کی مالک مرحوم ریاض کی بیوی مسماۃ وکیلہ ہے یا نہیں؟ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ شرعاً ۴ حصے ہوں گے اور وہ ایک حصہ کی مالک ہوگی کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی کو شوہر کے ترکہ مملوکہ سے میراث ملتی ہے، اگر شوہر نے اولاد نہ چھوڑی ہو تو بیوی کو ایک چوتھائی ترکہ ملتا ہے، اس سے زیادہ کی میراث اس کو نہیں ملتی، البتہ جو دین مہر ہو، اس کو تقسیم ترکہ سے پہلے ادا کرنا لازم ہوتا ہے(۱)۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾(۲)

محض ترکہ پر بحیثیت وراثت شرعیہ اس کا دعویٰ کرنا اور قبضہ کا مطالبہ کرنا شرعاً صحیح نہیں، ہاں! اگر قانوناً جو زمین جس کی کاشت میں ہو، اس کے انتقال کے بعد اس کی بیوی کو بحیثیت کاشتکار ملتی ہو اور اصل مالک سرکار

---

(۱) "المسمى دين في ذمته وقد تأكد بالموت فيقضى من تركته" (الهداية، باب المهر: ۲/۳۳۳، شركت علميه ملتان)

"يبدأ بتكفينه وتجهيزه ... ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله ... ثم يقسم الباقي بين ورثته". (السراجي في الميراث، ص: ۳، قديمى)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(۲) (النساء: ۱۱)

"وللزوجة الربع عند عدمهما" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني ۶/۴۵۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۷۴، رشيديه)

ہو، تو پھر قانون کا اعتبار ہوگا(۱)، اس میں شرعی میراث جاری نہیں ہوگی، کیونکہ وہ ورثاء کی ملک ہی نہیں، جس میں میراث جاری ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۸/۸۹ھ۔

تین بھائیوں، ایک بہن اور بیوی کے درمیان تقسیمِ میراث

سوال[۱۱۵۲۵]: مسمی محمد عیسیٰ صاحب انتقال کر گئے، حسبِ ذیل ورثاء چھوڑے تین حقیقی بھائی محمد ادریس، محمد موسیٰ، محمد الیاس جو حیات ہیں، ایک بہن قبولہ، ایک بیوی زہرا خاتون، محمد عیسیٰ مرحوم نے اپنے سالے محمد ظہیر کی لڑکی انجم آرا کو بچپن سے پالا، اس کو اپنی لڑکی بنا کر رکھا، اب بعد انتقال مال وجائیداد کا حق دار کون ہوگا؟ کیا انجم آرا کو جائز ہے کہ وہ اپنی ولدیت کو محمد عیسیٰ مرحوم کی طرف منسوب کرے؟ محمد عیسیٰ کے بھائیوں میں سے کوئی ایک بغیر اجازت دیگر ورثاء تمام جائیداد انجم آرا کے کرادے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

کیا محمد عیسیٰ کے انتقال کے بعد بلا اجازت ان کے بھائیوں کے، ان کو مکان دے سکتے ہے اور وہ ان کے مال میں سے کھا سکتی ہے، ان فریقوں میں سے کوئی ایک بھی بغیر ان تمام فریقوں کی اجازت کسی قسم کا مال وجائیداد میں تصرف کر سکتا ہے، اگر تصرف کرے تو عنداللہ مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ انجم آرا کی شادی میں محمد عیسیٰ کے مال وجائیداد سے یہ جہیز وغیرہ سامان دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جہیز لینے والا جانتا ہے کہ عیسیٰ مرحوم کے مال سے شادی ہو رہی ہے تو وہ ماخوذ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ نیز عیسیٰ مرحوم کی بیوی زہرا خاتون کی پرورش کا ذمہ دار کون ہے؟ کیا محمد عیسیٰ کے بھائیوں پر دیکھ بھال کرنا ضروری ہے یا خود زہرا کے بھائی جو کہ زندہ ہیں، پرورش کے کوئی ذمہ دار نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد عیسیٰ مرحوم کے انتقال کے بعد اس کے ذمہ جو کچھ قرض اور دین مہر وغیرہ ادا کیا جائے، پھر جو کچھ

---

(۱) "أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع وإلا فلا، أي يتبع ولا تجوز مخالفته" (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام واجبة: ۵/۴۲۲، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه، القاعدة الخامسة، تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة ۱/۳۳۲، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في القواعد الفقه، الفن الأول، القواعد الكليه: ۱۰۸، مير محمد كتب خانه)

ترکہ بچے اس کے ایک تہائی سے اس کی وصیت پوری کی جائے (اگر وصیت کی ہو) پھر جو کچھ بچے اس کو اس طرح تقسیم کیا جائے(۱)

مسئلہ ۴ ۲۸

زوجہ	اخ	اخ		اخ	اخت
زہرہ	ادریس	موسیٰ	۴/۲۸	الیاس	قبولہ
۷	۶	۶		۶	۳

یعنی ۲۸ حصے بنا کر سات حصے مرحوم کی بیوی زہرہ کو ملیں گے، چھ چھ حصے تینوں بھائیوں ادریس، موسیٰ، الیاس کو ملیں گے، تین حصے بہن قبولہ کو ملیں گے(۲)، مرحوم نے سالے کی لڑکی نجمہ کو پالا ہے، اس کو بحیثیت وراثت کچھ نہیں ملے گا(۳)، ہاں! اگر اس کے لئے کچھ وصیت کی ہو تو ایک تہائی ترکہ میں اس کو

(۱) "تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبداء بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة". (السراجي في الميراث، ص: ۲، ۳، قديمى)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۷-۷۵۸، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد﴾ (النساء: ۱۲)

وقال الله تعالىٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"العصبات: وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/۴۵۱، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الفرائض، العصبات: ۶/۷۷۳، ۷۷۴، سعيد)

(۳) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئته)

پورا کیا جائے گا(۱)، اس کے علاوہ نہ تو وارث ہے نہ مرحوم کے ترکہ سے کچھ کھانے پینے کی اجازت ہے، وہ ترکہ جملہ ورثاء دونوں کا ہو گیا، البتہ مرحوم کے ورثہ میں سے جو جو وارث چاہے اپنا حصہ اس بچی کو دے سکتا ہے(۲)، تمام ترکہ دینے کا حق نہیں، دوسرے کا حصہ نہیں دے سکتا(۳)، اگر دیں گے تو اس کا استعمال نہ انجم آرا کو جائز ہوگا نہ اس کے شوہر وغیرہ کو، مرحوم کی زوجہ زیب اگر غریب ہے، نادار ہے تو اس کے بھائی اس کی ہمدردی کریں(۴)، بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ کر دیا جائے، تو بے فکری ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۸/۹۲ھ۔

---

(۱) "ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين" (السراجي في الميراث، ص: ۳، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۰، ۷۶۱، سعيد)

(۲) "ولكن واحد منهم أن يتصرف في حصته كيف شاء" (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۱/۲۴۳، مكتبه حنفيه كوئته)

(وكذا في رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال الخ: ۴/۵۰۲، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة، الكتاب الثالث، المادة ۱۰۹۲: ۱/۶۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) چونکہ ترکہ مورث کے ورثاء کے درمیان مشترک ہوتا ہے، اور کسی کو دوسرے کے حصہ میں تصرف کا حق نہیں، الا یہ کہ وہ اجازت دے دے۔

"لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه" (شرح المجلة، رقم المادة ۹۶: ۱/۲۶۲، رشيديه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الغصب، ص: ۲۷۶، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد)

(۴) "عن أبي موسى رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أطعموا الجائع وعودوا المريض وفكوا العاني" (مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز، باب عيادة المريض الخ، الفصل الأول: ۱/۱۳۳، قديمي)

"عن النعمان بن بشير رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ترى المؤمنين في تراحمهم وتوادّهم وتعاطفهم كمثل الجسد، إذا اشتكى عضوا تداعى له سائر الجسد بالسهر والحمى" متفق عليه (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول: ۲/۴۲۲، قديمي)

مناسخہ کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۱۵۲۶]: ایک مکان ہے جو کہ موروثی ہے اور یہ مکان ہماری دادی مرحوم کی ذاتی ملکیت تھی، اس کے انتقال کے بعد ترکہ پہونچا ان کے ایک بیٹا اور ایک بیٹی کل یہی اولاد تھی (ہماری دادی جان کے)۔ لہذا بیٹا یعنی ہمارے والد مرحوم کے دو حصے ہوئے اور بیٹی کا ایک، لیکن ان دونوں بھائی بہنوں نے اپنی زندگی میں بٹوارہ نہیں کیا اور بغیر بٹوارہ عمل میں لائے، ہمارے والد ہماری پھوپھی انتقال کر گئیں، ہماری پھوپھی کی تین اولاد ہیں، یعنی ایک بیٹا اور دو بیٹی اور ہمارے والد کی اولادیں چار ہیں یعنی ہم تین بھائی اور ایک بہن۔
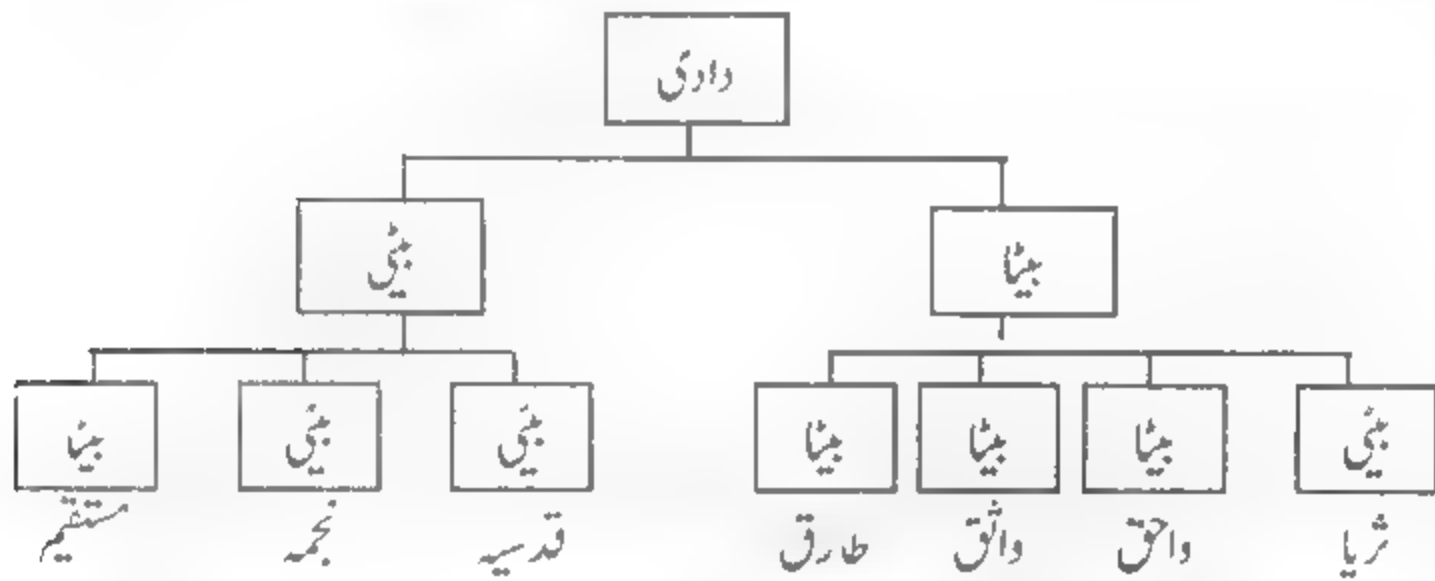
اب یہ بھی جان لیں کہ ہمارے دونوں بھائی بچپن ہی سے کمزور دماغ واقع ہوئے ہیں اور ان کی دماغی حالت صحیح نہیں کہی جاسکتی۔ چھوٹا بھائی واثق تو نیم پاگل ہے اور بڑے بھائی طارق پاگل تو نہیں کہہ سکتے، لیکن انہیں عقل وسمجھ کی حد سے زیادہ کمی ہے اور دماغ کمزور ہونے کی وجہ سے کچھ بھی لکھ پڑھ نہیں سکتے، ثریا بہن اور ہم دماغی حیثیت سے بہتر ہیں۔ ہماری پھوپھی ہمیشہ سعودی عرب میں اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہیں اور ہم پر پورا بھروسہ کرتی ہیں، ہماری دونوں پھوپھی زاد بہن خودسر ہیں اور غیر شادی شدہ ہیں، بزرگوں کا کہنا نہیں مانتی، البتہ چال چلن ان کا درست ہے، ان کا چھوٹا بھائی مستقیم بھی ہمارے بھائیوں کی طرح ہے۔

مذکورہ مکان کی بات چیت جب ہم نے اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے چند سال قبل کی تو وہ لوگ راضی نہیں ہوئے کہ ہم لوگوں کو ہمارے والد کا دو حصہ مکان میں ملے، اگر زبردستی کی جاتی اور قانونی کارروائی کی جاتی تو اندرونی معاملہ تو کوئی دیکھتا نہیں اور لوگ یہ کہتے کہ لڑکیوں کو بے سہارا کر رہے ہیں، اس سے ہم خاموش رہے، سال گزشتہ جب ہم نے تلاش معاش کے لئے امریکہ جانے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ والد اور بھائیوں کا

اجازت جب کہ ہم ان کے منتظم تھے، ہم نے ان کے حصے کی تھوڑی تھوڑی زمین اور مکان اپنی پھوپھی زاد بہنوں کے حوالہ کردیا ناجائز طریقہ سے۔

۲..... جو بٹوارہ ہم اپنی پھوپھی زاد بہنوں سے کرچکے ہیں، اس کو کالعدم سمجھیں اور بٹوارہ نامہ پھاڑ کر پھینک دیں۔

جو صورت ہو اس سے آگاہی بخشیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو بٹوارہ پھوپھی کی اولاد کے ساتھ آپ نے کیا، وہ بغیر دیگر ورثہ (بہن، بھائیوں، والدہ) کی اجازت کے کیا، آپ کو اس کا حق نہیں تھا، اگر سب نے منظور نہیں کیا تو وہ قابل عمل نہیں (۱)، دادی صاحبہ کے انتقال کے وقت اگر ان کے والدین اور شوہر موجود نہیں تھے، تو ان کا ترکہ تین حصے ہو کر ایک حصہ آپ کی پھوپھی صاحبہ کا حق اور دو حصے آپ کے والد صاحب کے، پھر والد صاحب کے انتقال پر ان کا ترکہ آٹھ حصے ہو کر ایک حصہ آپ کی والدہ کا اور ایک حصہ آپ کی بہن کا اور دو دو حصے آپ تینوں بھائیوں کے ہوئے (۲)، پھوپھی کی اولاد کو ۳ ... ت جس قدر زمین دیا اس کی قیمت کے برابر والدہ کے انتقال کے بعد اس کے سات حصے ہوں گے، ایک حصہ اپنی طرف

(۱) "لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته" (الدر المختار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ۹۶: ۱/۲۶۴، رشيديه)

(وكذا في الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الغصب، ص: ۲۷۶، قديمى)

(۲) نقشۂ تقسیم

مسئلہ ۳

م

بیٹا	بیٹی
۲	۱

مسئلہ ۸

م

بیوی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹی
	۲	۲	۲	

سے بہن ثریا کو دے دیں اور دو دو حصے دونوں بھائیوں واثق، طارق کو دے دیں، اپنے دو حصے گویا کہ بٹوارہ کی صورت میں پھوپھی کی اولاد کو دے ہی چکے ہیں۔ ان بہن بھائیوں کو اس پر راضی کر لیں کہ انہوں نے اتنا اتنا اپنا حصہ فروخت کر دیا، والدہ کا حصہ بھی سب آپ چاروں کو پہونچنا ہی تھا (جب کہ ان کے والدین نہیں تھے) اس طرح کر لینے سے آپ کو نہ عدالت میں جانا پڑے گا، نہ وعدہ خلافی ہوگی، نہ بہن بھائیوں کی حق تلفی ہوگی، نہ آخرت کا مواخذہ ذمہ میں رہے گا۔

بہن بھائیوں میں سے جو اپنا حصہ جو کہ پھوپھی کی اولاد کے پاس بٹوارہ میں چلا گیا، جس کے سات حصے بننے کے لئے اوپر بتلایا گیا ہے، بخوشی معاف کر دے تو آپ اس کے حصہ کی قیمت دینے سے بری ہو جائیں گے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۹۱ھ۔

میراث میں لڑکیوں کا حصہ

سوال [۱۱۵۲۷]: دیہات میں چونکہ لڑکیوں کو حصہ دینے کا رواج نہیں، اس لئے لڑکیاں جھگڑتی نہیں اور بعض لڑکیوں کو علم نہیں کہ ہمارا حصہ بھی جائیداد وغیرہ میں ہے یا نہیں، ایسی صورت میں اگر خبر نہ کی جاوے اور معاف کرا لیا جاوے، تو معاف ہوگا یا نہیں؟ اور اگر خبر کر دے کہ ان میں تیرا بھی حصہ ہے، لیکن تو معاف کر دے تو معاف ہوگا یا نہیں؟ اور اگر بے خبری میں گزر گئی کہ میرا حصہ بھی ہے یا نہیں، تو وہاں مواخذہ کرے گی یا نہیں؟

سائل: محمد یونس گوڑگانوی متعلم جامعہ ہذا

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی کا حق ذمہ سے بغیر اس کے ادا کئے یا بغیر صاحب حق کے معاف کئے ساقط نہیں ہوتا (۱)، اگر دنیا

---

(۳) "والدين الصحيح هو في التنوير وغيره: مالايسقط إلا بالأداء أو الإبراء" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الكفالة، المادة: ۶۳۱: ۳/۲۳، رشيديه)

وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الكفالة، مطلب كفالة المال قسمان: ۵/۳۰۲، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب الكفالة: ۲/۱۶۵، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "والدين الصحيح هو في التنوير وغيره "مالا يسقط إلا بالأداء أو الإبراء" (شرح المجلة لخالد -

میں نہ حق کو ادا کیا نہ صاحب حق سے معاف کرایا تو قیامت میں مواخذہ ہوگا (۲)، اگر صاحب حق کو اس کے حق کی اطلاع کی گئی اور اس نے خوشی سے معاف کردیا، تو پھر وہ حق معاف ہوجائے گا اور قیامت میں مواخذہ نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۵۱/۱۱/۲۶ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمن غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

تقسیم ترکہ وقرض کی ایک صورت کا حکم

سوال [۱۱۵۲۸]: ہمارے والد رحمہ اللہ تعالیٰ عمدون عرصہ چالیس سال ہوئے انتقال فرما گئے، ان کے چار بیٹے، حاجی قاسم، حاجی محمد، عبدالغفور، عبدالشکور ایک بھائی نمبر ۳ عبدالغفور والد صاحب کے زمانہ ہی میں اپنا علیحدہ کاروبار کرتے تھے، وہ مقروض ہوگئے، والد کے انتقال کے بعد ان کی خواہش ہوئی کہ اگر سب مل کر میرا قرض ادا کردیں، تو میں اپنے حصہ سے دست بردار ہوجاؤں گا، چنانچہ سات ہزار روپے ان کے قرض میں سب نے مل کر ادا کردیے، وہ تحریری طریقہ پر دست بردار ہوگئے، باقی تین بھائی قاسم، حاجی محمد، حاجی عبدالشکور نے مشترک کاروبار شروع کیا۔ ایک مکان حاجی قاسم وعبدالشکور کے نام خریدا گیا۔

اس سے متصل ایک بڑی زمین حاجی محمد کے نام پر خریدی گئی، اس قطعہ زمین اور مکان کو ملا کر ایک بڑا

= الأتاسي، كتاب الكفالة، المادة: ۶۳۱: ۳/۲۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الكفالة، مطلب في كفالة المال قسمان الخ ۵/۳۰۲، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب الكفالة ۲/۱۶۵، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين" متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمی)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين: ۱/۴۵۳، قديمی)

مکان کی منزل تعمیر کرایا، ایک چھوٹا مکان بنام حاجی محمد و حاجی قاسم ہے، اس کے علاوہ ایک دکان قاسم کی زوجہ کے نام پر خریدی گئی، اس شرط پر کہ زوجہ حاجی قاسم کے انتقال پر بنام حاجی عبدو، حاجی محمد عمر، حاجی محمد (عبدو کا پوتا) ہوگی، حاجی محمد نے ایک مکان حاجی قاسم کے نام خریدا اور چھوٹا کا اس والا مکان فروخت کر کے ساڑھے چھ ہزار روپے حاصل کئے، قاسم نے پوتوں کے نام وصیت نامہ تحریر کر کے قبضہ میں دے دیا۔ یہ مکان زوجہ و حاجی محمد نے خرید کر از سر نو تعمیر کرایا۔

والد کے انتقال کے چار سال بعد ہی والدہ کا انتقال ہوا، جس کو چھتیس سال کا عرصہ ہوا، انتقال کے وقت ایک طولانی بات وقف کے بارے میں ایک پوتے کے لئے وصیت کر گئیں اور اب پینتیس سال کے بعد ایک بھائی نے اس پوتے کے بچہ کو مار دیا، حاجی محمد نے دو حج کئے اور بیوی کو کرائے اور دو لڑکوں کی شادیاں کیں، دوسرے بھائی نے بھی اولادوں کی شادیاں کیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ حاجی محمد کہتے ہیں کہ سب مکانات وغیرہ میری ذاتی کمائی ہیں اور اسی طرح ان کی زوجہ کہتی ہیں کہ یہ سب کچھ میرے شوہر کی کمائی کا حصہ ہے، بتیس ہزار روپے اس کاروبار پر قرض ہیں، حاجی محمد اس کی ادائیگی کے لئے منکر ہیں، ہم سب کے مشترک کاروبار کی اس صورت میں شرع شریف کی رو سے کس طرح تقسیم عمل میں آئے گی؟"

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبدو کے انتقال کے بعد چار بیٹے برابر کے وارث تھے، پھر تین نے اور ان کی والدہ نے مل کر عبدالغفور کا قرض سات ہزار روپے ادا کیا، اس شرط پر کہ عبدالغفور ترکہ پدری سے دستبردار ہو جائے گا، گویا کہ انہوں نے اپنا حصہ میراث مبلغ سات ہزار روپیہ میں اپنے بھائیوں اور والدہ کے ہاتھ فروخت کر دیا، لہذا اب عبدو کے ترکہ میں تین لڑکے اور بیوی شریک رہے(۱)۔

---

(۱) التخارج وهو تفاعل، والمراد به ههنا أن يتصالح الورثة على إخراج بعضهم عن الميراث بشيء معلوم من التركة، وهو جائز عند التراضي. نقله محمد في كتاب الصلح عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما: فورثها عثمان رضي الله تعالى عنه مع ثلث نسوة أخر، فصالحوها عن ربع ثمنها على ثلاثة وثمانين ألفاً، فقيل: هي دنانير، وقيل: دراهم". (الشريفية شرح السراجية، فصل في التخارج، ص: ٣، سعيد)

وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلح، فصل في التخارج: ٥/ ٦٤٢، سعيد

وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الكفالة، المادة: ١٥٥٠: ٣/ ٩٣٥، رشيديه)

پھر کاروبار مشترک رہنے کی وجہ سے آمدنی بھی سب کی برابر مشترک رہی، اس مشترک آمدنی سے جو مکان حاجی قاسم وحاجی عبدالشکور کے نام خریدا گیا اور جو زمین حاجی محمد کے نام خریدی گئی، وہ بھی سب مشترک ہے، پھر جو مکان کئی منزلہ وہاں تعمیر کیا گیا، وہ بھی مشترک ہے، چھوٹے مکان یک منزلہ جو کہ حاجی محمد وحاجی قاسم کے نام پر ہے، وہ بھی عبدو کے ترکہ سے ہے یا مشترک آمدنی سے ہے، وہ بھی مشترک ہے، جو دکان اب تک حاجی قاسم کی زوجہ کے نام خریدی گئی ہے، اس کا بھی یہی حال ہے، جو شہ طاس میں لگائی ہے، وہ بھی لغو ہے، اسی طرح حاجی محمد کا خرید کردہ مکان جس کی وصیت حاجی قاسم نے پوتوں کے نام کی اور زوجہ حاجی محمد کا لکھنؤ والا خرید وتعمیر کردہ مکان یہ بھی مشترک ہے(۱)۔

والدہ کے انتقال کے بعد اگر ان کے والدین میں کوئی زندہ نہیں، تو ان کا ترکہ چاروں بیٹوں کو ملے گا، یعنی عبدالغفور بھی اس ترکہ مادری میں شریک ہوگا(۲) جو کہ پہلے ترکہ کو بھائیوں کے ہاتھ فروخت کرچکا تھا، والدہ نے جو حدائی بار کی وصیت پوتے کے لئے کی ہے، اگر یہ والدہ کے ترکہ کے ایک تہائی کے اندر ہے، تو شرعاً یہ صحیح اور معتبر ہے، اگر ایک تہائی سے زائد ہے، تو یہ چاروں بیٹوں کی اجازت پر موقوف ہے(۳)، والدہ اپنے شوہر کے

---

(۱) "(سئل) في إخوة خمسة سعيهم وكسبهم واحد وعائلتهم واحدة، حصلوا بسعيهم وكسبهم أموالاً، فهل تكون الأموال المذكورة مشتركة بينهم أخماساً"؟

(الجواب) ما حصله الإخوة الخمسة بسعيهم وكسبهم يكون بينهم أخماساً". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الشركة: ۱/۹۵، مكتبه إمداديه كوئٹه)

(وكذا في الفتاوى الكاملية، كتاب الشركة، ص: ۵۰، مكتبه القدوس)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "ولا تجوز بما زاد على الثلث، إلا أن يجيزه الورثة بعد موته، وهم كبار". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا، الباب الأول: ۶/۹۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوصايا: ۹/۲۱۴، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۵۰، ۶۵۱، سعيد)

ترکہ سے آٹھویں حصہ کی حق دار ہے(۱)۔

مشترک روپے سے جو حج کیے گئے، ایک بار یا دو بار اولاد کی جو شادیاں کی گئیں اور جو کچھ بھی ان میں خرچ ہوا، یہ سب اجازت ورضامندی سے جیسا کہ عامۃً مشترک کاروبار میں مشترک خاندان ہر کم وبیش میں صرف ہوا ہی کرتا ہے، اب اس کا کوئی حساب نہیں، کاروبار میں مشترک ہوتے ہوئے حاجی محمد کا یہ کہنا کہ سب مکانات وغیرہ میری ذاتی کمائی ہے، اسی طرح ان کی زوجہ کا اس میں ہمنوائی کرنا غلط اور شرعاً غیر معتبر ہے(۲)، تیس ہزار روپے جو اس کاروبار پر قرض ہے، وہ بھی سب مشترک ہے، سب کو اس کاروبار سے وہ قرض ادا کرنا لازم ہے، کسی کو انکار کرنے کا حق نہیں (۳)۔ اب اگر علیحدگی چاہتے ہیں تو اول قرض ادا کردیں پھر جو کچھ بچے اس کو برابر تقسیم کریں، نقد بھی، سامان بھی، زمین بھی، مکان بھی، دکان بھی۔

عبدالغفور کا تعلق نہ والد صاحب کے ترکہ سے رہا، نہ قرض سے، نہ وہ ترکہ لیں گے، نہ قرض میں شریک ہوں گے، والدہ کے ترکہ میں سے ایک چوتھائی کے حق دار ہیں (۴)۔ اور جو قرض ان کے حصہ میں آئے گا، وہ ان کے ذمہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۲/۲۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۳/۱ھ۔

تقسیمِ ترکہ کی ایک صورت کا حکم

سوال[۱۵۲۹۰]: حسب ذیل صورت میں تقسیم ترکہ کی کیا صورت اختیار کی جائے؟ زید کی خالہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

(۲) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۳۵

(۳) "ان كل دين لزم أحدهما بتجارة او مايشبهها لزم الاخر بمقتضى تضمنها الكفالة" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، الفصل الخامس، المادة: ۱۳۵۶: ۲۸۰/۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشركة، الفصل الثالث: ۳۰۹/۲، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الشركة: ۵۴۸/۲، ۵۴۹، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۲، ص: ۵۳۵

مسماۃ ہندہ نے پاکستان میں انتقال کیا، جو کہ قانونی اعتبار سے پاکستانی بن گئی تھیں، ان کی جائدادات زید ان کے حقیقی بھانجے کے پاس ہے، یہاں ہندہ مذکورہ کے پوتے پوتیاں پاکستان میں ہیں اور ہندوستان میں صرف حقیقی وارث ایک لڑکی ہے اور بھانجہ "امین" وراثت از راہ شفقت بصورت ملکیت ہے۔

ہندہ

لڑکی حقیقی وارث ہندوستانی	پوتے پاکستانی، پوتیاں پاکستانی حقیقی	حقیقی زید بھانجہ ہندوستانی ایک
۱	۳	۴

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھانجہ مستحق نہیں(۱)، ہندہ کا ترکہ مملوکہ بیس حصے بنا کر دس حصے لڑکی کو دیں گے، دو دو حصے تینوں پوتوں کو دیں گے، ایک ایک حصہ چاروں پوتیوں کو ملے گا(۲)، وارث کسی دوسرے ملک میں ہونے کی وجہ سے محروم نہیں

"هو كل قريب ليس بذي سهم ولا عصبة، ولا يرث مع ذي سهم، ولا عصبة سوى الزوجين وهم أولاد البنات وأولاد الإخوة والأخوات لأم أو لأب" (الدر المختار، كتاب الفرائض، باب توريث ذوي الأرحام: ۶/۷۹۱-۷۹۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۹۶-۳۹۸، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب العاشر: ۶/۴۵۸، رشيديه)

(۲) ترتیب تقسیم ملاحظہ ہو

مسئلہ ۲، تصحیح ۲۰

بنتٍ ۱	پوتے ۳	پوتیاں ۴	بھانجہ ۱
نصف	عصبہ	عصبہ	محروم
۱۰	۶	۴	

قال الله تعالىٰ: ﴿وإن كانت واحدة فلها النصف﴾ (النساء: ۱۱)

"فيبدأ بذي الفرض، ثم بالعصبة النسبية، ثم بالعصبة السببية الخ" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

"العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/۴۵۱، رشيديه) =

ہوتا(۳)، اگر زمین ہندہ کی ملکیت تھی (حکومت مالک نہیں) تو اس کی تقسیم بھی اسی طرح ہوگی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۹/ ۹۱ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین۔

دو بیویوں کی اولاد کے درمیان تقسیم میراث

سوال[۱۱۵۳۰]: ہمارے والد صاحب کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہے اور والد صاحب نے پہلی بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح کیا، اس سے چار لڑکے ہیں، اب والد و لدہ دونوں کا انتقال ہوگیا، ہذا ب ہمارے آپس میں جائیداد کے متعلق جھگڑا ہے، بڑا بھائی کہتا ہے کہ سب جائیداد میں سے آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا تمہارا چار بھائیوں کا ہے، لہٰذا اب یہ مشورہ ہوا ہے کہ فتویٰ منگالیں، جس طرح علماء دین شرع کے مطابق جواب دیں گے، آیا یہ اس طرح صحیح ہے جس طرح ہمارا بھائی کہتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بڑے بھائی کا یہ دعویٰ کرنا کہ آدھا میرا حصہ ہے، غلط ہے، پانچوں بھائی برابر کے حق دار ہیں (۱)، اگر

= (وكذا في السراجي في الميراث، ص: ۴، قديمي)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض، العصبات: ۶/ ۷۷۳، ۷۷۴، سعيد)

(۳) قال الله تعالى: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"وكذلك اختلاف الدارين سبب لحرمان الميراث ... ولكن هذا في أهل الكفر لا في حق المسلمين، حتى أن المسلم إذا مات في دار الإسلام، وله ابن مسلم في دار الهند أو الترك يرث". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/ ۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۶/ ۷۶۷، ۷۶۸، سعيد)

(وكذا في الشريفية شرح السراجية، فصل في الموانع، ص: ۱۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/ ۴۹۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "أما العصبة بنفسه، فكل ذكر لا تدخل في نسبته إلى الميت أنثى، وهم أربعة أصناف: جزء الميت الخ". (السراجي في الميراث، باب العصبات، ص: ۱۴، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/ ۴۵۱، رشيديه) =

ایک بھائی ایک ماں سے ہے اور چار بھائی دوسری ماں سے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، البتہ بڑے بھائی کی والدہ کے ترکہ میں وہ بھائی جو دوسری والدہ سے ہیں، وہ اس میں حصہ دار نہیں ہوں گے، اسی طرح چاروں کی والدہ کا ترکہ ان چاروں کو ملے گا، بڑا بھائی جو کہ پہلی بیوی سے ہے وہ اس میں حصہ دار نہیں ہوگا (۲)۔ مگر والد کے ترکہ میں سب ہی برابر کے حصہ دار ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۹/۳ھ۔

بیوی کے بیٹے کو مالک بنانے کا وعدہ کیا پھر اس کی اپنی اولاد ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۱۵۳۱]: زید نے اپنی پہلی بیوی کے انتقال کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا، اس عورت کے پہلے شوہر سے جو دو بچے تھے جو اپنے ساتھ لائی تھی اور زید کی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے زید نے دس آدمیوں کے سامنے یہ وعدہ کیا کہ میری ہر چیز کا مالک یہ لڑکا ہے اور بعد میرے بھی یہی ہوگا، جس کا نام مختار احمد ہے، بعد چھ سات سال کے اس عورت کے بطن سے دو تین بچے ہوئے، مگر ایک لڑکا بقید حیات ہے، جس کا نام محمد فاروق ہے، جب سن بلوغ ہوا تو زید نے یکے بعد دیگرے دونوں لڑکوں کی شادی کردی، چند سال بعد محمد فاروق اپنے بڑے بھائی مختار احمد سے کہتا ہے کہ تم میرے گھر سے نکل جاؤ، چونکہ یہ مکان میرے باپ کا ہے، یہاں تمہارا کوئی حق نہیں ہے، کیا از روئے شرع مختار احمد کا حق واقعۃً نہیں ہے؟ اگر ہے تو کتنا؟ دوسری بات یہ ہے کہ زید اب بہت پریشان ہے کہ میں وعدہ کر چکا ہوں اور میں آج بھی اپنے وعدے پر قائم ودائم ہوں اور شریعت جو فیصلہ کرے گی، اسے مانوں گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے اپنی دوسری بیوی کے ساتھ آئے ہوئے مختار احمد کو اپنی ہر چیز کا مالک بنایا اپنی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی، لیکن کوئی چیز اس کو اپنی ملک سے نکال کر دے کر اس پر اس کا جداگانہ قبضہ نہیں کرایا، تاکہ ہبہ شرعاً کامل اور معتبر ہوجاتا، زید اب بھی زندہ اور اپنی ہر چیز پر قابض ہے، لہٰذا یہ ہبہ بے کار اور غیر معتبر ہے (۱)، جب

= (وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، فصل في العصبات: ۶/ ۷۷۳، ۷۷۴، سعيد)

(۲) مذکورہ دونوں صورتوں میں اسباب ارث میں سے کوئی سبب نہیں پایا جا رہا۔ لہٰذا ان کو میراث میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(۱) "وتتم الهبة بالقبض الكامل". (الدر المختار، كتاب الهبة: ۵/ ۶۹۰، سعيد) .... =

تک زید زندہ ہے، مکان خود زید کا ہے، مختار احمد یا محمد فاروق کا اس پر دعویٰ ملکیت غلط ہے(۱)، زید کے انتقال پر وراثت اس کے لڑکے محمد فاروق کو پہونچے گی، مختار احمد زید کا بیٹا نہیں، اس کو وراثت نہیں پہونچے گی (۲)، زید نے جس وقت دس آدمیوں میں وعدہ کیا تھا، اس وقت زید کے اولاد نہیں تھی، بیوی کی اولاد کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا اور اس کے حق میں وعدہ کیا تھا۔

لیکن اپنی اولاد پیدا ہوجانے کی وجہ سے اب اس وعدہ کو پورا کرنے میں اپنی اولاد کی حق تلفی ہے، اس مجبوری کی وجہ سے اگر وہ وعدہ پورا نہ کرے، تو گنہگار نہیں ہوگا (۳)۔ اگر مختار احمد اور محمد فاروق میں کچھ مصالحت

---

(۱) "لا يتم حكم الهبة إلا مقبوضة ويستوي فيه الأجنبي والولد إذا كان بالغاً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الهبة، الباب الثاني: ۳۷۷/۴، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الهبة: ۲۸۱/۳، شركة علميه)

(۲) "لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بلا سبب شرعي". (البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۶۸/۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ۶۱/۴، ۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل التعزير: ۱۶۷/۲، رشيديه)

(۳) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۴۴۷/۶، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۷۶۲/۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: [illegible]، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "إذا كان الولد في عيال أبيه ومعيناً له يكون جميع ماتحصل من الكسب لأبيه، وما اشتراه ودفع ثمنه من مال أبيه إن كان شراؤه لأبيه بإذنه لايكون الاختصاص بدون وجه شرعي، بل خاص بالأب، فإن كان شراؤه لنفسه، ودفع ثمنه من مال أبيه بلا إذنه، يكون خاصاً به وبدل الثمن مضمون للأب". (الفتاوى الكاملية، كتاب الشركة، ص: ۵۱، رشيديه)

"الأب وابنه يكتسبان في صنعة، ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله، لكونه معيناً له، ألا ترى لو غرس شجرة يكون للأب". (ردالمحتار، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة: ۳۲۵/۴، سعيد)

کر دے تو بہتر ہے، ورنہ مختار احمد کے حق میں ایک تہائی کی وصیت کرنے کا زید کو حق حاصل ہے(۱)، جس کو زید کے بعد پورا کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۹۲ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشركة، الباب الرابع: ۲/۳۲۹، رشيديه)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۱/۱۷، مكتبه إمداديه كوئته)

(۱) "تجوز بالثلث". (الدر المختار، كتاب الوصايا: ۶/۶۵۰، سعيد)

"ولا تجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزه الورثة بعد موته وهم كبار". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوصايا: ۶/۹۰، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوصايا: ۹/۳۱۴، رشيديه)

الفصل الخامس في استحقاق الإرث وعدمه

(استحقاق اور عدمِ استحقاق وراثت کا بیان)

مکانِ مشترک اور کسب مستقل ہونے کی صورت میں تقسیمِ میراث کا حکم

سوال [۱۱۵۴۲]: محمد رضا، عرف جمن صاحب نے بنارس میں ایک مکان خریدا اور یہیں رہنے لگے، محمد رضا، عرف جمن کے دو لڑکے تھے، بڑے کا نام رحمت اللہ اور شمس الدین تھا، محمد رضا صاحب سدئی کا کام کرتے تھے اور محمد رحمت اللہ نے پہلے کمپونڈری سیکھی اور اس کے بعد حکیمی کرنے لگے تھے، محمد رضا، عرف جمن اور رحمت اللہ صاحب دونوں الگ الگ کام کرتے تھے اور روپیہ دونوں دیتے تھے، جس سے گھر کے اخراجات پورے ہوتے تھے، بعد میں محمد رضا، صاحب نے کام کرنا بند کردیا، جس کی وجہ سے وہ گھر کے لئے اخراجات نہ دیتے تھے، صرف محمد رحمت اللہ ہی گھر کے تمام اخراجات پورے کرتے تھے اور یہ سب لوگ مل کر آپس میں رہتے تھے، بعدہ رحمت اللہ نے بنارسی کپڑے کا کام شروع کردیا اور یہاں سے چھوڑ کر بارہ بنکی چلے گئے اور وہیں سے تجارت کرتے تھے، زوجہ رحمت اللہ (متوفی) کہا کرتی تھیں کہ محمد رحمت اللہ نے تین بیسی روپیہ اپنے والد محمد رضا سے لیا تھا اور اس کپڑے کا کاروبار شروع کیا اور بعد اپنے والد کا روپیہ واپس کردیا، جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

بہرحال یہ ظاہر ہے کہ محمد رحمت اللہ صاحب بنارسی کپڑے کی تجارت کرتے تھے اور وہ بارہ بنکی میں رہتے تھے اور جب موقع ملتا تھا، بنارس بھی آتے تھے، یہاں بنارس میں رحمت اللہ کی اہلیہ دفتین اور بچے اور ان کے والد محمد رضا، اور ان کے چھوٹے بھائی محمد شمس الدین ان کی یہاں سے مدد لیا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ رحمت اللہ صاحب جو پٹہ وغیرہ یہاں بنارس میں بننے کا آرڈر دیا کرتے تھے تو اس کو یہاں سے بارہ بنکی یا جہاں رحمت اللہ کہتے تھے پارسل کردیا کرتے تھے اور کوئی کام جو رحمت اللہ کہتے تھے وہ یہاں کردیا کرتے تھے، محمد رحمت اللہ نے اپنے روپیہ سے یہاں بنارس میں ایک مکان اپنے نام اور ایک بڑے لڑکے کے نام سے خریدا اور ایک مکان بارہ بنکی میں اپنے چھوٹے لڑکے کے نام سے خریدا، یہ سب مکان اپنے والد کی زندگی میں خریدے، اس

کے بعد رحمت اللہ کے والد محمد رضا کا انتقال ہوگیا، لیکن کاروبار حسب دستور چلتا رہا، محمد رحمت اللہ وہاں سے روپیہ بھیجتے رہے اور یہاں پر سب اکٹھا کھاتے پیتے رہے۔

کچھ سال بعد محمد رحمت اللہ نے بارہ بنکی میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہیں اور اپنے دولڑکے محمد حسین، محمد قاسم اور ایک لڑکی بصیرت اور اپنی زوجہ وفاتن اور گہنہ جات اور کچھ روپیہ چھوڑا، اب چونکہ شمس الدین گھر میں سب سے بڑے تھے، اس لئے وہ گھر کے سب کاروبار دیکھنے لگے اور یہاں سے بارہ بنکی چلے گئے تاکہ وہاں کا کاروبار دیکھیں، محمد شمس الدین نے رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے گہنہ جات وصول کرکے کچھ مکان اور جائیداد اپنے نام سے خریدی اور کچھ دنوں میں بارہ بنکی کا کاروبار ختم ہوگیا اور شمس الدین صاحب یہاں بنارس چلے آئے، یہاں آکر کچھ دنوں شمس الدین اور دونوں لڑکے اپنا الگ کھانے پینے لگے۔ اب سوال یہ ہے کہ جائیداد کس کی مانی جائے گی؟ رحمت اللہ کی یا شمس الدین صاحب کی یا محمد رضا عرف جمن کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو مکان محمد رضا عرف جمن نے بنارس میں خریدا وہ ان کا ترکہ ہے، ورثہ میں شرعی حصص کے موافق تقسیم ہوگا (۱)، محمد رضا اور محمد رحمت اللہ کا بنارس میں کام الگ الگ تھا، کمائی ہر ایک کی مستقل تھی (مشترک نہیں تھی)، البتہ گھر کا خرچ مشترک چلاتے تھے، اس کمائی کے دونوں جداگانہ مالک تھے (۲)، پھر محمد رضا نے کام بند کرکے کمائی کا سلسلہ ختم کردیا، صرف محمد رحمت اللہ کماتے اور سب خرچ برداشت کرتے رہے، پھر محمد رحمت اللہ

---

(۱) "لا شک أن أعيان الأموال يجري فيها الإرث". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۴، رشيديه)

"أن أعيان المتوفى المتروكة مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم" (شرح المجلة، لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، المادة: ۱۰۹۲: ۴/۳۱، رشيديه)

وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الفرائض: ۲/۲۹۰، إدارة القرآن كراچی

(۲) "سئل في ابن كبير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه أموالاً ومات، هل هي لوالده خاصة أو تقسم بين ورثته؟ أجاب: هي للابن تقسم بين ورثته على فرائض الله تعالى، حيث كان له كسب مستقل بنفسه". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۲/۱۷، مكتبه إمداديه كوئٹه)

وكذا في الفتاوى الخيرية على هامش تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۲/۹۲، مكتبه امداديه كوئٹه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة: ۴/۳۲۵، سعيد)

نے بارہ بنکی میں کام شروع کیا اور تینوں زمین محمد رحمت اللہ نے جو روپیہ والد سے قرض لیا تھا وہ واپس کردیا، محمد رضا کی آمدنی پہلے ہی ختم ہوچکی تھی، ان کے پاس روپیہ نہیں تھا، ان کا خرچ بھی محمد رحمت اللہ کے روپیہ سے پورا ہوتا تھا، ظاہر ہے کہ ان حالات میں بارہ بنکی کے کام میں محمد رحمت اللہ ہی کا روپیہ لگایا، اس سے ترقی ہوئی اور اس سے بنارس کے اخراجات پورے ہوئے۔

محمد شمس الدین نے جو مدد کی وہ روپیہ لگا کر نہیں، بلکہ آرڈر بھیجنے پر مال تیار کرانے میں مدد کی تو وہ محض معین کی حیثیت میں رہے، روپیہ نہیں لگایا، اس لئے بنارس و بارہ بنکی میں محمد رحمت اللہ نے جو تین مکان خریدے ہیں، وہ نہ محمد رضا کے ہیں نہ محمد شمس الدین کے ہیں، بلکہ محمد رحمت اللہ کے ہیں، محمد رضا کے انتقال پر ان کے بنارس والے مکان پر سب ورثہ کا حصہ ہوگا، محمد رحمت اللہ کے انتقال پر ان کے خریدے ہوئے تینوں مکانوں میں ان کے ورثہ ایک بیوی دو لڑکے ایک لڑکی کا حصہ ہوگا(۱)، شمس الدین کا حصہ نہیں ہوگا(۲)، محمد شمس الدین نے جو محمد رحمت اللہ کے چھوڑے ہوئے روپیہ وغیرہ سے جو کچھ مکان وغیرہ اپنے نام خریدا ہے، یہ ان کو حق نہیں تھا، وہ اس کے مالک نہیں، ان کو لازم ہے کہ یہ سب محمد رحمت اللہ کی بیوی اور اولاد کو دے دیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۱۱/۶/۹۱ھ۔

---

(۱) راجع رقم الحاشية ۱، ص ۵۴۳

(۲) "الأقرب فالأقرب يرجحون بقرب الدرجة، أعني أولهم بالميراث جزء الميت أي: البنون، ثم بنوهم   ثم أصله أي الأب   ثم جزء أبيه أي الإخوة، ثم بنوهم". (السراجي، باب العصبات، ص: ۱۰، قديمي)

"وعصبة أي: من يأخذ الكل أي: إذا انفرد والأحق الابن، ثم ابنه   ثم الأخ لأب وأم" (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۸۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/۴۵۲، رشيديه)

(۳) "وعلى الغاصب رد العين المغصوبة، معناه: مادام قائماً، لقوله عليه السلام: "على اليد ما أخذت حتى ترد"، وقال عليه السلام: "لا يحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لاعباً ولا جاداً، فإن أخذه فليرده"". (الهداية، كتاب الغصب: ۳/۳۷۳، مكتبه شركت علميه ملتان) =

والد کے انتقال کے بعد مکان والدہ کے نام ہونے کی صورت میں تقسیمِ میراث کا حکم

سوال[۱۱۵۳۳]: میرے والد صاحب کا انتقال ہوگیا تو والدہ صاحبہ نے دوسرا نکاح کیا دوسرے شوہر سے ایک لڑکی موجود ہے اور دو بہنیں بھائی ہم ہیں، اب دوسرے شوہر کا بھی انتقال ہوگیا اور تحصیل میں والدہ صاحبہ کا نام چڑھ گیا، اب انہوں نے زمین اور گھر میرے نام سے بیع نامہ کردیا ہے، میں اب دونوں چیزوں کا مالک ہوگیا، میں نے اس زمین سے دوسری زمین کا تبادلہ کیا تو میں نے اس کے نام بیع نامہ کیا اور اس کی زمین اپنی لڑکیوں کے نام بیع نامہ کیا، میں نے جائز کیا یا ناجائز؟ اب آپ کی خدمت میں چوتھا فتویٰ بھیج رہا ہوں، مگر میں اس سے پہلے فتوے کے جواب کا منتظر ہوں۔ اب اللہ کی ذات سے امید ہے کہ جواب ضرور ملے گا، لیکن جب والدہ صاحبہ نے جو زمین اور گھر میرے نام کیا تھا تو اس میں جو کچھ خرچ ہوا تھا وہ میں نے ہی کیا، کسی دوسرے کا نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ والدہ صاحبہ کا نام تحصیل میں کس حیثیت سے چڑھ گیا ہے؟ کیا والد صاحب مرحوم نے ان کے نام بیع نامہ بعوض مہر ہبہ نامہ کرکے اس کا قبضہ کرادیا تھا، اس وجہ سے ان کا نام سرکاری کاغذات میں بیع نامہ درج کیا گیا یا حکومت کا قانون یہ ہے کہ جو زمین کسی شخص کے پاس حکومت کی طرف سے ہو، اس کے انتقال پر وہ زمین اس کی اہلیہ کو ملے گی؟(۱) پھر والدہ نے آپ کے نام بیع نامہ کردیا، تو آپ اس بیع نامہ کی رو

= (وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الغصب ٦/ ٣١٥، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الغصب ٤/ ٩٣، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) اگر والد صاحب نے یہ مکان بطور مہر کے قبضہ کرا کر دیا ہے تو یہ والدہ کی ملک ہے، اس سے کہ مہر بیوی کا حق ہے ور گر حکومت نے دی ہے تو پھر بھی والدہ کی ملک ہے، اس لئے کہ جائز امور میں حکومت وقت کی پابندی ضروری ہے، لہذا اس کا آگے فروخت کرنا درست ہے۔

"أمر السلطان إنما ينفذ إذا وافق الشرع وإلا فلا" أي يتبع ولا تجوز مخالفته" (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب القضاء، مطلب: طاعة الإمام واجبة: ٥/ ٤٢٢، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، القاعدة الخامسة، تصرف الإمام على الرعية منوط بالمصلحة: ١/ ٣٣٢، إدارة القرآن كراچی)

سے مالک ہوگئے(۱)، آپ کو اس کا بھی اختیار ہے کہ جس کے نام چاہیں بیع کردیں یا ہبہ کردیں، اگر ایسی صورت نہیں ہے، بلکہ زمین اور گھر کے والد صاحب مالک تھے اور کسی غلطی سے والدہ کا نام چڑھ گیا، تو پھر وہ والد مرحوم کا ترکہ ہے(۲)۔

آپ بھی اس میں حق دار ہیں، تنہا آپ مالک نہیں، آٹھواں حصہ آپ کی والدہ کا ہے، بقیہ میں سے دوہرا آپ کا، اکہرا آپ کی بہنوں کا ہے، یعنی ۲۴ حصہ بنا کر تین حصے والدہ کے ہیں، سات بہن کے، ۱۴ آپ کے(۳)، اگر والدہ نے اپنا حصہ آپ کے ہاتھ بیع کردیا تو آپ اس کے مالک ہوگئے(۴)، بہن نے بھی اگر آپ کو دے دیا تو اس کے بھی مالک ہوگئے اور مذکورہ تصرف بھی آپ کا درست ہوگیا(۵)، والدہ سے پیدا شدہ

---

(۱) "وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري وفي الثمن للبائع" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول: ۳/۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع: ۴۳۲/۵، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب البيوع، حكم البيع: ۲۱۲/۴، رشيديه)

(۲) "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال" (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۷۵۹/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشيديه)

(وكذا في حاشية السراجي، ص: ۲، قديمي)

(۳) تقسیم کا نقشہ ملاحظہ ہو:

مسئلہ ۲۴

بیوی	بیٹا	باقی	بیٹی
۱/۳	۱۴	۲۱	۷

(۴) راجع رقم الحاشية ۱

(۵) "ولكل واحد منهما أن يتصرف في حصته كيف شاء" (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۲۴۳/۱، مكتبه حنفيه كوئته)

(وكذا في رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال ... ۵۰۲/۴، سعيد)

دوسرے شوہر سے جولڑکی موجود ہے، اس صورت میں وہ حق دار نہیں (۷)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۷/۱۳۹۹ھ۔

فساد میں مرنے والے کے خون کا ملنے والا معاوضہ کس کا حق ہے؟

سوال [۱۱۵۳۴]: ۳۱ مارچ ۵۷ء کو مالیگاؤں میں فساد ہوا، فساد میں پولیس کی گولی سے مرنے والوں میں ایک شخص امام الدین ولد نجم الدین بھی تھا، مذکورہ شخص کے پسماندگان میں ایک بیوی، ماں باپ اور دو بھائی، دو بہنیں ہیں، جن میں سے ایک بہن شادی شدہ ہے، جو اپنے شوہر کے ساتھ رہتی ہے، بقیہ تمام لوگ ایک ہی مکان میں مشترکہ خاندان کے طور پر زندگی گزارتے ہیں، مرنے والے فرد کے مکان میں کل نو افراد رہتے ہیں، جس وقت امام الدین کی موت واقع ہوئی تو اس وقت اس کی بیوی حاملہ تھی، حادثہ وفات کے تین ماہ بعد لڑکا تولد ہوا، اس حادثہ کے کچھ عرصے بعد حکومت کی طرف سے بطور امداد مبلغ ۵۵۰۰ سو روپے ملا، مرحوم کے بھائی بہنوں میں ایک بھائی اور ایک بہن شادی شدہ ہے اور ایک بھائی اور ایک بہن کی شادی کرنی ہے، لہذا اس رقم کا حق دار کون ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حکومت کی طرف سے کسی کو متعین کرکے وہ روپیہ نہیں دیا گیا، بلکہ معاوضہ خون دیا گیا ہے تو فساد میں پولیس کی گولیوں سے مرنے والے کے ورثہ کو شرعی وراثت کے طور پر تقسیم ہوگا، پس اگر اس کے ایک لڑکا اور بیوی ہے، اولاد کوئی اور نہیں تو آٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا، بقیہ لڑکے کو ملے گا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۹۶ھ۔

= (وكذا في شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۱/۶۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۷) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء"

(الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) سوال میں چونکہ ماں باپ کا بھی ذکر ہے، اس لئے تقسیم اس طرح ہوگی: .... =

ماں کے ساتھ رنجش کی صورت میں بیٹے کا مستحقِ میراث ہونا

سوال [۱۱۵۳۵]: خلاصہ سوال یہ ہے کہ ہندہ زید کی والدہ ہے، بہو اور ساس کی رنجش کی وجہ سے ہندہ اپنے لڑکے یعنی زید کو پورے مکان سے ہی بے دخل کرنا چاہتی ہے، جب کہ تقریباً بیس سال تک زید نے والدہ کی خدمت کی، گھر کے سب عزیزوں کا یہی مشورہ ہے کہ سب گھر کے لوگ ہمدردی اور محبت سے رہیں، دراصل ہندہ اپنے داماد کے کہنے پر اپنے لڑکے زید سے برگشتہ رہتی ہے، اس سلسلے میں احکام شرع کی روشنی میں دونوں کے حق میں فیصلہ صادر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

گھر کے عزیزوں اور بزرگوں کا مشورہ نہایت مناسب ہے، شریفانہ وہمدردانہ مشورہ ہے، شریعت کے بھی موفق ہے، اہل دانش کے رواج کے بھی موافق ہے، ماں کو لازم ہے کہ داماد یا کسی کے بھی اکسانے سے مشتعل نہ ہو، سب گھر کی بزرگ اور سرپرست ہوکر مربیانہ طریقہ سے شفقت وہمدردی کے ساتھ اس خدمت گزار وحق شناس بیٹے کے ساتھ رہے، بیٹا بہو اور ان کی اولاد سب خدمت کریں گے، راحت پہونچائیں گے، ان کو بھی راحت ہوگی۔ یکجہتی واتفاق کی برکات بھی حاصل ہوں گی، لڑکا والد کے ترکہ سے وراثت کا ضرور حق دار ہے (۱)،

= مسئلہ ۲۴

بیوی	ماں	باپ	بیٹا
۳	۴	۴	۱۳

یعنی کل جائیداد کے ۲۴ حصے بنا کر بیوی کو ۳، ماں باپ کو ۴، ۴ اور بقیہ ۱۳ حصے بیٹے کو ملیں گے۔

قال الله تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

قال الله تعالیٰ ﴿ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترک إن كان له ولد﴾ (النساء ۱۱)

"العصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ مابقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال" (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث ۶/۴۵۱، رشيدیہ)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، العصبات: ۶/۷۷۳، ۷۷۴، سعید)

(۱) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء" =

ماں فقط آٹھویں حصہ کی حق دار ہے(۱)، پورے مکان کی حق دار نہیں، لڑکے کو پورے مکان سے بے دخل نہیں کرسکتی، اپنے مہر کی بھی حق دار ہے(۲)۔ بہرحال جوطریقہ ماں اختیار کرنا چاہتی ہے، اس کو اختیار نہیں کرنا چاہیے، اس کا بھی خیال کرے کہ بیس سال کی مدت تک بیٹے نے حق ادا کیا ہے، اب اس سے رنجش کرکے تعلق کو ناخوشگوار بنالینا کس قدر غلط اور نازیبا کام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

وارث کا پتہ معلوم نہ ہو، تو اس کے حصہ کا کیا کیا جائے؟

سوال[۱۱۵۳۶]: عمر کے پاس اس کے چچا کی صندوقچی ہے، چچی کے صاحبزادے کلکتہ میں اور صاحبزادی غیر ملک میں تھیں کہ ان کا انتقال ہوگیا، شرعی حصہ چچا کی صاحبزادی کے پاس منی آرڈر کیا، وہ واپس آگیا، پھر خط لکھا کہ حصہ لے لیں یا معاف کردیں، تو کوئی جواب موصول نہیں ہوا، صاحبزادی کے شوہر و بچوں کا پتہ دریافت کیا، مگر ناکامی رہی، اس صندوقچی کی قیمت تخمیناً لگا کر عمر نے صدقہ کردیا، اب عمر مذکورہ صندوقچی کے متعلق کیا کرے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

= (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشیدیه)

(وکذا في الدرالمختار، کتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۱) قال الله تعالی: ﴿فإن کان لکم ولدٌ فلهن الثمن مما ترکتم﴾ (النساء: ۱۲)

"وللزوجة الربع عند عدمهما، والثمن مع أحدهما" (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الثاني: ۶/۴۵۰، رشیدیه)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الفرائض: ۹/۴۷۳، رشیدیه)

(۲) "المسمی دین في ذمته وقد تأکد بالموت، فیقضی من ترکته" (الهدایة، باب المهر: ۲/۳۳۴، شرکت علمیه ملتان)

"والمهر یتأکد بأحد معان ثلاثة: الدخول، والخلوة الصحیحة، وموت أحد الزوجین" (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب السابع، الفصل الثاني: ۱/۳۰۳، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی صندوقچی کی قیمت تخمیناً کرائے صدقہ کرنا قبل از وقت ہے، صندوقچی محفوظ رکھیں، جب ورثاء مالک کی زندگی سے مایوس ہوجائیں، تب صدقہ کردیں (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۶/۹۲ھ۔

مشترک زمین میں تقسیم کے بعد امرود کے درخت کا مالک کون ہے؟

سوال [۱۱۵۳۷]: ایک مکان موروثی دو سگے بھائیوں کے درمیان تقسیم ہوا، مثلاً زید اور بکر کے درمیان اس تقسیم سے پہلے زید نے مکان مذکور میں ایک درخت امرود کا اپنے شوق سے لگایا، اس کی پرورش کی، وہ بڑا ہوکر پھل لایا، لیکن جب تقسیم ہوئی تو وہ درخت بکر کے حصہ میں چلا گیا، اب وہ درخت مع جڑ کے بکر کی زمین میں ہے اور درخت کی کچھ شاخیں دیوار اٹھنے کے باوجود زید کے حصہ میں لٹک رہی ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ شرعاً وہ درخت کس کا ہے؟ اس کا کون مالک ہے، جو حصہ بکر کی طرف لٹک رہا ہے، کیا اس کے پھل کا بکر مالک ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باہمی مصلحت سے یا سرکاری تقسیم سے جب وہ امرود کا درخت دوسرے بھائی کے حصہ میں آگیا اور اس تقسیم پر دونوں رضامند ہوگئے تو اب وہ اس کا ہے، جس کے حصہ میں آگیا اور اس کی ان شاخوں سے بھی امرود

---

(۱) "غاب رب الوديعة ولا يدرى أهو حي أم ميت، يمسكها حتى يعلم موته، ولا يتصدق بها خلاف الوديعة". (ردالمحتار، كتاب الإيداع: ۶۷۶/۵، سعيد)

"رجل غاب وجعل داره في يد رجل ليعمرها، أو دفع ماله ليحفظه، وفقد الدافع، فله أن يحفظه، وليس له أن يعمر الدار إلا بإذن الحاكم، لأنه لعله مات، ولايكون الرجل وصياً اهـ أي فالتصرف حينئذ للورثة لا له" (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب المفقود ۲/۵۰۹، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانية، كتاب المفقود، الفصل الثالث في الخصومة في الميراث وفي ورثة المفقود: ۲۱۹/۵، إدارة القرآن كراچى)

توڑنا درست نہیں، جو لگانے والے کے مکان کی طرف ہیں، الا یہ کہ وہ بھی رضامند ہو(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/۱۱/۸۷ھ۔

بھائیوں کی کمائی میں بہنوں کے حصے کا حکم

سوال[۱۱۵۳۸]: آپس کی نااتفاقی سے بھائیوں میں بٹوارہ ہوا، جو مکانات والد صاحب کے پیدا کردہ اراضی ہم لوگوں کی پیدا کردہ مکانات و زمین کی کل مالیت تخمیناً ۲۴۰۰۰/ لگائی گئی ہے، آپ بتلائیں کہ ۲۴۰۰۰/ ہزار میں بہنوں کو حصہ ملے گا یا ۱۰۰۰۰/ ہزار کم کر کے ۱۴۰۰۰/ ہزار والدین کی وصیت کے بعد، اگر کوئی لڑکا والدین کی وصیت کو ٹھکراتا ہے، تو اس کے لئے کیا ہونا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو چیز والدین کا ترکہ ہے، اس میں وہ میراث کی مستحق ہیں، اس میں ان کا حصہ ملے گا(۲)، موجودہ بھائیوں نے جو کچھ پیدا کیا ہے اور کمایا ہے، اس میں بہنوں کا حصہ نہیں ہے(۳) جو وصیت واجب العمل ہو اس کو پورا نہ کرنا حق تلفی اور گناہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲/۴/۸۷ھ۔

---

(۱) "قوم اقتسموا ضيعة فأصاب بعضهم بستان وكرم وبيوت، وكتبوا في القسمة بكل حق هو له أو لم يكتبوا، فله ما فيها من الشجر والبناء" (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب القسمة، فصل فيما يدخل في القسمة: ۳/۱۵۱، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب القسمة، الباب الرابع: ۵/۲۱۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى الولوالجية، كتاب القسمة، الفصل الثاني: ۳/۳۱۲، مكتبه فاروقيه پشاور)

(۲) "ويستحق الإرث برحم ونكاح وولاء" (الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

"ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "اعلم أن أسباب الملك ثلاثة: ناقل كبيع وهبة، وخلافة كإرث، وإصالة وهو الاستيلاء". (الدر المختار، كتاب الصيد: ۶/۴۶۳، سعيد) .... =

کسی کا متبنیٰ بننے سے حقِ وراثت ساقط نہیں ہوتا

سوال[۱۱۵۳۹]: شیخ بندگی مرحوم کے دو فرزند محمد درویش علی مرحوم اور احمد علی مرحوم تھے، محمد درویش مرحوم کے چار فرزند بالترتیب، ۱-محمد عباس ۲-محمد معین الدین ۳-محمد بشیرالدین ۴-محمد نذیرالدین ہوئے، لیکن احمد علی صاحب زمانہ دراز تک لاولد رہے اور آخرکار احمد علی صاحب نے اپنے سگے بھائی محمد درویش علی صاحب کے چھوٹے فرزند محمد نذیرالدین کو اپنا متبنیٰ بنایا، محمد نذیرالدین کو متبنیٰ بنانے کے بعد احمد علی صاحب مرحوم کے دو لڑکے خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین پیدا ہوئے لیکن احمد علی مرحوم نے اپنے متبنیٰ بیٹے کو بھی بذریعہ وصیت اپنی جائیداد میں سے حصہ دیا۔

احمد علی مرحوم کے انتقال کے تقریباً بیس سال بعد جب کہ خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین بالغ ہوچکے، احمد علی مرحوم کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کی تقسیم برمفاد خوشی ہر دو صاحبزادگان (یعنی خواجہ معین الدین وجمال الدین) عمل میں آئی اور محمد نذیرالدین کو بھی حصہ دیا گیا، جس حصہ پر محمد نذیرالدین آج پچھلے بارہ سال سے قابض اور مستفید ہے اور جس کے بارے میں ہر دو صاحبزادگانِ احمد علی مرحوم مسمیان خواجہ معین الدین اور محمد جمال الدین نے کبھی بھی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا، محمد درویش علی صاحب کے انتقال کے بعد ان کی جائیداد مکسوبہ وموروثی، منقولہ وغیر منقولہ صرف تین بڑے بھائیوں یعنی محمد عباس ومعین الدین اور محمد بشیرالدین کے درمیان تقسیم کی گئی، جس پر محمد نذیرالدین نے اعتراض کیا اور گاؤں کے پنچوں کے ذریعہ انصاف کروانے کی کوشش کی، لیکن اس کی شنوائی نہیں ہوئی اور ہر سہ حقیقی برادرگان نے محمد نذیرالدین کو حصہ دینے سے انکار کردیا۔ اس درمیان میں ہر سہ برادرگان کو قائل کرنے کی کوشش جاری رہی، لیکن افسوس ان بھائیوں نے ایک نہ سنی اور یہ کہہ کر کہ تم کو کوئی حصہ نہیں مل سکتا، محمد نذیرالدین کو محروم کردیا۔

اب محمد نذیرالدین کی جانب سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس بارے میں فتویٰ دیں کہ آیا چونکہ محمد نذیرالدین کو احمد علی صاحب نے اپنا متبنیٰ بنایا اور اپنی جائیداد میں سے حصہ دلوایا، اس لئے محمد نذیرالدین اپنے والد محمد

= "لايجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلاسبب شرعي" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة ۹۷: ۱/۲۶۴، رشيديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثالث، القول في الملك ۳/۱۳۳، إدارة القرآن كراچی)

درویش علی مرحوم کی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ میں حصہ لینے سے محروم کر دیا جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد نذیر الدین کو اگر احمد علی صاحب مرحوم نے متبنیٰ بنالیا اور بذریعہ وصیت پچھان کو دے دیا تو اس کی وجہ سے وہ اپنے حقیقی والد محمد درویش علی کے ترکہ سے محروم نہیں ہوں گے (۱)، بلکہ اپنے تینوں بھائیوں محمد عباس، محمد معین الدین، محمد بشیر الدین کی طرح برابر کے وارث اور حصہ دار ہوں گے، بھائیوں کو لازم ہے کہ ان کو بھی پورا حصہ دیں، گاؤں کے پنچوں کو چاہیے کہ مستحق کو اس کا حصہ دلوائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۴ھ۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۵ھ۔

مشترکہ جائیداد کی ایک صورت کا حکم

سوال [۱۱۵۴۰]: ۱ والد کی معزولی سے پہلے زید نے پرانی گاڑی کی خرید وفروخت کی دلالی (کمیشن) اور ٹرانسپورٹ آفس کی ایجنسی سے کچھ روپیہ کمایا، زید اس رقم سے پرانی گاڑی خرید کر مرمت کر کے فروخت کرنے کا دھندا بہت دنوں تک کرتا رہا، ایک کار کو جو فروخت نہیں ہو سکی ذاتی استعمال میں رکھا، مگر حالت خراب ہونے پر کار بے مرمت ہوگئی اور بند پڑی رہی، والد کے معزول ہو جانے پر زید نے مذکورہ گاڑی اور پرانے پارٹ پرزے کو ساڑھے انیس سو روپیہ میں فروخت کر کے اور بتیس سو روپیہ دوستوں اور ساڑھے بائیس سو روپیہ گورنمنٹ سے قرض لے کر ایک چھوٹا موٹا کارخانہ کا آغاز کیا جس سے ترقی ہوئی، صورت مسئولہ یہ ہے کہ ساڑھے انیس سو روپیہ کی حیثیت موروثی کہلائے گی یا غیر موروثی؟

۲ زید، عمر، بکر، خالد، والد کی معزولی کے چار سال بعد اپنے بھائی رحمن، رحیم، کریم کی ضروریات

---

(۱) "ویستحق الإرث برحم ونکاح وولاء" (الدرالمختار، کتاب الفرائض ۶/ ۷۶۲، سعید)

"ویستحق الإرث بإحدی خصال ثلاث بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجیة، والولاء". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/ ۴۴۷، رشیدیه)

"الإرث جبري لایسقط بالإسقاط" (تکملة ردالمحتار، کتاب الدعوی: ۱/ ۵۰۵، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الفرائض: ۴/ ۴۹۵، مکتبه غفاریه کوئٹه)

زندگی اور تعلیم کے حصوں کا بار برداشت کرتے رہے، زید، عمر، بکر، خالد نے والد کی معزولی کے چار سال بعد اپنی جدوجہد سے زمین خریدی، ایک مکان کی تعمیر کے ٹیکس میں تخفیف کی خاطر مذکورہ بالا زمین کی خریداری اور مکان کی تعمیر والد کے نام کردیا اور والد ہی کی زندگی میں بکر اللہ کو پیارا ہوگیا۔ دو مسئلے دریافت طلب ہیں:

الف: بکر محنت وجدوجہد سے جو پیداوار کے حصوں میں رہا، اس صورت میں ان کی اولاد محجوب ہوگی یا غیر محجوب؟

ب: ٹیکس میں تخفیف کے تحت زید، عمر، بکر، خالد نے زمین ومکان کی تعمیر اپنے ناموں کے بجائے والد کے نام کیا، اب وہ مکان موروثی کہلائے گا یا غیر موروثی؟

۳: والد نے اپنی کمائی سے ایک مکان والدہ کے نام سے بنوایا، والدین کی حیات میں زید، عمر، خالد نے ضروریات کے پیش نظر مکان کے مغربی حصہ میں برآمدہ کی نئی تعمیر کی، والدین کے وصال کے بعد جب یہ مکان ناکافی ہوا، تو زید، عمر، خالد نے اپنی کمائی سے اسی مکان پر بالائی مکان تعمیر کرایا اور اس پر قابض ودخیل ہیں، دریافت طلب یہ ہے کہ برآمدہ اور بالائی منزل کی تعمیر کی حیثیت کیا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید اور زید کے بھائیوں کے پاس جو کچھ روپیہ اور کاروبار تھا، وہ اصل والد کا تھا، والد نے ابتداً ان سب سے ان کے ساتھ تعاون کرکے کاروبار کو بڑھایا، والد کمزور ہوتے گئے کام میں حصہ کم لیتے گئے، یہ لوگ بڑھتے گئے کاروبار ترقی کرتا گیا اور والد نے ان کے کسی تصرف کو نہیں روکا تو اس صورت میں وہ سب کاروبار روپیہ اور جس قدر روپیہ والد کا تھا، جس لڑکے نے جو کچھ خرچ کیا، وہ والد کا روپیہ خرچ کیا، والد نے اپنی زندگی میں کسی سے کوئی محاسبہ ومطالبہ نہیں کیا(۱)، والد کے انتقال پر جو کچھ باقی رہا، وہ سب والد مرحوم کا ترکہ

(۱) إذا كان الولد في عيال أبيه ومعينا له يكون جميع ما تحصل من الكسب لأبيه، وما اشتراه ودفع ثمنه من مال أبيه إن كان شراؤه لأبيه بإذنه، لا يكون الاختصاص بدون وجه شرعي، بل خاص للأب، فإن كان شراؤه لنفسه ودفع ثمنه من مال أبيه بلا إذنه يكون خاصا به وبدل الثمن مضمون للأب. (الفتاوى الكاملية، كتاب الشركة، ص: [illegible]، رشيدية)

"الأب وابنه يكتسبان في صنعة، ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله، لكونه معينا له، ألا ترى لو غرس شجرة تكون للأب". (ردالمحتار، كتاب الشركة، فصل في -

ہے(۱)، سب ورثاء اس میں حصہ دار ہیں، شرعی طریق پر میراث کے مستحق ہیں (۲)۔

۱ والد کی زندگی میں فروخت کر کے ساڑھے انیس سو روپیہ میں دوستوں وغیرہ کو روپیہ دے کر جو کچھ ملا کر کام کر لیا، اب اس روپیہ کے مطالبہ کا کسی وارث کو حق نہیں (۳)۔

۲ اصل روپیہ والد کا تھا، اسی میں جد وجہد کی اور لڑکوں نے کما کر جو کچھ والد کے نام پر خریدا وہ سب والد کا ہے (۴)۔

ف والد کے روپیہ کاروبار کے علاوہ بکر نے اگر کوئی اور ملازمت تجارت زراعت وغیرہ سے

= الشركة الفاسدة: ۴/۳۲۵، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الشركة، الباب الرابع: ۳۲۹/۲، رشيديه)

(وكذا في تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۱۷/۱، مكتبه إمداديه كوئته)

(۱) "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافيا عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في دليل الوارث على هامش السراجي في الميراث، ص: ۲، قديمي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳۶۵/۹، رشيديه)

(۲) "إن أعيان المتوفى المتروكة مشتركة بين الورثة على حسب حصصهم". (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الشركة، المادة: ۱۰۹۲: ۳۱/۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳۶۴/۹، رشيديه)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الفرائض: ۲/۲۹۰، إدارة القرآن كراچی)

(۳) "سئل في ابن كبير ذي زوجة وعيال له كسب مستقل حصل بسببه أموالاً ومات، هل هي لوالده خاصة أم تقسم بين ورثته؟ أجاب: هي للابن تقسم بين ورثته على فرائض الله تعالى، حيث كان له كسب مستقل بنفسه". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۱۷/۲، مكتبه إمداديه كوئته)

(وكذا في الفتاوى الخيرية على هامش تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الدعوى: ۹۲/۲، إمداديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب اجتمعا في دار واحدة واكتسبا: ۴/۳۲۵، سعيد)

(۴) راجع رقم الحاشية: ۱، ص: ۵۵۴

روپیہ حاصل کیا ہو، تو وہ بکر کا ترکہ ہوگا(۱)۔ اور اس کی اولاد حق دار ہوگی (۲)۔

ب … یہ جائیداد بھی اگر اس روپیہ سے خریدی گئی جو والد کے کاروبار کا تھا، جس کو لڑکوں نے ترقی دی تھی تو یہ بھی لڑکوں کی ملکیت نہیں، بلکہ والد کی ملک ہے(۳)۔

۳ … والد نے اگر تعمیر کرا کے اپنی اہلیہ کو وہ مکان دے دیا اور ان کا قبضہ کرا دیا تو وہ اہلیہ کی ملک ہوگا(۴) وہ والد کا ترکہ نہیں(۵)، پھر اگر لڑکوں نے اس کی تعمیر میں اضافہ کیا، یا نئی کمرے بنوائے اور کوئی معاملہ طے نہیں کیا تو والدہ کی صواب دید پر ہے، وہ چاہیں تو لڑکوں کو دے دیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۹/۱۰/۲۶ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) راجع رقم الحاشیة: ۳، ص: ۵۵۵

(۲) راجع رقم الحاشیة: ۲، ص: ۵۵۵

(۳) راجع رقم الحاشیة: ۱، ص: ۵۵۴

(۴) "وتتم الهبة بالقبض الکامل". (الدر المختار، کتاب الهبة: ۵/۶۹۰، سعید)

"لا یتم حکم الهبة إلا مقبوضة ویستوي فیه الأجنبي والولد إذا کان بالغاً". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الهبة، الباب الثاني: ۴/۳۷۷، رشیدیه)

(وکذا في الهدایة، کتاب الهبة: ۳/۲۸۱، شرکة علمیه)

(۵) راجع رقم الحاشیة: ۲، ص: ۵۵۵

الفصل السادس في موانع الإرث

(موانعِ ارث کا بیان)

اہلِ اسلام کے حق میں اختلاف دارین مانع ارث نہیں

سوال[۱۱۵۴۱]: زید ہندوستان کا شہری تھا، اس کے دو بیٹوں میں سے ایک پاکستان چلا گیا اور وہاں باضابطہ شہری بن گیا، دوسرا ہندوستان میں موجود ہے، زید کا ہندوستان ہی میں انتقال ہو گیا تو اس کے ترکہ کا حصہ شرعاً دونوں کو پہنچے گا یا صرف ہندوستانی بیٹے کو؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اہلِ اسلام کے حق میں تباین دارین مانع ارث نہیں، لہٰذا دونوں بیٹے شرعاً وارث ہوں گے۔

"ويمنع الإرث الرق، والقتل، واختلاف الملتين، واختلاف الدارين فيما بين الكفار حقيقة أو حكماً بخلاف المسلمين، وإن شطت دارهم كمستأمن وحربي اه" (سكب الأنهر: ۷٤٨/۲)(۱).

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۳/۲/۸۶ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) (مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴۹۸/۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

"وكذلك اختلاف الدارين سبب لحرمان الميراث ولكن هذا في أهل الكفر لا في حق المسلمين، حتى إن المسلم إذا مات في دار الإسلام، وله ابن مسلم في دار الهند أو الترك يرث"

(البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۳٦٥/۹، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الفرائض: ۷٦۷/٦، ۷٦۸، سعيد)

الفصل السابع في التصرف في التركة

(ترکہ میں تصرف کا بیان)

بیٹے کا والدہ کے حصے پر قبضہ کرنا

سوال[۱۱۵۴۲]: خاتون بیگم نے کچھ مکان اور کچھ زمین خود اپنے پیسہ سے اپنے دولڑکوں کے نام خریدی تھی اور ان میں ایک لڑکا نابالغ تھا، اس نابالغ لڑکے کا انتقال ہوگیا اور وہ جائیداد بڑے لڑکے کے قبضہ میں ہے، کیا خاتون بیگم بھی شرعی اعتبار سے اس جائیداد کی مالک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس نابالغ کے ترکہ میں سے ایک تہائی کی حق دار اس کی والدہ بھی ہے(۱)، بڑے بھائی کا سب پر قبضہ کرنا غلط ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/۱/۸۹ھ۔

---

(۱) "والثالثة: الأم ولها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد وولد الابن أو اثنين من الإخوة والأخوات من أي جهة كانوا، والثلث عند عدم هؤلاء" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثاني: ٦/٤٤٩، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ٩/٣٧٠، ٣٧١، رشيديه)

(وكذا في السراجي في الميراث، ص: ١١، ١٢، قديمى)

(٢) "لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي" (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ٥/٦٨، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير: ٤/٦١، ٦٢، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل التعزير: ٢/١٦٧، رشيديه)

(وكذا في شرح المجلة لخالد الأتاسي، المادة: ٩٧: ١/٢٦٤، رشيديه)

تقسیمِ میراث سے پہلے مشترک جائیداد میں سے کسی کو کچھ دینے کا حکم

سوال[۱۱۵۴۳]: زید نے ہندہ سے شادی کی، دولڑکیاں پیدا ہونے کے بعد ہندہ انتقال کرگئی، زید نے پھر دوسری شادی کرلی زینب سے، ایک لڑکا ہے اور تین لڑکیاں ہیں، گویا کہ زید کے کل چار بچے زینب سے ہیں۔ دولڑکیاں ہیں ہندہ مرحومہ سے اور تین لڑکیاں ایک لڑکا زینب سے ہیں، نیز زید نے کچھ جائیداد خریدنے کے لئے ایک صاحب کو روپیہ دے رکھا تھا اور جس جائیداد کے لئے یہ روپیہ دیا تھا جس شخص کو اس شرط پر کہ اگر تم مقدمہ میں کامیاب ہوگئے تو جائیداد دینا ورنہ واپس کرنا، ابھی روپیہ لینے والا شخص مقدمہ لڑ رہا تھا کہ زید کا انتقال ہوگیا اور انتقال کے بعد روپیہ لینے والا کامیاب ہوگیا، اب اس کو تو زید کے نام کرنا ہی تھا، مگر زید کے مرجانے کی وجہ سے زید کی بیوی زینب کے نام جائیداد کردیا، پھر زینب نے دوسری شادی عمر سے کرلی، اب زینب کو عمر سے ایک لڑکا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ زینب کے پاس جو کچھ مال ہے، اس میں سے اپنے شوہر ثانی عمر کو بھی دے سکتی ہے؟ شادی کے باوجود زینب ابھی زید ہی کے گھر پر ہے، چونکہ جائیداد کی مالک ہے، عمر اپنے یہاں سے آتا ہے، کبھی کبھی دوچار دن رہتا ہے، پھر چلا جاتا ہے تو زینب نے جب دوسری شادی کرلی ہے تو اس کو حق پہنچتا ہے کہ اس زید کے مال کو خود کھائے اور اپنے شوہر عمر کو بھی کھلائے؟

۲...... کیا زینب کو یہ حق پہنچتا ہے کہ اب عمر سے جو لڑکا پیدا ہوا ہے، اس کو بھی کچھ حصہ دے دے؟

۳...... کیا زینب نکاح ثانی کے بعد زید کے مال میں حق رکھتی ہے؟

۴...... اگر ان لوگوں کو کچھ حق نہیں پہنچتا ہے تو پھر پانچ لڑکیوں، ایک لڑکا جو کہ ابھی یتیم نابالغ ہیں، زید کے متروکہ مال میں کتنا کتنا تقسیم کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید نے جائیداد خریدنے کے لئے روپیہ دے کر وکیل بنایا تھا، پھر زید کا انتقال ہوگیا جس سے وہ وکالت بھی ختم ہوگئی (۱) اور جو روپیہ دیا تھا، وہ ترکہ زید کا بن گیا، جس کے مستحق سب ورثہ ہیں، اس وکالت کی وجہ سے

---

(۱) "وینعزل الوکیل بلا عزل ...... بموت أحدهما" (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب الوکالة، باب عزل الوکیل: ۵/۵۳۸، سعید) =

منتقل زید کے بعد اس شخص کو اس روپیہ سے جائیداد خریدنا درست نہیں تھا، بلکہ اس کو لازم تھا کہ وہ روپیہ ورثہ کو دے دے، تاہم جو جائیداد خریدی اور ورثہ کے حق میں خریداری بہتر ہے، وہ سب ورثہ کی ہے، اس جائیداد اور تمام ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ اگر زید کے ذمہ کوئی قرض ہو تو پہلے اس کو ادا کیا جائے، پھر اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو، تو ایک تہائی ترکہ سے شریعت کے موافق وہ پوری کی جائے، اس کے بعد آٹھ حصے بنا کر ایک حصہ زید کی زوجہ ثانیہ زینب کو اور ایک ایک حصہ پانچوں لڑکیوں میں سے ہر ایک کو اور دو حصے لڑکے کو (۱)، زینب نے اگر اپنا مہر وصول نہ کیا ہو، نہ معاف کیا ہو تو وہ مہر کی بھی حق دار ہے اور آٹھویں حصہ کی بھی حق دار ہے (۲)، اس لئے اپنے حصہ اور مہر

= "وتبطل الوكالة بالعزل إن علم به وموت أحدهما" (البحر الرائق، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل: ۷/ ۳۱۷، رشيديه)

وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل: ۳/ ۳۳۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) نقشہ ملاحظہ ہو۔

مسئلہ ۸

بیوی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹی	بیٹا
	۱	۱	۱	۱	۱	۲

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن كان لكم ولدٌ فلهن الثمن مما تركتم﴾ (النساء: ۱۲)

وقال الله تعالیٰ: ﴿يوصيكم الله في أولادكم للذكر مثل حظ الأنثيين﴾ (النساء: ۱۱)

"قال علماؤنا رحمهم الله تعالى: تتعلق بتركة الميت حقوق أربعة مرتبة: الأول يبدأ بتكفينه وتجهيزه من غير تبذير ولا تقتير، ثم تقضى ديونه من جميع ما بقي من ماله، ثم تنفذ وصاياه من ثلث ما بقي بعد الدين، ثم يقسم الباقي بين ورثته بالكتاب والسنة وإجماع الأمة" (السراجي في الميراث، ص: ۳-۲، قديمي)

وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/ ۴۴۷، رشيديه)

"والعصبات وهم كل من ليس له سهم مقدر، ويأخذ ما بقي من سهام ذوي الفروض، وإذا انفرد أخذ جميع المال" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الثالث: ۶/ ۴۵۱، رشيديه)

"المسمى دين في ذمته وقد تأكد بالموت فيقضى من تركته". (الهداية، باب المهر: ۲/ ۳۳۷، شركت علميه ملتان)

چاہے تو اپنے دوسرے شوہر عمر کو دے دے اور چاہے تو اس سے پیدا شدہ اولاد کو دے دے(۱)، پوری جائیداد کی حقدار نہیں، نکاح ثانی کی وجہ سے اس کا مہر اور حق وراثت ساقط نہ ہوگا(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۱/۸۹ھ۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

---

(۱) "والملک ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص" (رد المحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك ... الخ: ۵۰۲/۴، سعيد)

"كل يتصرف في ملكه كيف شاء" (شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲، ۱/۶۵۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "والدين الصحيح: هو في التنوير وغيره "ما لا يسقط إلا بالأداء أو الإبراء" (شرح المجلة لخالد الأتاسي، كتاب الكفالة، المادة: ۶۳۱: ۲۴/۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الكفالة، مطلب في كفالة المال قسمان: ۳۰۲/۵، سعيد)

(وكذا في شرح الحموي على الأشباه والنظائر، كتاب الكفالة: ۱۶۵/۲، إدارة القرآن كراچی)

الفصل الثامن في إرث المال الحرام

(مالِ حرام میں وراثت کا بیان)

میراث میں کسی کی چیز ناحق آجائے تو اس کا حکم

سوال [۱۱۵۴۴]: میرے ماموں تصدیق حسین کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہیں، بڑے لڑکے عبدالوحید کے ساتھ میری بہن کی شادی ہوئی تھی، شادی کے آٹھ سال بعد عبدالوحید کا انتقال ہوگیا تھا، اولاد کوئی نہیں ہوئی، عبدالوحید مرحوم کے نام ساٹھ بیگھہ (۱) زمین تھی، عبدالوحید مرحوم کے انتقال کے بعد ساٹھ بیگھہ زمین ان کی بیوہ کے نام ہوگئی، عبدالوحید کے انتقال کے بعد تحصیل دار گاؤں میں آئے اور عبدالوحید کے والد سے معلوم کیا کہ اس کا وارث کون ہے؟ یہ زمین کس کے نام منتقل کی جائے تو انہوں نے کہا کہ اس کی بیوہ شمس خاتون کے نام کردی جائے، سرکاری قانون بھی یہی تھا، اب اس کے نام یہ زمین منتقل ہوگئی، اس کے چار پانچ سال بعد چک بندی ہوئی، جس میں دوسرے لڑکے سعید احمد نے بغیر شمس خاتون کو بتلائے اور دھوکہ دے کر دستخط وغیرہ کراکے ساٹھ بیگھہ زمین اپنے نام درج کرایا، جس سے دونوں کے نام آدھی آدھی زمین مشترکہ ہوگئی، اس کے بعد جب سعید احمد نے دیکھا کہ تصدیق حسین بہت ضعیف ہوگئے ہیں تو دیکھ بھال کرنے لگا، تصدیق حسین ہمیشہ اپنے بڑے لڑکے عبدالوحید مرحوم سے بہت خوش رہے۔

اس کے برعکس چھوٹے لڑکے سعید احمد سے ہمیشہ ناخوش رہے، اسی وجہ سے مکان کا بڑا حصہ شمس خاتون کے نام پر لکھ دیا کہ بعد میں اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو، جب اس نے یعنی سعید احمد نے اپنے نام بیوہ کی آدھی زمین کرالی تو اس وقت بھی بہت برا بھلا کہا اور اس سے چار پانچ سال کے بعد تصدیق حسین کا انتقال ہوگیا، خود تصدیق حسین کے نام بھی ۸۰/ بیگھہ زمین تھی، جسے اب کل زمین مشترکہ دونوں کو مل گئی، یہ سب زمین سید دری میں زمین دار سے لگان پر کرایہ پر لی تھی، جو اب خود کاشت کا مالک ہوگیا ہے، میرے والد بھی زمین دار

(۱) "بیگھہ: زمین کا ایک ناپ، چار کنال یا ۸۰ مرلے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۷۱، فیروز سنز لاہور)

تھے، ان کی بیس بیگھہ زمین بھی لگان پر تصدیق حسین لئے ہوئے تھے۔

ہمارے والد نے تصدیق حسین سے اپنی بیس بیگھہ زمین واپس مانگی، جس پر ماموں نے جواب دیا کہ آپ نہیں لے سکتے ہیں، لہذا میں واپس نہیں کروں گا، تصدیق حسین نے لڑکیوں کو بھی حصہ نہیں دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ شمس خاتون کتنی زمین لے سکتی ہے؟ اگر قانوناً زیادہ زمین حاصل کرے اور میرے والد کی زمین مجھ کو اور تصدیق حسین کی لڑکیوں کا نکال کر ان کا حصہ اس میں سے واپس کر دیں۔ یہاں ایک معتبر عالم مفتی جی بھی تھے، وہ حالات سے بخوبی واقف تھے، ان کا کہنا تھا کہ شمس خاتون لے سکتی ہے، ماموں کا حصہ بھی واپس کر سکتی ہے، چار سال سے مقدمہ چل رہا ہے، چاروں لڑکیاں بھی سعید احمد کے خلاف ہیں۔

چنانچہ تین سال پہلے کی بات ہے کہ سعید احمد کے دو بچے شمس خاتون کا غلہ لوٹنے کے لئے متعین ہو گئے، تو ان کو سعید احمد نے اور ان کے آدمیوں نے اتنا مارا کہ بارہ گھنٹے کے بعد وہ (اس کا بھانجہ) [illegible] ہوگیا اور دوسرے کو بہت زیادہ چوٹیں آئیں، اس کی بیوہ یا اس کی ماں سعید احمد کے لئے یا مارنے والوں کے لئے بددعا یا کوئی عمل اعمال قرآن سے کرا سکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعی وراثت مورث کے مملوکہ ترکہ میں جاری ہوتی ہے، جو چیز کسی کے پاس بطور کرایہ تھی، اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی (۱)، بلکہ مالک سے معاملہ رضامندی کی شکل میں درست ہوتی، شرعی طور پر (بذریعہ وراثت ہبہ بیع) جس چیز پر ملک حاصل ہو جائے، مالک کو حق ہے کہ وہ پوری چیز یا اس کا کوئی حصہ جس کو چاہے دے دے (۲)،

(۱) "لأن التركة في الاصطلاح ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال"

(ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

(وكذا في حاشية السراجي، ص: ۲، قديمی)

(۲) "الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك ... الخ: ۴/۵۰۲، سعيد)

"ولكل واحد منهما أن يتصرف في حصته كيف شاء" (شرح المجلة، كتاب الشركة، الفصل الثامن: ۱/۶۴۳، مكتبه حنفيه كوئٹه)

جو بیٹا اپنے باپ کی زندگی میں حق داروں سے کہتا ہے وہ محض مقسمت ہے، دوسرے کی چیز پر غاصبانہ ظالمانہ قبضہ کرنا بڑا گناہ

اور سخت (۱)۔ پھر اس کی وجہ سے اور بیٹا کہ وہ بھی اہل قرابت کو؟ اتنا شدید جرم ہے کہ مرنے سے پہلے بھی

اس کا وبال ضرور ہی چکھنا ہوگا، آخرت میں سزا ہی تو نہیں (۲)، ظالم کے ظلم سے تحفظ کی تدبیر بھی کی جاسکتی ہے

اور بددعا بھی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ظلم کی سزا دے، کسی کے پاس کسی کا حصہ ناحق آجائے تو اس کو واپس

کرنا چاہیے یا اس کی رضامندی ہو، تو اس کی قیمت دے دی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في شرح المجلة، الباب الثالث، المادة: ۱۱۹۲: ۱/۲۵۳، دار الكتب العلمية بيروت)

الكبيرة التاسعة والعشرون بعد المائتين: الغصب وهو الاستيلاء على مال الغير ظلماً. أخرج الشيخان عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من ظلم قيد شبر من الأرض (أي قدره) طوقه من سبع أرضين". (الزواجر عن اقتراف الكبائر، باب الغصب: ۳۳۲، دار الفكر بيروت)

عن سعيد بن زيد رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أخذ شبراً من الأرض ظلماً، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين". متفق عليه. (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ص: ۲۵۴، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين: ۱/۴۵۳، قديمي)

(۲) وعن أبي بكرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ما من ذنب أحرى أن يعجل الله لصاحبه العقوبة في الدنيا مع ما يدخر له في الآخرة من البغي وقطيعة الرحم". (مشكاة المصابيح، كتاب الآداب، باب البر والصلة: ۲/۴۲۰، قديمي)

(وسنن أبي داود، كتاب الآداب، باب النهي عن البغي: ۲/۳۲۹، رحمانيه)

(وسنن الترمذي، أبواب الزهد، باب: ۲/۷۷، سعيد)

(۳) قال: وعلى الغاصب رد العين المغصوبة، معناه: ما دام قائماً، لقوله عليه الصلاة والسلام: "على اليد ما أخذت حتى ترد". ولقوله عليه السلام: "لايحل لأحد أن يأخذ متاع أخيه لا عباً ولا جاداً، فإن أخذه فليرده عليه"، ورد القيمة مخلص خلفاً؛ لأنه قاصر، إذ الكمال في رد العين والمالية". (الهداية، كتاب الغصب: ۳/۳۷۳، مكتبه شركت علميه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الغصب: ۲/۳۱۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر، كتاب الغصب: ۴/۷۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

باب المتفرقات

بروقت ادائیگی نہ کی جانے کی صورت میں شی مرہونہ پر ملکیت کا حکم اور کم قیمت اشیاء کی تقسیم کا طریقہ کار

سوال[۱۱۵۴۵]: ۱ زید کا انتقال ہوگیا اور بکر اس کی جائیداد کا مالک بن گیا، ملکیت اس کے پاس جو آئی ہے اس میں ایک مکان ہے جو ایک سو سال قبل عمر نے زید کو ایک ہزار روپے میں رہن دیا تھا، شرط یہ تھی کہ اگر تین سال میں رقم ادا نہ کی گئی تو زید مکان کا مالک بن جائے گا، حکومت نے اس کو مالک تسلیم کر لیا اور زید اس کا مالک بن گیا، شرعاً اس مکان کو واپس کرنا چاہیے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ عمر کا انتقال ہو چکا ہے اور اب اس کا کوئی وارث باقی نہیں رہا، تو اس صورت میں بکر کیا اس مکان کا مالک بن جاتا ہے؟ اس مکان کو وقف کر دیا جائے اور اگر وقف کیا جائے تو کس نیت سے کیا جائے؟

۲ زید کے چار وارث ہیں، زید نے اپنے مرنے کے بعد کئی مختلف اشیاء چھوڑی ہیں، جس میں کچھ اشیاء وارثوں کی تعداد سے کم ہیں اور کچھ اشیاء ایسی ہیں جو گھریلو کام کی ہیں، لیکن بازار میں ان کوئی خریدار نہیں۔ مثلاً: زید کے ذاتی کپڑے، ٹوپیاں، شیروانیاں، ازار بند وغیرہ وغیرہ، آئینہ ایک عدد، موزے دو جوڑے، بنیان، فاؤنٹین پین، پینسل، کچھ برتن کانچ کے اور کچھ تانبے کے، اس کے علاوہ تالے چھوٹے بڑے کئی عدد ہیں، جن کے داموں کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا، اس کے علاوہ رضائی، تکیہ اور گدے وغیرہ بھی ہیں، جواہرات میں کچھ ایسے ہیں جن میں کچھ اصلی اور نقلی کی تمیز ناممکن ہے، جوہری بھی ان کی صحیح رہبری نہیں کر پاتے، ان کے علاوہ کچھ موتی کچھ قیمتی پتھر مثلاً: زبرجد اور جواہر، مہرہ وغیرہ، بہت قلیل تعداد میں ہیں، جن کو بازار میں اگر فروخت کیا جائے تو قیمت بہت کم آئے گی اور خریدنے جائیں تو پھر قیمت بہت بڑھ جاتی ہے، نیز اس قسم کی اور کئی چھوٹی موٹی چیزیں ہیں، ہٰذا شرعاً وارثوں کا ہی تقسیم کا جو آسان طریقہ ہے، وہ بتایا جائے اور تقسیم کی نسبت فرداً فرداً بتایا جائے تا کہ اس کے

مطابق مذکورہ ملکیت کو تسلیم کیا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح رہن رکھ کر مرتہن ملکیت کا استحقاق نہیں ہوتا(۱)، اس مکان کی بابت یہ لازم تھا کہ زید کو یا تو مکان چھوڑ دیتا یا کہتا کہ اس مکان کو فروخت کر کے اپنا روپیہ وصول کر لو اور بقیہ جو قیمت کا روپیہ قرض سے زائد ہو، وہ مجھے دے دو(۲)، لیکن ایسا نہیں کیا گیا اور قانونی اعتبار سے زید کو مالک تجویز کر دیا گیا، جس کو عمر نے اس کو تسلیم کر لیا اور رضامندی دے دی کہ قرض کے عوض یہ مکان تمہارے ہاتھ فروخت کرتا ہوں اور زید نے

---

(۱) "لايجوز غلق الرهن وهو أن يشترط المرتهن أنه له بحقه إن لم يأته به عند أجله". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، البقرة: ۲۸۳: ۲/۲۸۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"عن سعيد بن المسيب أن رسول الله ﷺ قال: "لا يغلق الرهن الرهن من صاحبه الذي رهنه، له غنمه وعليه غرمه". (مشكاة المصابيح، كتاب البيوع، باب السلم والرهن، الفصل الثاني، ص: ۲۵۰، قديمي)

"(سئل) فيما إذا رهن زيد عند عمرو كرما معلوما بمبلغ من الدين استدانه، وقبضه منه إلى أجل معلوم على أنه إذا لم يعطه دينه عند حلول الأجل يكن الرهن بالدين، ثم حل الأجل ومات زيد عن ورثة أحضروا الدين لعمرو ليرد لهم الرهن، فامتنع زاعماً أن الرهن صار له بطريق البيع على الوجه المذكور، فهل يكون البيع غير صحيح ولا عبرة بزعمه؟"

(الجواب): نعم، كما أفتى به في الخيرية من الرهن نقلاً عن البزازية، قال للمرتهن: إن لم أعطك دينك إلى كذا فهو بيع لك بما لك علي، لا يجوز. وذكر في طريقة الخلاف، قال: إن لم أوفك مالك إلى كذا، وإلا فالرهن لك بما لك، بطل الشرط، وصح الرهن، وقال الشافعي: بطل الرهن أيضاً. والله تعالى أعلم". (تنقيح الفتاوى الحامدية، كتاب الرهن: ۲/۲۲۰، مكتبه حقانيه ملتان)

(۲) "فإن وكل الراهن المرتهن أو وكل العدل أو غيرهما ببيعه عند حلول الأجل صح توكيله". (الدر المختار، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يد عدل: ۶/۵۰۳، سعيد)

"وأما حكمه فملك العين المرهونة في حق الحبس، حتى يكون أحق بإمساكه إلى وقت إيفاء الدين، فإذا مات الراهن فهو أحق به من سائر الغرماء، فيستوفي دينه، فما فضل يكون لسائر الغرماء والورثة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرهن، الباب الأول، الفصل الأول: ۵/۴۳۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يد عدل: ۸/۴۰۶، رشيديه)

اس کو منظور کرلیا تو زید مالک ہوگیا(۱)۔

زید کے انتقال کے بعد اگر اس کا صحیح وارث صرف بکر ہے تو اب وہ مالک ہے(۲)، زید اور عمر کے درمیان مکان سے متعلق بیع کا اگر علم نہ ہو اور یہ ظاہر ہوتا ہو کہ محض قانونی مجبوری اور بے بسی کی وجہ سے عمر چپ چاپ رہ گیا، کچھ نہیں کرسکا، اس سے اس مکان پر زید کا قبضہ رہا اور اتنی مدت میں بمقدار قرض اس مکان سے آمدنی بھی حاصل کرچکا، تو بکر اب اس مکان کو عمر کی طرف سے بطور صدقہ کسی غریب کو دے دے کہ اس کا ثواب عمر کو پہونچے اور زید کو اس کے وبال سے بچالے(۳)۔

۲ چونکہ وارث ہر چیز کی قیمت اہلِ تجربہ سے لگوا کر چھوٹے بڑے حصے بنالیں اور تحریر بالا کے موافق تقسیم کرلیں، جو شئی جس وارث کے مناسب ہو وہ اسی کے حصہ میں بھی لگاسکتے ہیں(۴)، مثلاً اس طرح

"وأما تعريفه فهو مبادلة المال بالمال بالتراضي ... وأما حكمه فثبوت الملك في المبيع للمشتري وفي الثمن للبائع". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب البيوع، الباب الأول: ۳/۲، ۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب البيع: ۵/۴۳۰-۴۳۲، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب البيع: ۴/۲۷۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ويستحق الإرث بإحدى خصال ثلاث: بالنسب وهو القرابة، والسبب وهو الزوجية، والولاء" (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الفرائض، الباب الأول: ۶/۴۴۷، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الفرائض: ۶/۷۶۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الفرائض: ۴/۴۹۵، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) "إن سبيل التوبة مما بيده من الأموال الحرام ... فليردها على من أربى عليه، ويطلبه إن لم يكن حاضراً، فإن يئس من وجوده فليتصدق بذلك عنه". (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، البقرة: ۲۷۹، ۳/۲۴۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"إن من شرط التوبة أن يرد المظالم إلى أصحابها، فإن كان ذلك في المال، وجب أداءه عند وجوب أدائه مقدوراً عليه، فإن كان صاحبه قد مات دفع إلى ورثته، وإن لم يكن فإلى الحاكم، وإلا تصدق به على الفقراء والمساكين". (القواعد للزركشي: ۲/۲۴۵، بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

(۴) "ولو كان في الميراث رقيق وغنم وثياب فاقتسموا وأخذ بعضهم الرقيق وبعضهم الغنم جاز ..." ــ

کہ ایک شی کی قیمت چھ سو روپے ہیں، وہ سب ایک وارث کو دے دی جائے، جو کہ ایک سو کا مستحق ہے اور پانچ پانچ سو کی مقدار جو کہ اس کے پاس دیگر ورثہ کی آگئی ہے، اس کے عوض کسی دوسری شی سے اس کا حصہ ساقط کرکے دوسروں کو دے دیا جائے، اگر کچھ چیزیں خیرات کرنا چاہیں تو سب ورثہ بعد تقسیم کے ان سب کی طرف سے خیرات کردیں۔

جب ہر چیز کی قیمت لگا کر چھ حصے تصور کرلئے جائیں گے تو تقسیم آسان ہوگی، پھر جو وارث چاہے اپنا حصہ دوسرے کو فروخت بھی کرسکتا ہے، مثلاً: فاؤنٹین پین کی قیمت چھ روپیہ ہے، وہ ایک لڑکی لے لے اور ایک ایک روپیہ دونوں بہنوں کو دے دے، دو روپیہ بھائی کو دے دے سب رضامندی سے اس طرح طے کرلیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۵ھ۔

الجواب صحیح: العبد نظام الدین، ۹۲/۳/۶ھ۔

رہائش مشترک ہونے کی صورت میں ایک بھائی کی کمائی میں دوسرے بھائی کا آدھا حصہ طلب کرنا

سوال [۱۱۵۴۲]: زید، خالد و عمرو یہ تینوں بکر کے حقیقی بیٹے ہیں، بکر ان میں سے ہر ایک کی باری باری شادی کردیتے ہیں اور بکر نے تینوں بیٹوں کو الگ الگ کردیا اور جائیداد کا کل حصہ برابر برابر تقسیم کردیا، کچھ دنوں کے بعد بکر نے چھوٹے بیٹے سے کہا، کہ تم بڑے بھائی زید کے ساتھ ہوجاؤ، اس لئے کہ تمہارے افراد کی کمی کی وجہ سے زید کی امداد ہوسکے گی اور جب تم ضرورت سمجھنا، اسی تقسیم پر الگ ہوجانا۔

عمرو چونکہ زیادہ تر بمبئی میں رہنے والا اور مستقل ملازمت پیشہ ہے، اس لئے اس نے بمبئی میں ایک کمرہ رہنے کے لئے خرید لیا اور قانونی اعتبار سے جو فنڈ کارخانہ میں تنخواہ سے کٹ جاتا ہے، وہ عورت کے نام ہوتا ہے، آج دس سال سے زائد عرصہ ہوگیا، عمرو اپنی کمائی کا روپیہ اور کپڑا وغیرہ اخراجات برابر دیتا رہا، آج کسی بناء پر الگ ہوجانے کی صورت پیش آئی، تو زید نے کہا کہ فنڈ کے روپے میں اور کمرہ میں میرا آدھا حصہ ہوتا ہے، اس

= بالتراضي". (خلاصة الفتاوی، کتاب القسمة، الفصل الأول: ۳۰۹/۴، رشیدیه)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الصلح: ۲۶۸/۴، رشیدیه)

(۱) قال الله تعالی: ﴿یوصیکم الله في أولادکم للذکر مثل حظ الأنثیین﴾ (النساء: ۱۱)

لئے مجھے ملنا چاہیے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ شرعی اعتبار سے زید کو ان اشیاء میں جو صرف عمرو کی کوشش کا نتیجہ ہے، حق حاصل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا یہ مطالبہ صحیح نہیں، فنڈ کے روپیہ اور اس کمرہ میں زید کا کوئی حصہ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۲۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۶/۱/۳۰ھ۔

کلالہ

سوال [۱۱۵۴۷]: ''الفاروق'' مصنفہ حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ، ص: ۱۵۷، میں لکھا ہے: ''ورثہ کے بیان میں'' کہ خدا نے ایک قسم کے وارث کو کلالہ سے تعبیر کیا ہے، لیکن چونکہ کلام مجید میں اس کی تعریف مفصل مذکور نہیں ہے، اس لئے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختلاف تھا کہ کلالہ میں کون کون وارث داخل ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند بار دریافت کیا، اس پر تسلی نہ ہوئی، تو حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایک یادداشت لکھ دی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کریں،

---

(۱) مذکورہ کمرہ اور فنڈ چونکہ والد کے میراث میں سے نہیں ہے، بلکہ خالص عمرو کی کوششوں کا نتیجہ ہے اور ان کی اپنی ملک ہے، اس لئے اس میں زید کا کوئی حق نہیں اور نہ وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

"لأن التركة: ما تركه الميت من الأموال صافياً عن تعلق حق الغير بعين من الأموال". (ردالمحتار، كتاب الفرائض: ۶/۷۵۹، سعيد)

"المراد من التركة ماتركه الميت خالياً عن تعلق حق الغير بعينه". (البحر الرائق، كتاب الفرائض: ۹/۳۶۵، رشيديه)

"لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه، أو ولاية عليه". (شرح المجلة لسليم رستم باز، رقم المادة: ۹۶: ۱/۶۱، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"ولا يجوز التصرف في مال غيره بغير إذنه". (شرح الحموي، كتاب الغصب: ۲/۴۴۴، إدارة القرآن كراچی)

پھر اپنی خلافت کے زمانہ میں تمام صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کو جمع کر کے اس مسئلہ کو پیش کیا، لیکن ان تمام باتوں پر ان کو کافی تسلی نہیں ہوئی اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تینوں چیزوں کی حقیقت بتلا جاتے تو مجھ کو دنیا و مافیہا سے زیادہ عزیز ہوتا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جتنا ان تین چیزوں کے متعلق بیان فرمادیا، وہ احادیث میں مذکور ہے اور صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے اس کو سمجھ بھی لیا اور عمل بھی فرمایا(۱)، مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ چاہتے تھے کہ زیادہ تفصیل سے اس کا بیان فرما دیا جاتا، تاکہ مخالفین کو انکار کی مجال نہ رہتی، ''نورالأنوار'' میں بھی ربوا کے متعلق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی یہ شرح کی ہے(۲)۔ ''کلالہ''

---

(۱) "فإذا مات الرجل وليس له ولد ولا والد، فورثته كلالة. هذا قول أبي بكر الصديق وعمر وعلي وجمهور أهل العلم. وذكر يحيى بن آدم عن شريك وزهير وأبي الأحوص، عن أبي إسحاق، عن سليمان بن عبد قال: ما رأيتهم إلا وقد تواطؤوا وأجمعوا على أن الكلالة من مات ليس له ولد ولا والد، وهكذا قال صاحب كتاب العين وأبومنصور اللغوي وابن عرفة والقُتَيبي وأبوعبيد وابن الأنباري".
(الجامع لأحكام القرآن للقرطبي، النساء: ۱۲: ۵۸/۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"حدثنا الوليد بن شجاع السكوني، قال ثني علي بن مسهر، عن عاصم، عن الشعبي قال: قال أبوبكر رضي الله تعالىٰ عنه: إني قد رأيت في الكلالة رأياً فإن كان صواباً فمن الله وحده لاشريك له، وإن يكن خطأً فمني والشيطان، والله منه بريء. إن الكلالة ما خلا الولد والوالد. فلما استخلف عمر رضي الله تعالىٰ عنه قال إني لأستحي من الله تبارك وتعالى أن أخالف أبابكر في رأى رآه".

یہ اور اس طرح کی روایات کثیر تعداد میں تفسیر طبری میں علامہ محمد جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کی ہیں۔ تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل مقامات کی طرف رجوع کریں۔

(تفسير الطبري، النساء: ۱۲: ۱۹۱/۴-۱۹۴، دارالمعرفة بيروت)

(وتفسير الطبري، النساء تحت آية: ﴿يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة﴾: ۲۸/۶-۳۱، دارالمعرفة بيروت)

(۲) "ولهذا قال عمر رضي الله تعالىٰ عنه: خرج النبي عليه السلام ولم يبين لنا أبواب الربوا هكذا قالوا. وفي قمر الأقمار: قوله: ولم يبين أي: بياناً شافياً". (نور الأنوار، مبحث المجمل، ص: ۹۳، سعيد)

کے سلسلہ میں شرح مؤطا میں ایسا ہی منقول ہے(۱)۔

مسئلہ خلافت کو ''ازالۃ الخفاء'' میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بسط سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ترتیب خلافت کو خوب سمجھتے تھے اور ان کے پاس دلائل موجود تھے، بلکہ مخالفین کی زبان بندی کرنے کے لئے بیان شافی ہونے کے متمنی تھے، تا کہ خوارج وغیرہ کے فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا(۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۲۴/۴/۸۷ھ۔

(۱) (كشف المغطأ عن وجه المؤطا على هامش مؤطا الإمام مالك، كتاب الفرائض، ميراث الكلالة، ص: ۲۶۳، قديمي)

(۲) (إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء، مسند عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه، ص: ۶۲، ۶۳، سهيل اكيڈمی لاهور)